سانپوں کی ایک پراسرار سلطنت کی حسین دوشیزہ
ناگ نگری کی نگینہ
ایم اے راحت

نویں کلاس تک تعلیم کا سلسلہ بڑا باقاعدہ رہا تھا' کیونکہ جمال احمد صاحب خاصے سخت مزاج آدمی تھے اور بات بات پر جوتا ہاتھ میں رکھنا یا اٹھا لینا ان کی عادت تھی' بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ ان کا جوتا پاؤں کے بجائے ہاتھ میں ہی رہتا تھا اور بہرحال ایسے آدمی سے عزت بچانا ذرا مشکل کام ہوتا ہے۔ چنانچہ کمال یہی کوشش کرتا تھا کہ والد صاحب کے ہاتھ کا جوتا پاؤں میں ہی رہے۔

نویں کلاس تو اس جوتے اور ڈنڈے کے زور پر پاس کر لی تھی' پھر اس کے بعد والد صاحب کو فالج ہوا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ میٹرک ماں کی دعاؤں سے اور اس احساس کے ساتھ کیا کہ اب بادشاہت اسی کا حصہ ہے اور بہرحال اسے ایک مملکت پر راج کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ ہونا ضروری ہے۔ ماں کے غم کا بھی احساس تھا۔ بیچاری شوہر سے محروم ہو گئی تھی۔ ان تمام چیزوں نے مل کر بیچارے کو میٹرک کرا دیا' لیکن اس کے بعد ماں کا مسئلہ بھی ختم ہو گیا۔

باپ کی موت کے بعد ہی وہ آدھی رہ گئی تھی' غم میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹوں سے دور' زندگی کی خوشیوں سے محروم' گھر' بس ایک سر چھپانے کی جگہ تھی' چھت کے نیچے پناہ مل جاتی تھی اور بس۔ میٹرک کا رزلٹ آیا ہی تھا کہ ماں نے دونوں ہاتھ کھڑے کر دیئے' جیسے اس کا فرض پورا ہو گیا ہو اور اب وہ اس بیکار دنیا میں وقت ضائع کرنا نہ چاہتی ہو۔ اس کے بعد تنہائی' زندگی کا درد' کسی کی محرومی کا احساس بہرحال اتنا معمولی نہیں ہوتا' پھر آخر وہ ماں سے محروم ہوا تھا۔ جو بڑی بے لوث شخصیت ہوتی ہے۔ ہر حالت میں ساتھ دینے والی۔

یہ احساس بہرحال طویل عرصے تک اس کے دل کا گداز بنا رہا تھا اور اس

کے بعد آہستہ آہستہ وہ تمام ذمے داریوں کو بھول گیا تھا۔

اسی محلے میں زندگی گزاری تھی۔ محلے کے بزرگ بھی اس سے محبت بھی کرتے تھے۔ ویسے بھی کمال بری فطرت کا نوجوان نہیں تھا۔ برائیوں کی جانب دل کو رغبت ہی نہیں ہوتی تھی' حالانکہ تنہائی میں بہت سے دوست احباب آگے آ جاتے ہیں اور مختلف راستے دکھانے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن فطرت میں تھوڑی سی بہتری تھی۔ چنانچہ کمال کسی برائی کی طرف راغب نہیں ہوا۔ محلے کے بزرگ چوہدری اقبال ان روایتی بزرگوں میں سے تھے جو محلے کے باپ ہوا کرتے ہیں' کسی بھی بچے کو غلط راستے پر جاتے دیکھ کر سب سے زیادہ دکھ انہیں ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب انہیں احساس ہوا کہ محلے کا ایک اچھا بچہ لاوارث پھر رہا ہے' تو اپنا فرض پورا کرنے کیلئے آ گئے۔

''دیکھو بیٹے! تمہاری عمر چھوٹی ہے ورنہ میں تمہاری شادی کر دیتا...... گھر ہے' شریف بچے ہو' کسی عزت دار آدمی کو اس سے زیادہ اور کیا چاہئے' ظفر صاحب کو جانتے ہو؟''

''چچا ظفر!'' کمال نے اپنی واقفیت کا اظہار کیا۔

''ہاں ہاں' انہی کی بات کر رہا ہوں۔ ظفر صاحب کی بیٹی فرزانہ بڑی اچھی لڑکی ہے' لیکن بات یہ ہے کہ یہ تو میری نگاہ ہے' ظفر صاحب کس انداز میں سوچتے ہیں' یہ وہی جانیں۔ ویسے تم ایک کام کرو کل میں تمہیں ایک پرچہ دوں گا۔ ایک چھوٹی سی کمپنی ہے۔ کپڑے دھونے کا صابن بناتے ہیں وہ لوگ۔ بہت اچھے جاننے والے ہیں میرے۔ تم نے میٹرک تو پاس کر لیا ہے نا؟''

''جی۔''

''ان کے پاس چلے جاؤ۔ میں خاص طور سے سفارش کر دوں گا' اب یہ تو پتا نہیں کہ ان کے پاس جگہ ہے یا نہیں؟ دیکھو بیٹا! آغاز کرنے کیلئے اگر تھوڑے سے کم بھی پیسے مل جاتے ہیں تو کوئی بات نہیں ہے۔ تم یہ کرو کہ وہاں جاؤ اور اگر نوکری مل جائے تو کر لو' مصروفیت بھی ہو جائے گی' پیسے بھی مل جائیں گے اور پھر میں تمہارا گھر

بسا دوں گا۔''

یہ تصور ہی سنسنی خیز تھا کمال کیلئے۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ ماں باپ کے تو منصوبے ہی کچھ اور تھے۔ خیر وہ تو ہر ماں باپ کے ہی ہوا کرتے ہیں۔ ہر باپ اپنے بیٹے کو جہاز اڑاتے ہوئے دیکھتا ہے۔ ہر ماں اسے سفید کوٹ پہن کر ہسپتال کا سب سے بڑا ڈاکٹر دیکھنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ یہ تو ماں باپ کی حماقت ہے کہ وہ اپنے وسائل کو سامنے نہ رکھتے ہوئے ایسی آرزوؤں کو دل میں بسا لیتے ہیں' لیکن بہرحال بچے اتنے بیوقوف نہیں ہوتے۔ وہ سوچتے ہیں کہ اماں ذرا بنا کر تو دکھاؤ ڈاکٹر' پڑھنے جائیں گے تب نا۔ اسی طرح وہ اپنے باپ کے بارے میں بھی سوچتے ہیں کہ ابا جہاز اڑاتا ہوا تو اپنا جہاز اڑا لیں گے' تم بلاوجہ ہماری جان کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟ لیکن بہرحال کمال کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہاں جس طرح نوخیزیت کی عمر آگے بڑھتی جا رہی تھی' حسین چہرے دل میں بیٹھتے چلے جاتے تھے اور پھر جس لڑکی کا تذکرہ کیا گیا تھا وہ تو اچھی خاصی خوبصورت تھی۔ بہت سے خواب دیکھ ڈالے تھے۔ اس نے تصور میں اس حسینہ کو اپنے گھر کے آنگن میں چلتے پھرتے دیکھا' باورچی خانے میں روٹیاں پکاتے ہوئے دیکھا' ٹرے میں کھانا سجا کر سامنے رکھتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد سیدھا صابن فیکٹری پہنچ گیا۔ جن صاحب کیلئے رقعہ دیا گیا تھا وہ موجود نہیں تھے' البتہ وہاں ایک کلرک ٹائپ کا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اونٹ کی طرح گردن اوپر اٹھا کر پوچھا۔

''کیسے آنا ہوا؟''

''یہ پرچہ لایا ہوں۔'' کمال نے پرچہ ان کے سامنے بڑھا دیا۔

''اماں باؤلے ہوئے ہو کیا؟'' اس شخص نے پرچہ پڑھ کر کہا۔

''نہیں تو...... لگ رہا ہوں کیا؟'' کمال نے برجستہ کہا۔

''میاں! ویسے ہی دوسروں کو تنخواہ نہیں ملتی' تمہیں کیا نوکری ملے گی۔ تیسرا مہینہ ہے سیٹھ کے پاس پیسے ہی نہیں ہیں' نوکری تو تمہیں مل جائے گی' تنخواہ نہیں ملے گی۔ دل چاہے تو کر لو۔'' کمال ایک دم سنبھل گیا۔ بھلا ایسی نوکری کیسے کی جا سکتی

ہے۔ بہرحال بڑی نا امیدی کے ساتھ واپس پلٹا تھا' لیکن وہ ایک شخص جو ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھا اور ایک طرف کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا کمال کے پیچھے پیچھے ہی باہر نکل آیا۔

''کاغذ قلم ہے تمہارے پاس؟'' اس نے ایک بے تکا سوال کیا۔

''نن...... نہیں جناب...... مم...... مگر کیوں؟'' کمال حیرت سے بولا۔

''ٹھہرو۔'' اس نے اپنی جیب میں کوئی کاغذ تلاش کرنا شروع کیا۔ پین اس کی جیب سے پہلے ہی لگا ہوا تھا۔ اس کاغذ پر پتہ لکھ کر اس نے کہا۔

''اسے رکھ لو' کل دس بجے یہاں آ جاؤ۔ علاقے کا پتہ تمہیں معلوم ہے یا نہیں؟''

کمال نے کاغذ پر لکھا ہوا پتہ دیکھا' جس جگہ کا پتہ تھا اس کے بارے میں وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''معلوم ہے صاحب! مگر......''

''نوکری مل جائے گی اور بہت اچھی نوکری مل جائے گی...... ہیں...... پرواہ نہیں کرنا...... آ جاؤ۔ میرا نام فیاض ہے ٹھیک ہے......''

''جی صاحب! میں آ جاؤں گا۔'' کمال نے نیاز مندی سے کہا۔

پھر دوسرے دن وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں فیاض نے اسے بلایا تھا۔ بڑی عالیشان کوٹھی تھی۔ ایک طرف آفس بنایا ہوا تھا۔ چوکیدار نے اسے فیاض کے پاس پہنچا دیا۔ فیاض اچھی خاصی حیثیت کا مالک تھا۔ اسے بٹھا کر اس نے پوچھا۔

''گاڑی چلانا آتی ہے؟''

''نہیں صاحب۔''

''سیکھ لو گے؟''

''جی بالکل!'' اسے گاڑی چلانے کا بہت شوق تھا۔

''ٹھیک ہے میں نے تمہیں نوکری دے دی۔ فی الحال تمہیں پندرہ سو روپے ماہوار دوں گا۔ کام سیکھ جاؤ گے تو یہ تنخواہ پانچ ہزار تک پہنچ سکتی ہے اور محنت کرو گے تو

سمجھ لو کہ پیسہ تمہاری پہنچ سے دور نہیں رہے گا۔ کل سے آ جاؤ بلکہ ایسا کرو آج تمہیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے؟''

''نہیں جناب۔''

''شناختی کارڈ ہے؟''

''جی ہے۔''

''جاؤ اس کی فوٹو سٹیٹ کرا کر لاؤ اور چار کاپیاں اپنی تصویروں کی بنوا کر لے آؤ۔ کچا لائسنس بنوانا پڑے گا اس کے بعد ہمارا ایک ڈرائیور رحمان تمہیں مہینے پندرہ دن کی تربیت دے کر گاڑی چلانا سکھا دے گا۔ بس سمجھ لو تمہارا کام شروع...... لو یہ پانچ سو روپے رکھ لو' کوئی ایڈوانس وغیرہ نہیں ہے یہ۔ یہ سمجھ لو کہ یہ تمہاری ابتدائی مدد ہے' اور اس سے کام چلاؤ۔''

کمال باہر نکلا تو خوشی سے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ جن بزرگ نے نوکری کی سفارش کی تھی انہوں نے تو خیر کیا ہی نوکری دلوائی' تقدیر نے ساتھ دے دیا تھا۔ بہرحال تصور یہی تھا کہ نوکری بزرگ کے کہنے سے ملی ہو یا نہ ملی ہو' جگہ تو وہی تھی جہاں سے نوکری مل گئی تھی۔ بہرحال کمال نے ان بزرگ کو تفصیل بتا دی' کیونکہ آنکھوں میں وہ حسین چہرہ گھوم رہا تھا جس سے شادی کا لالچ دیا گیا تھا۔ نوکری پر پہنچ گیا' تصویریں وغیرہ دے دی گئیں اور پھر پہلے ہی دن رحمان نے اسے گاڑی پر بٹھا دیا اور ڈرائیونگ کے اصول بتانے لگا۔

اس کے بعد اس نے کمال سے گاڑی چلوانا شروع کی۔ ابتداء میں کافی مشکل پیش آئی تھی' لیکن پھر آہستہ آہستہ روانی آتی گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں کمال کا ہاتھ رواں ہو گیا۔ ویسے بھی وہ بودم لڑکا نہیں تھا اور پھر اب اس کے اندر یہی لگن تھی کہ کسی بھی طرح محنت مزدوری کر کے اتنا کما لے کہ اس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کر سکے۔ دوسری طرف اس کا لرننگ لائسنس بھی بن گیا تھا۔ چنانچہ اب وہ اعتماد کے ساتھ گاڑی چلانے لگا تھا۔ فیاض سے ملاقات رہتی تھی اور وہ اس کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتا تھا' پھر ایک دن فیاض نے اسے بلا کر کہا تھا۔

"کمال یہ تمہارا پکا لائسنس ہے اور یہ گاڑی کی چابیاں۔ آج سے تم کمپنی کی گاڑی چلایا کرو گے اور ایک خاص بات' یہ بالکل نئی گاڑی میں نے تمہارے لئے نکلوائی ہے اور تم ہی سب سے پہلے اسے چلاؤ گے۔"

"جی صاحب!" کمال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"بس صاحب ماں باپ یاد آ گئے تھے' اگر وہ زندہ ہوتے تو......"

ہمدردی کی لہر اٹھی تھی لیکن دوسرے لمحے اس کا چہرہ خشک ہو گیا۔

"سنو میری بات غور سے سنو جن مردوں کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں میرے رجسٹر میں وہ مرد کی حیثیت سے نہیں لکھے جاتے۔ ماں باپ نہیں ہیں نا تمہارے' ہوتے تو خوش ہوتے' ان کی خوشی تمہیں کیا دیتی' جو اس دنیا سے چلا گیا اسے یاد کر کے رونا ایسا ہی ہے جیسے سانپ نکل جانے کے بعد لکیر پیٹنا' اس قسم کی ڈرامہ بازی کی باتیں کبھی مت کیا کرو۔ ہر انسان اپنے لئے ہی جیتا ہے اور اپنی موت مر جاتا ہے۔ اسی طرح تمہارے ماں باپ بھی جب تک ان کی زندگی تھی جئے اور اس کے بعد چلے گئے۔ تمہاری آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے آنسو انہیں واپس نہیں لا سکتے۔ اس لئے بیکار آنسو نہ بہایا کرو اس کے بعد میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔ آنکھوں میں آ جانے والے آنسو جدوجہد ختم کر دیتے ہیں اور جس کی جدوجہد ختم ہو جائے وہ دنیا کا سب سے ناکارہ انسان ہوتا ہے' میری بات سمجھ رہے ہو نا۔"

"جی صاحب!" کمال نے جواب دیا۔

"چلو اپنا کام کرو۔" اور اس کے بعد کمال اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

کمپنی کی گاڑی چلاتے ہوئے اسے کم از کم ڈیڑھ مہینہ ہو گیا تھا۔ مال لانا' مال لے جانا' صاحب لوگ کو ادھر سے ادھر لے جانا' بات ایک ہی گاڑی پر نہیں رہی تھی' بلکہ اب اسے مختلف گاڑیاں دی جاتی تھیں' پھر ایک دن ایک عجیب واقعہ ہوا۔ وہ کمپنی کا مال لے کر ایک چھوٹے سے نواحی شہر گیا تھا۔ پہلے بھی یہاں کئی بار آ چکا تھا۔ راستے میں پولیس ناکہ لگا ہوا تھا' ناکے پر اس کی گاڑی روک لی گئی۔ بہت سے پولیس

والے رائفلیں لئے ہوئے کھڑے تھے اس کے ساتھ اس کی کمپنی کا سب منیجر بھی تھا۔ پولیس کے ایک افسر اعلیٰ نے ان دونوں کو نیچے اتار لیا اور پھر سب منیجر سے کہا۔

"کیا ہے ان کارٹنوں میں؟"

"صاحب جی! ہوزری کا سامان ہے۔"

"تلاشی لیں گے ہم ان کی۔"

"مالک ہیں آپ' بھلا میں کیسے روک سکتا ہوں۔ چلو کمال! بابو لوگوں کی مدد کرو۔" چار یا پانچ کارٹن کھول کر دیکھے گئے' نیچے تک سے مال نکال کر پھینک دیا گیا اور پھر پولیس والے مطمئن ہو گئے۔

"ٹھیک ہے یہ کارٹن بند کر لو۔" پولیس افسر نے نرم لہجے میں کہا۔ سب منیجر نے بڑے سلوک کے ساتھ پولیس سے تعاون کیا تھا۔ راستے میں وہ کچھ نہیں بولا سوائے اس کے کہ کبھی کبھی پولیس زیادتی کر ڈالتی ہے۔ بلاوجہ دیر ہو گئی۔ جس جگہ مال پہنچانا تھا وہاں ان لوگوں کو کھانا بھی کھلایا گیا اور اس کے بعد وہاں سے بھی کارٹن ٹرک میں لدوائے گئے۔ یہ وہی ٹرک تھا جسے کمال لے کر آیا تھا' لیکن اس وقت ایک اور بھاری بدن کا شخص ان کے ساتھ ہو لیا۔ اس نے کمال سے گاڑی کی چابی مانگ لی تھی۔

"میں چلا لوں گا آپ بالکل بے فکر رہیں۔" جواب میں وہ ہنسا اور بولا۔

"تم آرام سے بیٹھ جاؤ گاڑی میں لے جاؤں گا۔" سب منیجر نے بھی کہا۔

"ہاں ہاں کمال کوئی حرج نہیں۔ رجب اس وقت گاڑی لے جائے گا' تم اس کے برابر بیٹھ جاؤ۔ میں پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے صاحب!" کمال کو اس بات پر اعتراض نہیں ہوا۔

مغرب کے بعد گاڑی وہاں سے روانہ ہوئی تھی۔ سردیوں کا موسم تھا' اس لئے مغرب کے وقت تک اتنی رات ہو جاتی تھی کہ مانو نہ جانے کیا بج گیا ہو' پھر ویران اور سنسان راستہ' وہ لوگ سفر کرتے رہے' منیجر بھی ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پیچھے سے آگے آ گیا تھا اور اس نے کہا تھا۔

"یار پیچھے بیٹھا رہوں گا تو نیند آ جائے گی۔ سونا نہیں چاہتا۔ مال احتیاط سے اتروا دیا جائے اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ وہ بھی درمیان میں آ کر ہی بیٹھ گیا تھا۔ کمال نے پیچھے جانے کی کوشش کی تھی لیکن منیجر نے اسے منع کر دیا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اس نے اس وقت اپنے ساتھ ہی کمال کو بٹھانا ضروری سمجھا تھا' پھر آدھے سے زیادہ راستہ طے ہوا تھا کہ ایک ویران سڑک پر دور سے روشنیاں نظر آئیں اور رجب نے ٹرک کی رفتار سست کر دی' پھر سرسراتی آواز میں بولا۔

"صاحب جی! ناکہ لگا ہوا ہے۔"

"ارے یہ کیسے ہو گیا؟ ہمیں تو پتہ چلا تھا کہ دن کے ناکے کے بعد رات کا ناکہ نہیں لگایا جائے گا۔ یہ کوئی بڑی ہی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔ اب کیا کیا جائے؟"

"صاحب جی! آپ سوچ لیجئے۔"

"رجب کوئی خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ ویسے جگہ اچھی ہے کچھ کر سکتے ہو۔"

"نکال لے جانی ہے نا گاڑی جی۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔" رجب نے کہا۔ پھر کمال سے بولا۔ "دروازہ لاک کر لو۔"

بات کمال کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ان لوگوں کی گفتگو بھی کافی پراسرار تھی۔ کمال نے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا اور شیشہ چڑھا دیا۔ یہ بات کمال کی سمجھ سے باہر تھی کہ ناکے سے ان لوگوں کو کیا خطرہ ہے؟ آتے ہوئے بھی تو ناکہ لگا ہوا تھا' اس وقت کیا خاص بات ہو گئی ہے۔ رجب آہستہ آہستہ گاڑی آگے بڑھا رہا تھا۔ ہیڈ لائٹس جلی ہوئی تھیں اور یقیناً ناکے پر موجود پولیس والوں کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ گاڑی انہی کی طرف آ رہی ہے' لیکن اچانک ہی رجب نے ساری لائٹیں بند کر دیں اور پھر ٹرک بڑے بھیانک انداز میں سڑک سے نیچے اتر گیا۔ سڑک سے نیچے ڈھلان تھے' کچے راستے تھے۔ کمال کو یوں لگا جیسے ٹرک ابھی قلابازیاں کھاتا ہوا کہیں سے کہیں

چلا جائے گا' لیکن ٹرک نہیں پلٹا' وہ بالکل ٹیڑھا چل رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ناکہ گزر گیا۔ رجب غضب کا ڈرائیور تھا۔ کچے ڈھلان پر ٹرک اتار کر وہ ناکے کی جگہ سے نکل آیا' لیکن دوسری طرف سیٹیاں بجنے لگی تھیں' پھر کچھ فائر بھی ہوئے تھے' جو یقینی طور پر ہوائی فائر تھے۔ اس کے بعد شائد کوئی گاڑی بھی سٹارٹ ہوئی تھی' لیکن رجب کچے راستے سے سڑک پر آ گیا تھا اور اس کے بعد رجب نے ایکسی لیٹر دبایا اور کمال ڈرائیور ہونے کے باوجود پسینے میں نہا گیا۔ رجب نے وہ رفتار پکڑی تھی کہ بس اس کے بعد تیز رفتاری کا کوئی اور ریکارڈ قائم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لمحوں کے اندر اندر ناکہ اتنا پیچھے رہ گیا کہ وہاں سے چلنے والی گاڑیاں جتنا بھی دوڑی ہوں گی تو ابھی بہت پیچھے ہوں گی۔ رجب گویا یہ ٹرک اڑا رہا تھا۔ کمال کو تو ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے ٹرک فضا میں پرواز کر رہا ہو' پھر دیکھتے ہی دیکھتے ٹول ٹیکس کی چوکی آئی اور یہاں بھی رجب نے تمام قانون توڑ کر گاڑی نکال لی۔ راستہ بند نہیں کیا گیا تھا' لیکن جو لوگ وہاں کھڑے ہوئے تھے انہوں نے اچھل اچھل کر اپنی جانیں بچائی تھیں اور گاڑی آگے نکل گئی تھی۔ سب منیجر دانت بھینچے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آگے نکل کر گہری سانس لے کر بولا۔

"رجب سنبھال کر کہیں جان ہی ختم مت کر دینا۔" جواب میں رجب نے قہقہہ لگایا تھا اور بولا تھا۔

"صاحب جی!" اس سے پہلے کتنی بار جان ختم ہوئی ہے تمہاری' خاموش بیٹھے رہو۔" اس کا لہجہ بے حد خوفناک تھا' پھر ایک بالکل ہی اجنبی جگہ ٹرک روکا گیا اور رجب نے کہا۔

"چلو جی! ہمارا کام ختم پر ایک مشورہ دیں آپ کو۔ مہینے بھر تک گاڑی باہر مت نکالنا اگر مصیبت سے بچنا چاہتے ہو تو۔"

"رجب تمہارا کیا خیال ہے ان لوگوں نے نمبر نوٹ کر لیا ہو گا؟" سب منیجر نے پوچھا۔

"صاحب جی! پاگل آپ ہیں ہم نہیں۔ بجھی ہوئی لائٹوں میں نمبر کیسے نوٹ

کر سکتے تھے وہ؟''

''ٹھیک ہے آرام کرو۔''

سارے مسئلے حل ہو گئے تھے' لیکن کمال کا سارا وجود اب بھی سنسنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ کیا قصہ ہے؟ یہ لوگ کیوں بھاگے تھے؟ رجب کون تھا؟ اس بات کا جواب اسے کچھ دن کے بعد ملا۔ فیاض ہی نے کہا تھا۔

''سنا ہے تم ایک مرحلے سے نکل آئے ہو' یعنی پولیس ٹرک کے پیچھے لگی تھی۔ ویسے یہ بہت اچھا ہوا' اس وقت ڈرائیونگ رجب کر رہا تھا۔ تم اس طرح کی ڈرائیونگ کر سکتے ہو جیسے رجب نے کی۔''

''نہیں صاحب ابھی کہاں' مگر میں حیران ہوں کہ کیوں اس طرح بھاگا گیا تھا؟ حالانکہ جاتے ہوئے بھی تلاشی ہوئی تھی۔ زیادہ سے زیادہ پولیس ناکے پر پھر تلاشی لے لیتی۔''

جواب میں فیاض ہنس پڑا تھا' پھر اس نے کہا۔

''سمجھ جاؤ گے آہستہ آہستہ سب سمجھ جاؤ گے۔''

پھر بہت دن اسی طرح گزر گئے کوئی خاص بات نہیں ہوئی' لیکن اس رات کا واقعہ کمال کے ذہن میں گردش کرتا تو اس کے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگتیں۔ قصہ کیا ہے؟ پھر ایک دن فیاض نے کہا۔

''تمہیں رجب یاد ہے جس نے اس رات ڈرائیونگ کی تھی؟''

''جی جناب!'' کمال نے کہا۔

''وہ آیا ہوا ہے تم اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ وہ تمہیں تربیت دے گا اور وہ ڈرائیونگ سکھائے گا جو وہ خود کرتا ہے۔'' رجب بڑا سخت مزاج آدمی تھا۔ نشہ بھی کرتا تھا اور کبھی کبھی ترنگ میں آ کر ہیر گانے لگتا تھا اور کمال کو اس کی بھدی اور بھونڈی آواز پر ہنسی آنے لگتی تھی' لیکن ڈرائیور وہ بڑے غضب کا تھا۔ کمال کو بھی وہ اسی طرح گاڑی چلانا سکھا رہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کمال نے بہت جلدی یہ ساری چیزیں پک کر لی تھیں۔ اس دن بھی رجب ترنگ میں تھا اور ہیر گا رہا تھا۔ اس نے

کمال کی طرف منہ نچا کر نشیلی آواز میں کہا۔

''ابے الو کے لوٹے' الوؤں کی طرح بیٹھا شکل دیکھتا رہتا ہے' کتنی بار کہا سگریٹ لگا لیا کر۔ کھوپڑی روشن ہو جائے گی۔ چرس پی کر گاڑی چلانے کا مزا ہی کچھ اور ہوتا ہے۔''

''مگر استاد اس طرح تو ایکسیڈنٹ بھی ہو سکتا ہے۔'' جواب میں رجب ہنسا اور بولا۔

''ایکسیڈنٹ سے ڈرتا ہے۔ پوری زندگی ایک ایکسیڈنٹ ہی تو ہے پیارے۔ کونسے ایکسیڈنٹ سے خطرہ نہیں ہوتا؟ گاڑی چلاتے وقت آنکھیں کھلی رکھ کر گاڑی چلانا سمجھ لے سب سے بڑا ایکسیڈنٹ ہے۔ آنکھیں بند کر لیا کر میری جان اور ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ ڈال دیا کر۔ دنیا خود تجھ سے بچے گی' جتنا دنیا کو بچاتا رہے گا نا وہ سالی سوچے گی کہ سڑک پر ان کی حفاظت کرنا صرف تیری ذمے داری ہے۔ کس دھیان میں پڑا ہوا ہے پھکو کے انسان بن انسان' لگا لے چرس کا دم' آئے گا مزا۔''

''نہیں استاد ابھی رہنے دو اور پھر تم تو میرے استاد ہو' استاد کے آگے ایسی گستاخی ویسے بھی نہیں کرنی چاہئے۔'' رجب نشے میں تھا۔ اپنے احترام کی بات سن کر بڑا نرم ہو گیا۔ انگلی اٹھا کر جھومتا ہوا بولا۔

''تو شریف ماں باپ کی اولاد ہے۔ سچ مچ استاد کی عزت کرنی چاہئے۔ تو اچھا لڑکا ہے پسند ہے مجھے۔''

''لیکن استاد میرا دماغ بڑا پریشان ہے۔''

''کیوں کس بات پر؟''

''استاد یہ کونسا مال آتا جاتا رہتا ہے جس کیلئے اتنا خطرہ مول لیا جاتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' جواب میں رجب ہنسنے لگا پھر بولا۔

''ابے رہا نا بالکل پھکو کومہ' سمگلنگ کا مال ہوتا ہے یہ' اسی لئے تو پولیس سے بھاگنا پڑتا ہے اور اسی لئے تو تمہیں ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ بہت اچھے ڈرائیور چاہئے ہوتے ہیں۔ اس کے لئے کبھی کبھی وہ کچھ بھی کرنا پڑ جاتا ہے جو تو دیکھ چکا

ہے۔'' رجب نے تو یہ بات کہہ دی لیکن کمال پر جو گزری تھی اس کا دل جانتا تھا۔
بہت زیادہ نیک نہیں تھا وہ' بہت سے ایسے واقعات سن چکا تھا جن میں اس طرح کے
کام کرنے والوں کیلئے عبرت ناک داستانیں چھپی ہوئی تھیں۔ سمگلروں کے ساتھ کام
کرنا تو بڑا ہی خطرناک تھا۔ رجب نے اپنی دھن میں کہا۔

''اور تجھے پتہ ہے کہ یہاں سمگلروں کا ایک بہت بڑا گروہ کام کر رہا ہے۔
یہ فیاض صاحب تو بیچارے ایک معمولی سے کارکن ہیں بس زونل انچارج' اصل کام تو
بہت بڑی مافیا کا ہے جو یہ سب کچھ کرتا ہے۔''

''مم...... مافیا۔''

''ہاں مافیا۔'' اور بیٹا یہ تو تیری خوش قسمتی ہے کہ تو اس بڑی مافیا کا ایک رکن
بن گیا ہے۔''

کمال اسی دن اس جگہ سے نکل بھاگا' حالت خراب تھی' لگ رہا تھا جیسے
پولیس اس کا تعاقب کر رہی ہو۔ ہر طرف سے پولیس اس کا پیچھا کر رہی ہو۔ بہت ہی
خوف زدہ تھا وہ۔ بڑی مشکل سے اس نے اپنے لئے ایک پناہ گاہ تلاش کی تھی۔ تین
دن گزر گئے وہ ایک پائپ لائن میں راتیں بسر کر رہا تھا اور بھی بہت سے فقیر' لچے
لفنگے وہاں ہوا کرتے تھے اور انہوں نے اسے اپنے درمیان جگہ دے دی تھی' لیکن
چوتھے دن ایک کار سے کچھ لوگ اترے' ان میں رجب بھی تھا۔ انہوں نے اسے
پائپ لائن سے نکالا اور کار میں ڈال کر لے گئے' پھر اسے فیاض کے سامنے پیش کیا
گیا۔ فیاض نے بڑا نرم رویہ اختیار کیا تھا اس کے ساتھ۔ اس نے کہا۔

''دیکھو تم بیوقوف ہو' تمہارے بارے میں یہ جاننے کے بعد کہ تمہارا اس دنیا
میں کوئی نہیں ہے میں نے تمہیں سہارا دیا تھا۔ ایک معمولی سی نوکری کیلئے چٹ لے کر
آئے تھے تم' میں نے سوچا کہ ایک نوجوان لڑکے کی مدد کرنی چاہئے' لیکن تم تو بڑی
بیوقوفیاں کر رہے ہو' بھلا تم اب ہم سے الگ کیسے ہو سکتے ہو اور وہ بھی یہ جاننے کے
بعد کہ ہم لوگ کیا کرتے ہیں؟''

''فیاض صاحب! آپ کو خدا کا واسطہ مجھے معاف کر دیجئے۔''

''نہیں نہیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا' بے فکر رہو۔ ہم تو تمہیں
سمجھانا چاہتے ہیں۔ اچھے لڑکے ہو' نوجوان ہو' پھرتیلے ہو' عمدگی سے کام کر سکتے ہو۔
ہمیں تمہاری ضرورت ہے اور تمہاری ہر ضرورت کا بھی پورا پورا خیال رکھا جائے گا'
لیکن اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو بہت برا ہو گا۔''

''لیکن فیاض صاحب میں......''

''پریشان ہونے کی بات ہی نہیں ہے' ہمارا گروہ منظم پیمانے پر کام کر رہا
ہے اور اس گروہ میں تم جیسے چست و پھرتیلے لوگ ہمارے لئے کام کرتے ہیں اور ان
میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر خوش ہے۔ کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ کام تم دیکھ ہی
چکے ہو اور جو دیکھ چکے ہو وہ اب خود تمہیں کرنا ہے۔''

کمال کے ہاتھ پیر پھولے جا رہے تھے' اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا'
کیا ہے یہ سب' یہ سب کچھ کیا ہے؟ وہ ایک ایسے گروہ کے چکر میں پھنس گیا ہے' جو
بہت خطرناک لوگ ہیں اور وہ اسے ہر طرح سے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں۔

کمال کی فطرت میں لاابالی پن ضرور تھا' لیکن ذہن کبھی برائی کی طرف
راغب نہیں ہوا تھا۔ کچھ ماں باپ کی تربیت کا بھی اثر تھا کہ کسی بھی طرح ذہن اس
برائی کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ چنانچہ کافی دیر تک اسی کشمکش کا شکار رہا' پھر اس نے
یہی فیصلہ کیا تھا کہ زندگی چاہے کسی بھی طرح گزرے' لیکن ڈر کر زندگی گزارنا اُسے
کسی بھی طرح گوارا نہیں تھا اور وہ کبھی بھی یہ کام نہیں کرے گا' جس میں ہر وقت
جان کا خطرہ ہو' جو کچھ ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اس نے بلند آواز میں کہا۔

''فیاض صاحب! آپ نے مجھے ڈرائیونگ سکھائی ہے' میرے لئے روزگار کا
ایک موقع مہیا کیا ہے۔ یہ آپ کا احسان ہے میری ذات پر' لیکن آپ میری زندگی
کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میں جو چاہے کروں' جہاں چاہے جاؤں' میں
آپ کا کوئی کام نہیں کروں گا۔''

''کمال! تم ہوش میں تو ہو' جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو تم؟''

''جی صاحب! میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ

میں آپ کیلئے کام نہیں کروں گا۔''

''وجہ جان سکتا ہوں اس کی؟''

''وجہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں صاحب! سمگلنگ کے سلسلے میں پولیس' جیل کا خوف ہر وقت ذہن پر سوار رہتا ہے' بلکہ عام طور پر ایسے لوگوں کا انجام یا تو جیل ہے' یا پھر کتے کی موت مر جانا ہے۔''

''کمال...... تم کسی ناتجربے کار' بینک میں ڈاکہ ڈالنے والے یا پھر رہزن گروہ کے ساتھ نہیں ہو' تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ ہمارا گروہ منظم پیمانے پر کام کرتا ہے۔ اول تو ہمارا کوئی آدمی پولیس کے چکر میں پھنستا نہیں ہے اور اگر غلطی سے کبھی کوئی آدمی پولیس کے ہاتھ لگ بھی جائے تو اسے انتہائی صفائی کے ساتھ نکال لیا جاتا ہے اور اسے ذرا سی بھی خراش نہیں آتی۔ دوسری طرف اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا جاتا ہے' اب رجب کو ہی دیکھ لو' بظاہر یہ ایک معمولی سا ڈرائیور لگتا ہے' لیکن اس کے گھر والے ایک پرتعیش زندگی گزار رہے ہیں اور ان کی تمام ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ بس رجب بے خوفی سے ڈرائیونگ کرتا ہے' یہ ہر طرح کی سچویشن سنبھال لیتا ہے۔ اس کا ایک مظاہرہ تم بھی دیکھ چکے ہو' میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی اس کی طرح ہو جاؤ اور ہمارے لئے بہتر انداز میں کام کرو' تمہیں ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا جائے گا' نہ صرف یہ کہ تمہیں جانی تحفظ ہو گا' بلکہ مالی طور پر بھی تمہیں مطمئن کر دیا جائے گا اور اب میرے خیال میں تمہیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ تم ہمارے لئے کام کرو۔'' فیاض خاموش ہو گیا تھا اور کمال کے جواب کا منتظر تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی' پھر کمال نے کہا۔

''فیاض صاحب! جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ سے کہا ہے کہ میں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ کیلئے کام نہیں کروں گا۔''

''کیوں آخر کیوں؟''

''وجہ میں آپ کو بتا چکا ہوں۔''

''میری اس بات پر بھروسہ نہیں ہے کہ تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔''

''صاحب! بہت چھوٹا سا آدمی ہوں' دنیا کو آپ سے کہیں کم دیکھا ہے' بہت کم جانا ہے' لیکن جتنا جانا ہے اس میں یہی بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ برے کام کا انجام ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے۔ جرم کرنے والا زندگی کے کسی بھی حصے میں پکڑ میں آتا ہے اور اپنی سزا پاتا ہے۔ یہ تصور کر لینا کہ جرم یا مجرم سزا سے محفوظ رہے گا' میری ناقص عقل کے مطابق غلط ہے۔ اس لئے جناب! مجھے معاف فرمایئے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں آپ کے بارے میں جان گیا ہوں اور میں پولیس یا کسی اور کو اس بارے میں مطلع کر دوں گا' تو آپ بالکل بے فکر رہیں' یہاں سے صحیح سلامت باہر جانے کے بعد میں اس بات کو بالکل بھول جاؤں گا کہ اس دنیا میں کبھی میری ملاقات فیاض نامی کسی شخص سے ہوئی تھی' یا کسی ایسے گروہ سے واسطہ پڑا تھا' جو جرم میں ملوث تھا۔ اگر آپ میری جان بخشی کر دیتے ہیں تو میرا وعدہ ہے آپ سے کہ یہ بات راز رہے گی۔''

فیاض خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا تھا۔ اس کے انداز سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا ہے' پھر وہ سنبھل گیا تھا اور اس نے کمال کو مخاطب کر کے کہا۔

''کمال! میری زندگی میں ایسا بہت کم ہوا ہے کہ اس طرح کسی نے مجھ سے انکار کیا ہو' لیکن ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ آج کی دنیا کا مجرم ہر طرح سے محفوظ ہے' اگر وہ کسی بڑے گروہ کی سرکردگی میں کام کر رہا ہے' تو اسے دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ جیل تو کیا لاک اپ میں ہمارے کسی آدمی کا ٹھہرنا ناممکن ہے۔''

''آپ کی باتیں صحیح ہیں جناب! لیکن اپنی ناقص عقل کے مطابق میں اپنی زندگی کا فیصلہ بہتر طور پر کر سکتا ہوں' میں برا کام نہیں کروں گا' کیونکہ بہرحال برائی کا انجام برا ہی ہے۔ باقی آپ کی مرضی ہے کہ آپ مجھے زندہ جانے دیتے ہیں یا نہیں؟''

''نہیں! تمہیں اس شرط پر زندہ جانے دیا جائے گا کہ تم اپنی زبان بند رکھو'

لیکن ایک بات سمجھ لو کہ دنیا تمہیں شرافت کی زندگی گزارنے نہیں دے گی۔ اس دنیا میں کسی نہ کسی موڑ پر کسی نہ کسی جگہ پر تم جیسے انسان کو ایسے لوگوں سے ضرور واسطہ پڑے گا جو تمہیں شرافت کی زندگی جینے نہیں دیں گے۔ تمہاری شرافت تمہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے لے جائے گی۔ جرم کرنے والے تمہیں استعمال کریں گے' تم سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے اور تم بالآخر اپنی شرافت کے جرم میں جیل پہنچ جاؤ گے' لیکن اگر اس وقت تم ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤ' تو میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

''نہیں صاحب! میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ کام نہیں کروں گا' اگر آپ میری جان بخشی کر دیتے ہیں تو یہ آپ کی مہربانی ہے' لیکن میں اپنے فیصلے پر قائم ہوں۔''

''ٹھیک ہے' یہ تمہاری مرضی ہے' بس اتنا جان لینا کہ تمہاری زبان بند رہنا ہی تمہاری زندگی کی ضمانت ہے اور اب تم جا سکتے ہو۔''

کمال اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا باہر نکل گیا۔ دل کو ایک عجیب سی خوشی کا احساس تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے' حقیقت تو یہی ہے کہ بھلا زندگی بھی کوئی اس طرح کھونے کی چیز ہے' بے شک انسان بہت سی مشکلات کا شکار ہوتا ہے' لیکن ہر دور ختم ہو جاتا ہے' ہر زمانہ ختم ہو جاتا ہے' مشکلات کے بعد آرام کی زندگی بھی آتی ہے۔ یہ زندگی کسی چھوٹے سے جرم کی بنا پر جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزرے تو کوئی زندگی ہے۔ آج نجانے کیوں اسے بڑے سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کندھوں سے منوں بوجھ اتر گیا ہو۔ اب ایک ایسی زندگی کی تلاش کرنی ہے جس میں سکون ہی سکون ہو' عام لوگوں کی مانند صبح سے شام تک محنت مزدوری اور اس کے بعد گھر۔

نجانے کیسے کیسے تصورات اس کی آنکھوں میں آ بسے تھے۔ دوسرے دن سے اس نے کچھ فیصلے کیے اور یہ سوچا کہ یہ شہر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ پتہ نہیں کب کن حالات سے واسطہ پڑ جائے' کون جانے پرانے دشمن پھر سے زندگی کو مشکل میں ڈال

دیں۔ چنانچہ دوسرے دن تمام تیاریاں کرنے کے بعد وہ ریلوے سٹیشن چل پڑا' ٹکٹ خریدا اور ٹرین میں جا بیٹھا' لیکن تھوڑی دیر کے بعد اچانک ہی ٹرین کے ڈبے میں نارکوٹکس کے کچھ افراد پولیس والوں کے ساتھ داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''وہ ہے! میں پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ یہی ہے۔'' اور پھر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ بعد کی ہنگامہ آرائیاں اس طرح تھیں جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو' ثبوت' عدالت' بحث اور اس کے بعد تین سال کی سزا۔ جیل کے بڑے پھاٹک سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ فیاض نے ٹھیک ہی کہا تھا ان برے لوگوں کے درمیان پناہ تھی اور وہاں سے باہر۔

☆......☆......☆

دراز قامت' چوڑے چکلے بدن کے مالک جہانگیر شاہ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا۔ کمال بے بسی سے اس کی صورت دیکھتا رہا تھا۔ جہانگیر شاہ! ایک طاقتور اور خونخوار آدمی تھا۔ جیل کے بہت سے قیدی اس سے ڈرتے تھے اور اس کی ہیبت سے جیل کے رکھوالے بھی کانپتے تھے' پھر جب اسے جہانگیر شاہ کی کوٹھڑی میں بھیجا گیا تھا تو اس کے ساتھیوں نے اس کا مذاق اڑایا تھا اور اس سے کہا تھا کہ بیٹا تیری اصل سزا تو اب شروع ہو رہی ہے۔ جس خونخوار آدمی کے پاس تجھے بھیجا جا رہا ہے' وہ ذرا سی بات پر تیری ہڈی پسلی ایک کر دے گا اور جیل کے محافظ آنکھ بچا کر نکل جائیں گے' لیکن حیرانی کی بات تھی کہ جہانگیر شاہ نے اس کے ساتھ بہت ہی محبت کا سلوک کیا تھا اور پھر اس سے اس کی کہانی پوچھی تھی' تو اس نے پوری کہانی جہانگیر شاہ کو سنا دی تو جہانگیر شاہ دیر تک ہنستا رہا تھا' پھر جب یہ لمبا قہقہہ ختم ہوا تو اس نے کہا۔

''ابے بیوقوف! اتنی سی بات نہیں جانتا کہ فیاض نے ہی تجھے گرفتار کرایا تھا' اسی نے تیری نشاندہی کی تھی۔ ایسے گروہوں کے لوگ اپنے آدمیوں کو سکون کی زندگی نہیں جینے دیتے اور میں تجھے اب بھی بتاؤں کہ وہ لوگ تجھے نظر انداز تھوڑی کئے ہوئے ہوں گے' یہیں جیل میں ان کا کوئی نہ کوئی آدمی تیری نگرانی کر رہا ہو گا۔ وہ تجھے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں گے' یعنی ایک بار پھر چاہیں گے کہ تو چاروں طرف سے پریشان ہو کر ان کے ساتھ ان کے گروہ میں شامل ہو جائے' کیا سمجھا؟''

کمال حیرانی سے منہ کھولے جہانگیر شاہ کی بات سن رہا تھا' پھر اس نے کہا۔

''شاہ جی! آپ کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔''

''گدھے اس کے علاوہ اور کوئی بات ہی نہیں ہے' اپنے آپ کو کمال کہتا ہے' میں کہتا ہوں کہ تیرا نام تو فضول ہونا چاہئے تھا اور اتنی سی بات تیری عقل میں نہیں آئی۔''

''شاہ جی! آپ ٹھیک کہتے ہو' مگر اب تین سال تو گزارنے ہی ہوں گے۔''

''بلی کے بچے! مجھے میاؤں میاؤں کرنے والے لوگ سخت ناپسند ہیں۔ ہنسی اور قہقہے زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ رہ' تین سال نہیں' تیرہ دن' صرف تیرہ دن' چودھواں دن تیری آزادی کا دن ہو گا' یہ تیرہ دن ہمیں یہاں گزارنے ہوں گے۔''

''مم...... مگر میری سزا تو تین سال کی ہے شاہ جی!'' جواب میں جہانگیر شاہ کا چہرہ خشک ہو گیا۔ کافی غصہ ور آدمی لگتا تھا۔ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا' اس کے لمبے چوڑے جسم کو دیکھ کر ہی دہشت کا احساس ہوتا تھا۔ کمال کا خون خشک ہو گیا۔ جہانگیر شاہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا' گھٹنوں کے بل بیٹھا اور کمال کا گریبان پکڑ کر بولا۔

''تیرہ دن' صرف تیرہ دن' سمجھا صرف تیرہ دن' جانتا ہے میں کون ہوں؟ اپنے علاقے کا سب سے شریف آدمی' سب سے شریف۔ پورا محلہ جس کی شرافت کی قسم کھاتا تھا' کسی کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی۔ محلے پڑوس کے لوگ مجھے للو کہہ کر پکارتے تھے...... اور میں نے ان سب کو یہ یقین دلا رکھا تھا کہ میں بہت شریف آدمی ہوں' لیکن جانتا ہے میں کیا کرتا تھا۔ چوریاں کرتا تھا میں' چوریاں...... پورا محلہ میری شرافت کا قائل تھا' لیکن میں نے اپنے گھر کی تقدیر بدلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ماں باپ' بہن بھائی سب تھے میرے' گھر کا سب سے بڑا میں تھا' نوکری تلاش کرتا پھرتا تھا' مگر نوکری کہاں ملتی ہے۔ آخری بار میں نے جس فرم میں انٹرویو دیا وہاں بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ انہوں نے میرا مذاق اڑایا' پانچ افراد تھے' کہنے لگے نوکری کے قابل ہو' ان لوگوں کی کفالت کیلئے وعدہ کر رکھا تھا میں نے

ایک ایک سے کہ ان کا مستقبل بنا دوں گا' جاؤ کسی اکھاڑے میں جا کر پہلوانی کرو'
ایسی ایسی باتیں کہیں انہوں نے کہ میرا خون کھول کر رہ گیا۔ میں نے ان سب کا
شکریہ ادا کیا اور پھر ان سب کے گھر کے ٹھکانے معلوم کئے۔ سب کے پتے لینے کے
بعد میں نے سب سے پہلے ان میں سے ایک کا نام نکالا اور اس کے بعد اس کے گھر
کی صفائی کر دی۔ یہ صفائی بھی انتہائی صفائی سے ہوئی تھی۔ پورے ایک ہفتے میں نے
اس گھر کے معمولات نوٹ کئے تھے اور پھر ایک دن جب میرے اندازے کے مطابق
گھر میں کوئی نہیں تھا' میں پورے اعتماد کے ساتھ گھر میں داخل ہوا اور کافی مالیت کا
سامان لے اڑا' پھر انتہائی احتیاط کے ساتھ اس مال کو ٹھکانے لگایا تھا اور گھر والوں کو
اس پہلی کمائی کا ایک مناسب حصہ دیا تھا اور یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ ایک بہت
اچھی فرم میں ملازمت مل گئی ہے' مالکان نے اسے یہ رقم ایڈوانس کے طور پر دی ہے۔
گھر والے بھی پوری طرح سے میری شرافت پر یقین رکھتے تھے۔ چنانچہ اس رقم سے
بنیادی ضرورتیں پوری کی گئیں' پھر اس کے بعد میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا
گیا' یعنی میں نے ان سب کے ہاں ایک ایک کر کے چوری کی اور بڑے لمبے ہاتھ
مارے۔ گھر والوں کو ایک اچھے علاقے میں گھر لے کر دے دیا۔ اس کے بعد بھی میں
نے چوریوں کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ پھر ایک دن میں ایک گھر میں داخل ہوا' اندازہ
یہی تھا کہ گھر والے موجود نہیں ہیں' لیکن وہاں میں نے ایک قتل ہوتے دیکھ لیا تھا۔
میں نے بھاگنے کی کوشش کی' لیکن ان لوگوں نے مجھ کو بھی قابو کر لیا اور کسی طرح مجھے
بے ہوش کر کے اپنے ٹھکانے پر لے گئے۔ وہاں انہوں نے مجھے اپنے ساتھ شامل
ہونے کیلئے مجبور کیا' مجھے اس بات کی دھمکی بھی دی گئی کہ انکار کی صورت میں میرے
ساتھ ساتھ میرے گھر والوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ بیوقوف نہیں تھا
میں' ان لوگوں کے انداز سے یہ بھانپ گیا تھا کہ واقعی یہ بہت خطرناک لوگ ہیں اور
جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرنا ان کیلئے کچھ مشکل نہ ہو گا' چنانچہ میں نے بڑے
آرام کے ساتھ ان کی یہ پیشکش قبول کر لی اور ان لوگوں نے مجھے مختلف کاموں کیلئے
استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ان کاموں کیلئے مجھے بھاری معاوضے بھی دیئے جاتے تھے'

پھر تقدیر کی خرابی نے مجھے ایک الجھن میں گرفتار کر دیا۔ زندگی کے ایک موڑ پر میری
ملاقات ایک لڑکی سے ہو گئی۔ بہت غریب لیکن خوددار لڑکی تھی' باپ مر چکا تھا' ماں
کے ساتھ اکیلی رہتی تھی۔ ایک سکول میں نوکری کر کے اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ پال
رہی تھی۔ اس سے ملاقات کچھ اس انداز سے ہوئی تھی کہ میں اسے نظر انداز نہ کر سکا'
پھر اس کے بعد ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں اور میں اس سے محبت کرنے لگا۔ وہ بھی
مجھے چاہنے لگی تھی اور مجھ سے شادی پر رضا مند تھی۔ دنیا کے ہر شخص کی بنیادی کمزوری
یہی ہے کہ جب وہ عام آدمی کی زندگی گزارنے کی کوشش کرے تو برائی کا راستہ
چھوڑنے کی کوشش کرتا ہے' تاکہ نہ صرف اس کی بلکہ اس کے بیوی بچوں کی جان بھی
سلامت رہے' چنانچہ میں نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ اس سے شادی کرنے سے پہلے میں
ہر برا کام چھوڑ دوں گا اور پھر میں نے اپنے گروہ کے سرغنہ سے اس بارے میں بات
کی تو اس نے بڑے آرام سے مجھے جانے دیا۔ میرا خیال یہی تھا کہ ان لوگوں نے
میرے ذریعے اتنا کما لیا ہے کہ اب انہیں میری ضرورت نہیں رہی ہے اور میرے
جانے پر انہیں اعتراض نہیں ہے' لیکن یہ دنیا اتنی آسانی سے کسی کو شرافت کی زندگی
جینے نہیں دیتی' میرے اس گروہ کے مخالف گروہ نے مجھے ساتھ ملانے کی پیشکش کی۔
اس مخالف گروہ کو کئی بار میری وجہ سے شکست ہوئی تھی اور انہیں کئی بار نقصان اٹھانا پڑا
تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے یہ کہا کہ اگر میں ان کیلئے کام کروں تو میں اور میرے گھر
والے سلامت رہ سکتے ہیں' ورنہ دوسری صورت میں سب ختم ہو جائے گا۔ میں نے
اپنے پہلے گروہ والوں سے رابطہ کیا' تو انہوں نے یہی کہا کہ اب میرا ان لوگوں سے
کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ اب میری کوئی مدد نہیں کی جا سکتی۔ بہت بری طرح
پریشان ہو گیا تھا میں' میں نے ان سے یہی درخواست کی کہ مجھے اور میرے گھر والوں
کو یہاں سے نکال دیا جائے اور میری اس درخواست پر انہوں نے بحفاظت مجھے
میرے گھر والوں سمیت بیرون ملک پہنچانے کا وعدہ کر لیا' لیکن قسمت کو کچھ اور ہی
منظور تھا۔ ایئرپورٹ جاتے ہوئے ہماری گاڑیوں پر گولیاں برسائی گئیں' میرے سابقہ
گروہ کا حفاظتی دستہ بھی مارا گیا تھا' جو ہمیں اپنی نگرانی میں ایئرپورٹ چھوڑنے جا رہا

تھا۔ میرے گھر والوں میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچا تھا۔ میں کسی طرح بچ نکلا اور پھر میں نے اپنے مخالف گروہ کے ایک ایک فرد سے اپنے گھر والوں کا انتقام لیا اور اس کے سرغنہ کو بھی مار دیا' لیکن میری بدقسمتی تھی کہ وہاں رنگے ہاتھوں پولیس کے ہاتھ لگ گیا اور اب مجھ پر مقدمہ چل رہا ہے' لیکن مجھے یہاں سے نکلنے کا ایک موقع مل رہا ہے...... تیرہ دن...... صرف تیرہ دن یعنی اگلی پیشی پر میں یہاں سے باہر ہوں گا اور تم...... تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔''

''مم...... میں...... لل...... لیکن کس طرح؟''

''کوئی ایک ہفتے پہلے میری کوٹھڑی میں ایک آدمی کو بلایا گیا تھا' بڑا پراسرار سا آدمی تھا' خود کو گولڈی کہتا تھا۔ اس نے کہا کہ میرا کسی کوٹھڑی میں جانا میرے ساتھیوں کیلئے خوش نصیبی کی بات ہوتی ہے۔ میں ان کو باہر جانے کی پیشکش کرتا ہوں اور اس کے بعد ایک وقت مقررہ پر انہیں نکال لے جاتا ہوں۔ میرا نام اسی لئے گولڈی ہے کہ میں ان کے باہر نکلنے کا گولڈن چانس ہوں۔ اس نے مجھے بھی باہر نکلنے کی پیشکش کی اور میں نے اسے قبول کر لیا اور اب ٹھیک تیرہ دن کے بعد اپنی پیشی پر میں اس کے ساتھ باہر ہوں گا۔''

کمال کو یہ کہانی بڑی عجیب لگی تھی' لیکن جہانگیر جس شخصیت کا مالک تھا اسے دیکھتے ہوئے کوئی بھی ایسی بات نہیں کہی جا سکتی تھی' جو جہانگیر کی مرضی کے خلاف ہو۔ کمال کا اپنا مسئلہ بھی ذرا ٹیڑھا ہی تھا۔ تین سال کی سزا یا تو خاموشی سے جیل کی چار دیواری کے اندر گزاری جائے یا پھر آزادی کا سورج دیکھنے کی جدوجہد کی جائے۔ زندگی کے تین سال کھو جائیں گے' زندگی تین سال پیچھے چلی جائے گی اور پھر کیا کہا جا سکتا ہے کہ باہر نکلنے کے بعد دنیا کیسی ہوگئی ہو گی؟ کس انداز میں اسے قبول کرے؟ یہ ساری چیزیں اس کے ذہن میں آ رہی تھیں اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔ گولڈی نامی جس شخص کا تذکرہ جہانگیر نے کیا تھا اسے بھی کمال نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ بہرحال جہانگیر شاہ سے کوئی اختلاف نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بہت ہی سخت مزاج آدمی تھا' لیکن پھر بھی کمال بہت سی باتیں سوچ رہا تھا۔ اس نے بڑی

ہمت کر کے جہانگیر سے بات کی۔

''شاہ جی! ایک بات بتائیے' جیسا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ تیرہ دن' بلکہ اب تو اس سلسلے میں بارہ دن ہی رہ گئے' تو بارہ دن کے بعد آپ جیل سے باہر چلے جائیں گے۔ ابھی آپ کے مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اس طرح کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مفرور قیدی تصور کئے جائیں اور ہمارا کیس زیادہ سنگین ہو جائے۔''

''للو...... زیادہ عقل مند بننے کی کوشش مت کرو۔ تو تین سال کیلئے یہاں آیا ہے' تین سال کے بعد جب باہر جائے گا تو کمر ٹوٹ چکی ہو گی۔ شکل بگڑ چکی ہو گی۔ اب یہ جیل ہے جیل' نانی کا گھر نہیں ہے۔ ابھی تجھے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں یہاں آئے ہوئے' کیا پتہ کہ کیسی گزرے گی؟ آزادی کا ایک دن قید کے سو دن سے بڑا ہوتا ہے اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو جتنے بندے مارے ہیں میں نے' اس کے بعد تو کیا سمجھتا ہے کہ عدالت مجھے حلوہ کھلائے گی۔ سزائے موت ہو گی' سزائے موت' صرف سزائے موت۔ تو سزائے موت ان لوگوں کے ہاتھوں کیوں قبول کی جائے' اپنا فیصلہ خود کیوں نہ کیا جائے۔ جب سزائے موت ہی ہونی ہے تو کیا ضروری ہے کہ عدالت کے فیصلے کا انتظار کیا جائے۔ اپنی عدالت خود لگائے لیتے ہیں' خود فیصلہ کئے لیتے ہیں' کیا سمجھا؟ اور فیصلہ یہ ہے کہ نکلنے کی کوشش کر لی جائے یہاں سے' بھاگ لیا جائے' کیا سمجھا؟ اور سن اب کوئی الٹی سیدھی بات مت کرنا۔ تجھے بالکل اپنا یار سمجھ کر یہ بات بتا دی ہے میں نے۔ اب تو اگر تو خود بھی بچنے کی کوشش کرے تو نہیں بچ سکے گا۔ نکلنا تو تجھے پڑے گا ہی ہمارے ساتھ۔''

کمال گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ ابھی تک وہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ ویسے جہانگیر شاہ کی کہی ہوئی بات سے اسے پورا اتفاق تھا۔ آزادی کا ایک دن قید کے سو دن سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ یہ بات وہی جانتے ہیں جنہیں زنجیروں میں جکڑے جانے کا بدنصیب لمحہ گزارنا پڑا ہو' پھر کئی دن کے بعد گولڈی آیا اور بولا۔

''ستائیس تاریخ کو جانا ہے نا تم لوگوں کو عدالت میں۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ کیسے جائے گا' اسے تو سزا ہو چکی ہے۔''

''پھر تم اپنے دعوے واپس لے لو گولڈی۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو یہ بات کہ تمہارے ساتھی خوش نصیب ہوتے ہیں اور انہیں قید سے رہائی مل جاتی ہے۔''

''مگر یہ بہادر آدمی ہے یا ایسے ہی ہے؟'' گولڈی نے کمال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بہادر نہیں بھی ہے تو بہادر بنا دیا جائے گا۔''

''اچھا دیکھو میں کچھ کرتا ہوں۔''

گولڈی چھبیس تاریخ کی رات کو ہماری کوٹھری میں آیا' لیکن اس کے ساتھ جو کوئی تھا اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ یہ ہو بہو کمال تھا' بالکل کمال تھا۔ میں اپنے ہم شکل کو دیکھ کر ششدر رہ گیا اور گولڈی مسکرا کر بولا۔

''یہ تیری جگہ رہے گا اور تو اس کی جگہ عدالت جائے گا کیا سمجھا؟''

''مگر یہ ہے کون؟ یہ تو بالکل میرا ہم شکل ہے۔'' کمال نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے ہم شکل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس کا نام ریاض خاں ہے' جس کیس میں یہ آیا ہے اس میں لازمی سزا ہونا ہے' لیکن لمبی سزا نہیں ہو گی' ہسپتال سے اٹھا کر لایا ہوں' بیمار تھا' بیمار ہو کر پڑا ہوا ہے۔ السر کا مریض ہے۔ علاج ہو رہا تھا' یہ میرے کام کیلئے تیار ہو گیا ہے۔ اب جب لوگ میرا مطلب ہے جیل کی پولیس والے تمہیں تلاش کرنے آئیں گے تو یہ انہیں بے ہوش پڑا ملے گا۔ اس وقت تک ہم اپنا کام کر چکے ہوں گے۔ یہ یہی بتائے گا کہ اسے نہیں معلوم کہ اسے کون اٹھا کر لایا' اس طرح تم باہر نکل جاؤ گے۔''

''مگر میرا چہرہ' میرا مطلب ہے یہ۔''

''او بھئی اسے بھی ہسپتال سے عدالت میں اُسی دن پیش کیا جائے گا سمجھ رہے ہو نا تم میری بات۔'' گولڈی نے کہا۔ دبلے پتلے بدن کا سوکھا سا آدمی تھا' لیکن

بے حد ذہین اور واقعی اعلیٰ کارکردگی کا مالک' چنانچہ وہ مجھے باہر لے آیا۔ ہسپتال ہی میں ایک شخص نے میرے چہرے تیں تبدیلیاں پیدا کیں۔ یہ صاحب کمال آدمی تھا لیکن حیرت کی بات تھی کہ یہاں کہاں سے آ گیا تھا۔ بہترین میک اپ ماسٹر تھا۔ اس میک اپ ماسٹر نے مجھے ریاض خاں بنا دیا اور میں اس بستر پر جا لیٹا جو ریاض خاں کا بستر تھا۔

جیل میں یہ سب کچھ بھی ہوتا ہے' کمال کو پہلی بار پتہ چلا تھا۔ اب تک تو وہ صرف یہ سوچتا رہا تھا کہ جیل بہرحال ایک بھیانک جگہ ہے' لیکن ہسپتال' وہاں کا ماحول' یہ ساری چیزیں دیکھ کر اس نے سوچا کہ اگر تین سال جیل میں گزار بھی لئے جائیں تو کوئی اتنی بری بات نہیں ہے' لیکن پھر جہانگیر شاہ کے خوفناک چہرے نے اسے لرزا دیا۔ اتنے دنوں میں جہانگیر شاہ ایک عجیب و غریب کردار کی حیثیت سے سامنے آیا تھا۔ وہ ضدی تھا' طاقتور تھا' سخت مزاج تھا لیکن جہاں تک کمال کا تجزیہ تھا وہ یہ تھا کہ اندر سے وہ نرم انسان ہے۔ انسانوں سے ہمدردی اور محبت رکھنے والا' اکثر وہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کیلئے غمزدہ ہو جاتا تھا اور کہا کرتا تھا۔

''یار میں برا آدمی کبھی نہیں بنتا' کبھی غلط انداز میں نہ سوچتا' دنیا سے بڑی محبت ہے مجھے۔ بڑا احترام کرتا ہوں میں اس دنیا کا' لیکن کیا کروں دنیا نے مجھے یہ بنا دیا۔ ماں باپ اور بہن بھائی اگر زندہ ہوتے تو وقت کتنا ہی گزر جاتا مگر میں ان کیلئے ایک اچھا آدمی بننے کی کوشش کرتا۔ اب مجھے کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں مگر جیل میں تو زندگی نہیں گزارنا چاہتا' سزائے موت دیں گے یہ لوگ مجھے' میں تو خود موت کی تلاش میں رہتا ہوں۔ ان کے ہاتھوں نہیں مروں گا' چاہے کچھ بھی ہو جائے۔''

دوسرے دن میری کیفیت بڑی عجیب سی تھی' بلکہ یہ کہوں کہ بخار چڑھ گیا تھا تو غلط نہیں ہو گا' لیکن عدالت میں میری پیشی تھی۔ مطلب یہ کہ ریاض خاں کی پیشی تھی' چنانچہ جب عدالت کیلئے گاڑی تیار ہو گئی تو کمال کو بھی ریاض خاں کی حیثیت سے

ہتھکڑی ڈال کر لے جایا گیا اور گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ گاڑی میں اس وقت آٹھ قیدی تھے‘ جن میں کمال صرف گولڈی اور جہانگیر شاہ کو جانتا تھا‘ باقی قیدیوں کا پتہ نہیں کیا پروگرام تھا۔ تین پولیس والے اندر آ کر بیٹھ گئے۔ گولڈی اس وقت کوئی بازیگر معلوم ہو رہا تھا۔ وین سٹارٹ ہو کر چل پڑی اور گولڈی نے اپنے ہتھکڑیوں والے ہاتھ سامنے کر دیئے‘ کوئی تین یا چار منٹ کا سفر کیا گیا تھا کہ اچانک گولڈی نے ہاتھ موڑ کر ہتھکڑیاں اپنے ہاتھوں سے نکال دیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے انتہائی برق رفتاری سے ایک چھوٹا سا سائفن نکالا اور اسے پولیس والوں کے سامنے گھما دیا‘ کیا ہی بھیانک چیز تھی‘ ایک لمحے کے اندر اندر پولیس والے انٹا غفیل ہو گئے۔ ایک ہلکی سی ناگوار بو تمام لوگوں کو محسوس ہوئی تھی‘ پولیس والوں کو اطمینان سے لمبا کر دیا گیا اور اس کے بعد گولڈی نے اپنے لباس سے چابی نکالی۔ پہلے اس نے جہانگیر شاہ اور پھر کمال کے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں نکال دیں۔ اس کے بعد یہ چابی کمال کو دے کر کہا۔

’’ان سب کو بھی جلدی سے کھول دو‘ ہمارے پاس آٹھ منٹ باقی ہیں‘ تیرہویں منٹ پر یہ گاڑی ایک ایسی سنسان جگہ پر پہنچے گی‘ جہاں سے ہمیں اپنا کام مکمل کرنا ہے۔ سنو جو کچھ میں بتا رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ تھوڑی دیر کے بعد میں شیشہ توڑ کر سامنے کے حصے میں بھی یہ گیس فائر کروں گا اور گاڑی بہک جائے گی‘ لیکن جگہ ایسی ہے کہ گاڑی زیادہ سے زیادہ سڑک کے کنارے کسی جگہ سے ٹکرا کر رک جائے گی‘ بس وہیں سے تمہیں سارا کام کرنا ہے۔ ابے او حرام خورو تم سنو یہ رائفلیں لے لو۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں تالا لگا ہوا ہے‘ اب ہر چیز کی چابی ہمارے پاس نہیں ہے۔ چابی سامنے والے لوگوں کے پاس ہو گی‘ جو ڈرائیونگ سائڈ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ رائفل سے فائر کر کے تمہیں اس کا تالا توڑنا ہے‘ بھوتنی والو! کر سکتے ہو یہ کام یا تمہیں اس میں دقت ہو گی۔‘‘

’’یہ کام میں کر لوں گا گولڈی تم پریشان کیوں ہوتے ہو؟‘‘ جہانگیر شاہ نے ایک پولیس والے کی رائفل اٹھا کر اسے چیک کرتے ہوئے کہا۔

’’ویری گڈ‘ ویری گڈ۔ کیا ٹائم ہو گیا ہے ذرا دیکھو۔‘‘ اس نے ایک پولیس والے کی گھڑی میں ٹائم دیکھا اور پھر خاموش ہو گیا۔

گاڑی سفر کر رہی تھی‘ آگے والوں کو علم نہیں تھا کہ پیچھے کیسی بھیانک گڑبڑ ہو گئی ہے۔ انہیں تب اندازہ ہوا جب اچانک ہی درمیان کا شیشہ ٹوٹا۔ شیشہ ٹوٹتے ہی ڈرائیور نے بدحواسی سے بریک لگائے تھے اور گاڑی سڑک سے نیچے اتر گئی تھی‘ پھر دوسرے لمحے گولڈی نے اپنا کام کر دیا۔ ادھر جہانگیر شاہ نے رائفل سے فائر کر کے پیچھے کے دروازے کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ اندازے کے مطابق گاڑی ایک درخت سے جا ٹکرائی‘ ایک دھماکہ ہوا‘ قیدیوں کو اس دوران خود کو سنبھالنا تھا‘ کیونکہ ڈرائیور نے شیشہ ٹوٹتے ہی بریک لگا دیئے تھے اس لئے گاڑی کی رفتار بھی سست ہو گئی تھی۔ چنانچہ فوراً ہی قیدیوں نے نیچے اترنا شروع کر دیا‘ لیکن بس اسے بھی ایک دلچسپ واقعہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ ایک موبائل پیچھے سے آ رہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جیل کی گاڑی کی حفاظت کیلئے آئی تھی‘ لیکن قیدیوں کی بدقسمتی کہ اس کا فاصلہ جیل کی گاڑی سے زیادہ نہیں تھا۔ موبائل والوں کو یہ اندازہ تھا کہ آگے والی گاڑی میں قیدی عدالت میں لے جائے جا رہے ہیں‘ پھر انہوں نے یہ چیز بھی دیکھی اور اس کے بعد قیدیوں کو پچھلے دروازے سے نکلتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ ادھر سے فوراً ہی ایکشن لیا گیا تھا۔ چنانچہ تیسرے نمبر پر کودنے والے دو قیدی موبائل میں بیٹھے ہوئے پولیس والوں کی گولیوں سے چھلنی ہو گئے۔ کمال اور جہانگیر شاہ نے اترتے ہی گاڑی کے نیچے پناہ لی تھی اور پھر آگے سے نکل کر دوڑ لگا دی تھی۔ دو تین چیخیں ان کے کانوں میں لہرائی تھیں۔ یہ یقینی طور پر ان قیدیوں کی چیخیں تھیں جو پھنس گئے تھے‘ لیکن پھر انہوں نے بھی پولیس والوں کی رائفلوں سے کام لینا شروع کر دیا اور فائرنگ کرنے لگے۔ اس دوران کمال اور جہانگیر شاہ سڑک سے اتر کر ناک کی سیدھ میں دوڑنے لگے تھے۔ زمین گیلی تھی‘ غالباً کچھ وقت پہلے بارش ہو گئی تھی۔ جگہ جگہ کیچڑ ہو گیا تھا۔ اس کیچڑ میں دوڑنا ان کے لئے خاصا مشکل کام تھا‘ لیکن جان بچانے کے لئے کیا

نہیں کیا جاتا۔ وہ تیز رفتاری سے دوڑتے رہے، کتنی بار گرے، پھر اٹھے، پھر دوڑنے
لگے۔ کوئی منزل ذہن میں نہیں تھی، کوئی راستہ دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ بس تیز رفتاری
ہی زندگی بچا سکتی تھی۔ ان کا تعاقب شروع کر دیا گیا تھا۔ پولیس والوں کی گولیاں
سنسناتی ہوئی ان کے اوپر سے نکل گئی تھی۔ بس تقدیر ہی بچا رہی تھی، لیکن پھر آہستہ
آہستہ پیچھے کی آوازیں ختم ہوگئیں۔ وہ دوڑتے رہے۔ ایک سڑک آئی تھی جس پر
چڑھ کر وہ دوسری جانب اتر گئے تھے، کیونکہ سڑک پر گاڑیوں کی آمدورفت تھی اور انہیں
دیکھ کر صاف پہچانا جا سکتا تھا کہ جیل سے بھاگے ہوئے قیدی ہیں۔ چنانچہ وہ سڑک
سے اتر کر پھر ایک کچے راستے پر دوڑنے لگے، لیکن شکر تھا کہ یہاں کیچڑ نہیں تھی۔ پتہ
نہیں اس طرف کی زمین پختہ تھی یا بارش ادھر ہوئی ہی نہیں تھی۔ جسم کی تمام تر قوتیں
ختم ہوتی جارہی تھیں، لیکن بالکل ختم ہونے سے پہلے انہیں ایک احاطے کی دیوار نظر
آئی۔ گیٹ کدھر تھا، کچھ نہیں معلوم تھا۔ غالباً یہ بغلی حصہ تھا۔ آخری جدوجہد انہوں
نے یہ کی کہ احاطے کی دیوار پر چڑھ کر اندر کی جانب کود گئے، لیکن کود کر زمین پر
گرے تو اس طرح کہ اٹھنے کی ہمت نہ رہی۔

نجانے کتنی دیر تک وہ لیٹے رہے تھے۔ جب انسان بے بسی کی آخری منزل
میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر بہت سے احساسات خود بخود دم توڑ دیتے ہیں اور وہ اس
وقت اسی کیفیت کا شکار تھے۔ ذہن بالکل خواب کی سی کیفیت کا شکار تھے۔ انہیں اس
بات کی پرواہ نہیں تھی کہ اب کون ان تک پہنچ جاتا ہے، یہ کیفیت نجانے کتنی دیر طاری
رہی اور اس کے بعد انہیں ایک دم سے جیسے ہوش آ گیا۔ انہوں نے چونک کر آنکھیں
پھاڑ کر دیکھا۔ احاطے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں دور دور تک گہرا سناٹا پھیلا
ہوا تھا۔ سامنے والا گیٹ ان سے کافی فاصلے پر تھا۔ یہ غالباً کوئی فارم ہاؤس تھا۔
چاروں طرف پھلدار درخت لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ پھولوں کے کنج بھی تھے
لیکن سب کے سب بے ترتیب اور ناہموار لگتا تھا یہاں مالی بھی نہیں ہے۔ سوکھے پتے
چاروں طرف اڑتے پھر رہے تھے۔ احاطے کے بیچوں بیچ عمارت نظر آ رہی تھی۔ وہ

دیر تک اسی طرح اپنی جگہ بیٹھے ہوئے چاروں طرف دیکھتے رہے اور پھر اس کے بعد
جہانگیر نے اشارہ کیا اور خود اٹھ کھڑا ہوا۔ کمال نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ جہانگیر
شاہ بڑے محتاط انداز میں عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمارت کے عقبی حصے میں پہنچ
کر اس نے ایک دروازے کو تاکا اور بولا۔

''خوش قسمتی ہے کہ یہ عمارت کچھ غیر معمولی سی ہے، ہوسکتا ہے یہاں ہمیں
پناہ مل جائے۔ بس کچھ وقت مل جائے اس کے بعد تم بالکل بے فکر رہو، سب ٹھیک ہو
جائے گا۔''

کمال نے گردن ہلا دی تھی۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔ عمارت باہر سے بے
شک بے ترتیب تھی، خوبصورت درخت، خوبصورت پھول بے شک بے ترتیب تھے لیکن
اندر کی کیفیت ایسی نہیں تھی۔ جس دروازے سے وہ اندر داخل ہوئے وہ ایک کوریڈور
میں کھلتا تھا۔ کوریڈور میں براؤن رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے اس کی
باقاعدہ صفائی کی گئی ہے۔ اب ان کے لئے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کونسی سمت اختیار کی
جائے۔ چنانچہ آخری فیصلہ کرنے کے بعد وہ داہنی سمت چل پڑے۔ کوریڈور آگے جا
کر گھوم گیا تھا۔ درمیان میں کئی کمرے نظر آئے تھے اور وہ انہیں جھانکتے ہوئے
گزرے تھے۔ پھر تقریباً پورے کوریڈور کا جائزہ لے لیا گیا اور اس کے بعد سامنے
والے دروازے سے وہ اس ہال میں داخل ہو گئے جسے ڈرائنگ روم کی شکل دی گئی تھی،
لیکن خدا کی پناہ ہر چیز نفاست سے موجود تھی، لیکن کسی انسان کا نام ونشان نہیں تھا۔
ایک ایک کمرے، ایک ایک دروازے کو تلاش کرتے ہوئے وہ ادھر سے ادھر گھومتے
رہے، ذہن پر ایک عجیب سی کیفیت مسلط ہوگئی تھی، پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے
اور روشن کمرے کی ایک دیوار کی طرف دیکھا۔ دیوار میں ایک دروازہ کھلا ہوا تھا جس
سے روشنی جھلک رہی تھی۔ دروازے کی دوسری جانب بہت ہی شفاف سیڑھیاں نظر آ
رہی تھیں جو بہت ہی گہرائی میں چلی گئی تھیں۔ وہاں سے کچھ ایسی آوازیں آ رہی تھیں
جیسے وہاں کچھ ہو رہا ہو اور عمارت کا مکیں وہاں موجود ہو۔ کچھ سوچنے کے بعد انہوں

نے اس دروازے سے اندر قدم رکھا۔ یہ پراسرار جگہ واقعی ان کیلئے انتہائی حیرانی کا باعث بن گئی تھی۔ تقریباً بارہ سیڑھیاں تھیں جو آگے جا کر گھومتی ہوئی نیچے تک اتر گئی تھیں اور اس کے بعد جو کچھ انہیں نظر آیا وہ ان کیلئے بڑا سنسنی خیز تھا۔ ایک وسیع و عریض ہال تھا جس میں لاتعداد سائنسی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ان مشینوں میں کچھ مشینیں خودبخود کام کر رہی تھیں۔ انسان یہاں بھی کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے کہ اچانک ہی انہیں ایک آواز سنائی دی۔

''ہیلو!''

☆......☆......☆

دونوں چونک کر مڑے تھے۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا لیکن انہیں کوئی نظر نہ آیا تو دوبارہ انہیں ایک آواز سنائی دی۔

''ہیلو! بلندی سے ذرا پستی کی طرف آؤ۔'' یہ آواز بائیں سمت سے آئی تھی۔ جہانگیر شاہ اور کمال نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کا قد زیادہ سے ساڑھے تین فٹ تھا۔ بدن دبلا پتلا' لیکن چہرہ زندگی سے بھرپور۔ جہانگیر شاہ کے اندازے کے مطابق اس کی عمر پچپن یا ساٹھ سال سے کم نہیں ہوگی۔ چہرہ عمر کی غمازی کرتا تھا۔ بہت ہی اعلیٰ درجے کا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں ہاتھی دانت کی چھڑی۔ اس کی مسکراتی نگاہیں دونوں کا جائزہ لے رہی تھیں' پھر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''جیل سے بھاگے ہوئے قیدی ہو۔'' بڑا بھرپور حملہ تھا۔ دونوں سناٹے میں رہ گئے' لیکن پھر جہانگیر شاہ نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

''ہیلو! آپ کا اندازہ درست ہے مسٹر! ہم واقعی جیل سے فرار ہوئے ہیں اور پناہ کی تلاش میں آپ کی اس رہائش گاہ میں آ گھسے ہیں۔''

''تب تم اسے دنیا کی محفوظ پناہ گاہ کہہ سکتے ہو' لیکن اس سے پہلے ایک شرط ہے۔ یہاں تمہیں پناہ مل جائے گی' البتہ اس کیلئے شرط یہ ہوگی کہ تم مجھے بتاؤ گے کہ تم جیل کیوں گئے تھے۔ اگر تم نے کوئی ایسا جرم کیا ہے' جو جرأت مندانہ اور غیرت کے تقاضے پورے کرتا ہو تو میں تمہیں پناہ کی پیشکش کرتا ہوں اور اگر کسی ایسے اخلاقی جرم میں سزا پا رہے ہو گے جسے انسانیت معاف نہیں کرسکتی تو پھر یہاں تمہارے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔''

''اور اگر ہم نے آپ سے اس سلسلے میں جھوٹ بولا تو۔'' کمال نے کہا اور

پستہ قد آدمی ہنسنے لگا پھر بولا۔

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔''

''آپ کا تعارف نہیں ہو سکا جناب!''

''میرے چھوٹے سے قد اور دبلے سے بدن کو اگر تم نظر انداز کر دو تو میں تمہیں اپنا نام بتاؤں۔ تم مجھے ڈاکٹر گریٹ کہہ سکتے ہو۔ سائنس کی دنیا کا سب سے بڑا آدمی ڈاکٹر گریٹ' جسے یہ دنیا سمجھ نہیں سکی۔ جسے اس کے چھوٹے سے وجود میں قید کرنے کی کوشش کی گئی' جسے اس کے قد کے برابر سمجھا گیا۔ اصل میں دوستو! بات صرف یہ ہے کہ انسان کی نگاہ کی حد بہت کم ہے۔ وہ بہت محدود پیمانے پر سوچتا ہے اور اس کی یہ چھوٹی سوچ اسے بہت چھوٹا بنا دیتی ہے' بہت ہی چھوٹا۔ بیٹھو بیٹھو میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں یہ جاننے کے بعد کہ تم جیل سے بھاگے ہوئے قیدی ہو اور تمہیں پناہ کی تلاش ہے مجھے اس کا علم تو ہو گیا ہے کہ تمہیں یہاں سے جانے کی کوئی جلدی نہیں ہے' بلکہ میں اگر یہ کہوں تو غلط نہیں ہو گا کہ اب تم یہاں سے صرف میری مرضی ' سے جا سکتے ہو۔ ہاں جو الفاظ میں کہہ رہا ہوں انہیں سچ ثابت کر دینا میری ذمے داری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم آرام سے بیٹھو۔ میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں اور تم میرے بارے میں۔ میں نے اپنا نام گریٹ بتایا۔ یہی میرا نام ہے۔ یہ تمہارے لئے رعایت ہے' یوں سمجھ لو کہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوا جس میں سب لمبے چوڑے قد و قامت کے مالک تھے۔ قد آور لوگوں کا خاندان تھا یہ۔ اس خاندان میں' میں پیدا ہو گیا۔ قصور وقت کا تھا' نہ میری ماں کا' نہ میرے باپ کا قصور تھا' لیکن خاندان والوں نے انہیں مذاق کا نشانہ بنا لیا اور اس کے بعد میں اپنے بہن بھائیوں کی تحقیر کا نشانہ بن گیا۔ مجھے ہر طرح سے نچلے درجے کا انسان ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ شعور کی منزل کو پہنچا تو مجھے شدید احساس ہوا کہ جس کام میں میرا قصور نہیں ہے اس میں مجھے احساس کمتری کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ ادھر میرے باپ کی موت واقع ہو چکی تھی اور میری ماں خاندان کے طعنوں کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ میں نے طے کیا کہ ان سب کو اتنا ذلیل کروں گا کہ یہ بھی یاد کریں گے۔ بس اس کے بعد میں

نے تعلیمی میدان میں کام شروع کر دیا۔ مجھے ہر جگہ شدید مذاق کا نشانہ بنایا گیا اور لوگوں کے اس رویے نے میرے اندر ایک جنون پیدا کر دیا۔ میں نے سوچا کہ اس دنیا کی ایسی تیسی مذاق اڑانے والے مذاق اڑاتے رہیں' میں کچھ اور ہی کرتا ہوں اور اس کے بعد ڈاکٹر گریٹ کامیابی کی منازل طے کرتا رہا۔ عجوبے دریافت کئے جنہیں جب بھی دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تو دنیا حیران رہ گئی۔ بہت سے ایسے واقعات ہو چکے ہیں جو ناقابل یقین ہیں۔ میں نے یہ اپنی دنیا بنائی ہے اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کر سکو کہ یہ دنیا ایک مکمل تاریخ ہے۔ سمجھے! یہ ایک ایسی تاریخ ہے جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اگر نہیں مانتے ڈاکٹر گریٹ کی بات تو......'' وہ جوش جذبات میں کھڑا ہو گیا۔ کمال اور جہانگیر شاہ اس سے بہت متاثر ہو گئے تھے۔ اس عظیم الشان ہال کے ایک گوشے میں بہت ہی جدید انداز کی الماریاں رکھی ہوئی تھیں جنہیں ریفریجریٹر بھی کہا جا سکتا تھا لیکن بڑے بڑے ریفریجریٹر۔ ہر ایک کے سامنے ایک بٹن لگا ہوا تھا۔ بوڑھے نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھو یہ ایک چھوٹے سے قد و قامت کے مالک نے اپنی ایجادات کی ہیں۔ ان میں ماضی ہے' حال ہے' مستقبل ہے۔ ان میں ہر مشین ان تینوں ادوار کا تجزیہ کرتی ہے۔'' آؤ میرے ساتھ۔ اس نے ایک مشین کا بٹن دبایا اور مشین کے دونوں دروازے لفٹ کے دونوں دروازوں کی مانند کھل گئے۔ تب وہ پہلے خود اندر داخل ہوا اس کے بعد کمال اور جہانگیر۔ دروازہ بند ہوا اور انکل گریٹ نے اندر ایک بٹن دبایا۔ مشین کے اندر مدھم سی روشنی پھیل گئی۔ اس میں ایک بڑا سا بورڈ لگا ہوا تھا جس پر بہت سے پش بٹن موجود تھے۔ پستہ قامت آدمی نے ہاتھ اونچا کر کے ایک بٹن دبایا اور بولا۔

''ماضی کا سفر دیکھو اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ انکل گریٹ ہے یا نہیں؟'' اس نے کہا اور چند لمحوں کے بعد اس لفٹ نما جگہ میں ایک دھند سی پھیل گئی اور جب دھند چھٹی تو وہ ایک پہاڑی میدان میں تھے۔ تینوں کے تینوں ایک چٹان کے عقب میں چھپے ہوئے تھے اور نیچے ایک عظیم الشان لشکر نظر آ رہا تھا۔ یہ لشکر بڑی وسعتوں میں

پھیلا ہوا تھا اور اس کے جنگجو سپاہی نجانے کتنی کتنی دور دور موجود تھے۔ بڑے بڑے خیمے لگے ہوئے تھے اور ان خیموں کے سامنے کھوپڑیوں کے مینار لگے ہوئے تھے۔ انسانی کھوپڑیوں کے مینار' جہانگیر شاہ کے حلق سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

''چنگیز خان کا لشکر! چنگیز خان اب آگے کی جانب کوچ کرنے والا ہے۔ یہ سب تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اگر تم چنگیز خان سے ملنا چاہو تو میں تمہیں اس کے پاس لے جا سکتا ہوں' لیکن پھر زندہ واپسی کی کوئی شرط نہیں ہو گی۔''

''نہیں نہیں......'' کمال کے منہ سے دہشت بھری آواز نکلی اور انکل گریٹ نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ پھر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک گھڑی کا ڈائل گھمایا کچھ لمحوں کے بعد وہ واپس اسی مشین میں تھے۔ پھر وہ انہیں مختلف مشینوں میں لے گیا۔ ہر ماحول کا ایک منظر ہوتا تھا اور وہ ان میں ایک کردار کی مانند۔ اس نے کہا۔

''دیکھو یہ ایٹلیز ہے' یونان کا ایک طاقتور حکمران اور یہ قدیم یونان ہے جس میں کیوپڈ' سائیکی' اگسٹس کی کہانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ آؤ ان کہانیوں کا نظارہ کرو۔ زمانہ قدیم کا یونان پھر وہاں سے واپسی' پھر اس کے بعد روم' نیرو کا دور جس نے روم جلا دیا تھا اور پھر وہاں سے بھی واپسی۔ پانچویں مشین میں داخل ہونے کے بعد وہ ایک عجیب وغریب دنیا میں پہنچ گئے۔ سرسبز و شاداب دنیا۔ یہاں بھی وہ پستہ قیامت بونا ان کے ساتھ تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ دیکھو' اسے دیکھ رہے ہو وہ سباستہ کا بیوقوف انگون ہے۔ ایک بڑے باپ کا بیٹا جو سمجھتا ہے کہ دنیا کی ہر چالاکی اسی سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے مگر یہ بستی بڑی پراسرار بستی ہے اور یہاں کی کہانیاں زمانہ قدیم کی ان کہانیوں میں سے ہیں جو تاریخ کا باب نہیں بن سکیں۔ یہ علاقہ سب سے دلچسپ اور سب سے دلکش ہے۔ یہ لوگ دیوی دیوتاؤں کے پجاری ہیں اور جدید و قدیم کا ایک سنگم۔ یوں سمجھ لو قدامت کے اختتام کی سرحدیں جہاں تک پہنچتی ہیں وہاں سے آگے ان کا آغاز ہوتا ہے۔ آؤ تم نے دیکھا کہ یہ ایک چھوٹے سے قد

والے بونے نے جس کا دنیا نے صرف مذاق اڑایا ہے ایجادات کی ہیں۔ میرے دوستو! مجھے خوشی ہے کہ تمہیں ایک عظیم شخص سے ملاقات کا موقع ملا اور اس سے تمہارا تعارف ہو گیا۔ بہرحال اب تم ایسا کرو تھوڑا سا آرام کرو۔ تم اچھے ہو یا برے ابھی اس پناہ گاہ میں مہمان ہو۔ ہاں جب میں تم سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گا تو پھر یہ فیصلہ کروں گا کہ تمہارا مستقبل کیا ہونا چاہئے۔ میری بات سمجھ رہے ہو نا' اصل میں' میں صدیوں میں ہیر پھیر کر رہا ہوں۔ لطف آئے گا یہ دیکھ کر کہ صدیوں کی تاریخ میں گھپلا ہو گیا ہے اور یہ کام ایک چھوٹا سا آدمی کرے گا جو ہر طرح سے ایک بڑا آدمی ہے۔ ڈاکٹر گریٹ! ویسے میں تمہیں ایک بات بتاؤں' پوشیدہ رہنے کیلئے اس سے اچھی جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ پولیس کیا فوج بھی یہاں تمہیں تلاش نہیں کر پائے گی۔ میں تمہیں ماضی میں بھیج دوں گا پھر کون کون ماضی میں جائے گا تمہارا تعاقب کرتا ہوا۔'' وہ زور سے ہنسا اور دیر تک ہنستا رہا۔ جیسے اپنی بات کا مزا لے رہا ہو۔''

''واہ کیا دلچسپ بات ہے۔ زمانہ حال کے مجرم ماضی میں جا کر چھپ گئے۔ اب تلاش کر لو انہیں۔ تلاش کر سکے گا کوئی۔ یہ صرف ڈاکٹر گریٹ ہے جو انہیں بھی وہاں پہنچا سکتا ہے۔ فوج کی فوج منتقل کر سکتا ہے ادھر۔ سباستہ کی وادیاں حسین وجمیل' ناقابل یقین واقعات کی حامل۔ آؤ میں تمہیں تمہاری رہائش گاہ دکھا دوں' پھر وہ اس کے ساتھ باہر نکل آئے اور اس کے بعد انہیں ایک ایسا کمرہ دے دیا گیا جہاں سے دور دور تک کے مناظر نظر آتے تھے۔ کمال اور جہانگیر شاہ جب تنہا ہوئے تو اس کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔

''یار واقعی یہ تو کمال کا آدمی ہے۔ کیا اس دنیا میں یہ بھی ہو سکتا ہے ہم نے تو کبھی خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا۔''

''لیکن اب جاگتی آنکھوں سے تم یہ سب کچھ دیکھ رہے ہو' جاگتی آنکھوں سے۔''

''ہاں یہ بھی ٹھیک ہے' واقعی اس سے پہلے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔''

کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر گریٹ پھر ان کے پاس آ گیا۔

''ہاں دوستو! تم نے اپنے نام نہیں بتائے؟''

''میرا نام کمال ہے۔''

''اور میرا نام جہانگیر!''

''تمہارے کھانے پینے کا بندوبست کرتا ہوں میں۔ وہ سامنے رکھی ہوئی ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ قدیم لوگوں کے اپنے جادو کے بڑے کمالات تھے۔ وہ اسے مختلف قسم کا جادو کہتے تھے، کسی نے پراسرا روحوں کو قابو میں کیا ہوا تھا اور ان کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کر لیتے تھے۔ جن میں شہزادی مہر نگار سے لے کر دو وقت کی روٹی تک شامل ہے، لیکن سائنس کے جادو کے آگے یہ سب چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ دیکھو میرے موکل تمہارے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں۔'' اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک ٹرالی خودبخود چلتی ہوئی ان کے پاس پہنچ گئی۔ ٹرالی پر عمدہ قسم کے کھانے کی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر گریٹ نے کہا۔

''اب بتاؤ کونسا جن یہ ٹرالی لے کر آیا ہے۔ تم نے کسی کو دیکھا۔''

''نہیں۔'' دونوں نے گردن ہلا دی۔

''یہ سائنس کا جن ہے۔ سمجھے۔ سائنس کا جن۔ چلو خیر یہ ٹرالی یہاں موجود ہے۔ اس پر یہ چھوٹی سی مشین لگی ہوئی ہے۔ تم اپنی ضرورت کا اظہار کرو گے یہ مشین تمہارے الفاظ ریکارڈ کرے گی۔ ٹرالی چلی جائے گی اور پھر میرے تیار کئے ہوئے روبوٹ یہ چیزیں تمہیں مہیا کریں گے۔ اب میں چلتا ہوں۔''

جہانگیر شاہ اور کمال کھانے پینے میں مصروف ہو گئے تھے۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کمال نے کہا۔

''یار واقعی! یہ چھوٹا آدمی تو ہمیں ذہنی طور پر ختم کر کے رکھ دے گا۔ کمال کی شخصیت ہے اس کی۔''

''کہیں ہم واقعی کسی طلسمی جال میں تو نہیں آ پھنسے۔''

''کیوں فضول باتیں کر رہے ہو یار!''

پہلا دن اسی طرح گزر گیا۔ پھر دوسرا دن بھی گزر گیا۔ اس دوران ڈاکٹر گریٹ نے ان سے ملاقات نہیں کی تھی، لیکن وہ تیسری شام تھی، کوئی پانچ بجے کا وقت، اس وقت وہ کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھ رہے تھے کہ دفعتاً انہیں پولیس کی چھ سات گاڑیاں اس طرف آتی نظر آئیں اور ان کے اوسان خطا ہو گئے۔

''یہ یہ...... یہ کیا ہے؟''

''اوہو...... دیکھو پولیس اس عمارت کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہے۔''

''ارے باپ رے...... اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ مفرور قیدیوں کا پتہ لگاتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے''

''اور اب ہمارے بچنے کا کوئی امکان نہیں ہو گا...... جتنی تعداد میں وہ لوگ آئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ......''

''بھاگو یہاں سے۔''

''مم...... مگر کہاں؟''

''بھاگو یار۔'' جہانگیر شاہ نے کمال کا ہاتھ پکڑا اور وہ برق رفتاری سے باہر نکلے آئے پھر انہوں نے اس تہہ خانے کا رخ کیا تھا جہاں لاتعداد مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ پولیس کے جوتوں کی آواز اب عمارت میں سنائی دے رہی تھی۔ یقینی طور پر وہ ہر کمرے کی تلاشی لیتے پھر رہے ہوں گے۔ وہ ادھر ادھر دوڑتے رہے، پھر اچانک ہی تہہ خانے کی سیڑھیوں پر بھی بوٹوں کی دھمک سنائی دی۔ اس وقت وہ ایک مشین کے سامنے تھے۔ جہانگیر شاہ نے مشین پر لگا ہوا بٹن دبایا اور ریفریجریٹر نما مشین کے دونوں پٹ کھل گئے۔ دونوں پھرتی سے اندر داخل ہو گئے تھے۔ پٹ بند ہو گئے اور وہ اندھیرے میں آنکھیں پٹپٹانے لگے۔ دفعتاً ہی کمال کا ہاتھ اندر کے ڈائل پر ایک بٹن پر لگا اور مشین کے اندر ایک دھندسی پھیل گئی۔ مشین کا عمل شروع ہو گیا تھا اور وہ ماضی کے کسی دور میں سفر کرنے لگے تھے۔

☆......☆......☆

سوہا سباستہ کی خوشحال بستی میں نظر آنے والے سرسبز و شاداب باغات‘ پھولوں کے کنج‘ پھلوں کے درخت اور ہر طرف لہلہاتا ہوا سبزہ درحقیقت دریائے لانا کا مرہون منت تھا۔ لانا نے اس علاقے کو مالا مال کر دیا تھا۔ قدرتی حسن سے اور ضروریات کی دوسری چیزوں سے۔ لانا ایک بوڑھا دریا تھا۔ صدیوں سے بہتا ہوا۔ سباستہ کی آبادیوں میں لانا کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے دادا پردادا نے لانا کو نہیں دیکھا۔ سبھی اس دریا کی کہانی سنتے تھے اور یہ دریا ہزاروں سال سے اس علاقے میں رہنے والوں کی کہانیوں سے واقف تھا۔ حسن و جمال میں بے مثال اس دریا کے کنارے آباد بستی سوہا کے لوگ لانا کی اسی طرح عزت کرتے تھے جیسے اپنے بوڑھے بزرگ کی۔ دیوی دیوتاؤں کی ان آبادیوں میں عجیب و غریب رسم و رواج ہوا کرتے تھے اور ایک طرح سے لانا کی پوجا کی جاتی تھی۔ طرح طرح کے جادومنتر اس کے کنارے ہوا کرتے تھے۔ سال میں ایک بار تو بہت بڑا جشن منایا جاتا تھا۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ لانا جہاں جہاں سے بھی گزرتا تھا وہاں اس کی بڑی عزت ہوتی تھی اور اس کے کنارے عموماً آباد بستیاں لانا کے گرد میلے لگاتی تھیں اور وہاں لانا کی پوجا ہوتی تھی۔ عظیم الشان خانقاہیں‘ عبادت گاہیں لانا ہی کے کنارے آباد تھیں اور ان عبادت گاہوں کے عابد لانا کی قدامت کی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔

سوہا بستی میں لانا جہاں سے گزرتا تھا‘ وہاں سے تھوڑے فاصلے پر پہاڑوں کی بلندیوں سے ایک عظیم الشان آبشار بھی گرتا تھا۔ یہ آبشار اتنی بلند پہاڑی سے نیچے گرتا تھا جیسے آسمان سے براہ راست پانی گر رہا ہو اور آسمان کے سوراخ سے بہتا ہوا یہ پانی ایک چھوٹی سی چوڑی ندی بناتا ہوا لانا میں آ گرتا تھا اور جہاں یہ پانی لانا میں

گرتا تھا وہاں پانی کی سفید دھند کوئی بیس فٹ اونچی اٹھتی تھی اور ہر وقت پانی کی یہ سفیدی یہاں دیکھی جا سکتی تھی۔ پانی کی اس سفیدی کے اردگرد چٹانوں پر سبزہ نکل آیا تھا اور ایسی ہی ایک چٹان پر بیٹھا ہوا گیرن بڑی افسردگی سے ان دونوں بوڑھوں کی باتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اسی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

گیرن کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ وہ اسی بستی میں پیدا ہوا تھا‘ اسی میں پلا بڑھا تھا‘ اسی میں اس نے ہوش سنبھالا تھا‘ اسی میں اس کی آرزوئیں جوان ہوئی تھیں‘ لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ اس بستی میں اس کا کوئی بھی نہیں رہا تھا۔ وہ ایک تنہا درخت کی مانند تھا۔ سب کو اپنا سمجھنے والا اور پھر یہ احساس کرنے والا کہ ان میں سے اپنا کوئی نہیں ہے۔ سب کہانیاں ہی کہانیاں ہیں۔ کہیں سے اسے محبت کہیں سے پیار نہیں ملے گا۔ محبت و پیار کو ترسا ہوا یہ نوجوان لڑکا جس نے زندگی گزارنے کا ذریعہ جنگل کے درختوں کو ہی بنایا تھا۔ وہ جنگل میں درختوں کو کاٹتا تھا اور ان کی مختلف چیزیں بناتا تھا۔ جھونپڑوں میں استعمال ہونے والے دروازے‘ ایسی چوڑی چھتیں جو خوبصورت گھر بنانے کے کام آتی تھیں۔ یہی اس کا کام تھا۔ اپنے کام ہی کے سلسلے میں وہ بستی کے ایک بزرگ کے گھر پہنچا تھا۔ وہاں دو بزرگوں کے درمیان اپنے بارے میں گفتگو ہوتے دیکھ کر وہ رک گیا تھا۔ بزرگوں نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔

”نہیں۔ مجھے اپنی بیٹی اس قدر بھاری نہیں ہے کہ میں اس کی شادی گیرن کے ساتھ کر دوں۔ تم ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو وہ لاوارث تو ہے‘ بہت چھوٹا سا جھونپڑا ہے اس کا۔ تنہا رہتا ہے اس جھونپڑے میں اور کیا کرتا ہے وہ؟“

”وہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ایک بات سنو‘ بے شک وہ تنہا ہے لیکن کیا بستی میں کوئی ایسا آدمی تلاش کرو گے جو یہ کہہ دے گیرن ایک اچھا انسان نہیں ہے۔“

”ارے بھائی تم ٹھیک کہتے ہو‘ وہ بے شک ایک اچھا انسان ہے لیکن ہم لوگ اب ایسا تو نہیں کر سکتے کہ اپنی بیٹیاں اسے دے دیں۔“

”اگر میری کوئی بیٹی ہوتی تو میں بے شک اسے گیرن کا گھر بسانے کیلئے

آمادہ کر لیتا۔"

"لیکن میں نہ اپنی بیٹی کو آمادہ کر سکتا ہوں' نہ خود اس کیلئے آمادہ ہوں۔"

گیرن یہ سن کر واپس چل پڑا۔ بے شک وہ اس کام سے نہیں گیا تھا اور نہ ہی اس نے کبھی یہ سوچا تھا کہ وہ کسی سے اپنی شادی کا تذکرہ کرے۔ ایک چھوٹا سا جھونپڑا تھا اس کا جس میں اس نے ہر چیز جمع کر لی تھی۔ وہ سب کچھ جو زندگی کی اہم ضرورت ہوتی ہے۔ لوگ اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ اسے دولت کی آرزو بھی نہیں تھی' لیکن جوانی کے وہ سارے خواب اس کی آنکھوں میں بھی آتے تھے جن میں ایک حسین وجود' بے نقش' کروٹیں بدلتا رہتا تھا۔ جوانی کی لطافتوں سے بھرپور' ایک ایسے لباس میں پوشیدہ جس سے نسوانیت کے سارے نقوش نمایاں ہوں' لیکن چہرہ ایک دھند میں لپٹا ہوا۔ یہ دھند اس کی آنکھوں میں واضح نہیں ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس چہرے کے نقش کیسے ہیں؟ یہ بے نقش وجود اکثر اس کے ذہن میں کروٹیں بدلتا رہا تھا اور اس وقت اس کی آرزو ہوتی تھی کہ کاش وہ وجود نقش اختیار کر جائے اور وہ اسے اپنے بدن میں سمیٹ لے۔ یہ دلی آرزو تھی اس کی۔ اس وقت بھی وہ اسی چٹان پر بیٹھا ہوا یہی تمام باتیں سوچ رہا تھا۔

میں نے تو نہیں کہا کہ کوئی مجھے اپنی بیٹی دے' میں تو بس اس بستی کے ہر فرد کو اپنا سمجھتا ہوں۔ یہ لوگ مجھے اچھا کہنے کے باوجود مجھ سے اس قدر دور ہیں۔ میں پوچھتا ہوں آخر کیوں؟ کیا میرا سینہ بستی کے دوسرے جوانوں سے کم چوڑا ہے؟ کیا میرا قد ان کے قد سے چھوٹا ہے؟ کیا میری محنت ان سے کم ہے؟ پھر آخر کیوں مجھے یہ اتنا بیگانہ سمجھتے ہیں؟ گیرن یہ سوچ رہا تھا اور اسے بڑا دکھ ہو رہا تھا۔ وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اس سفید دھند کو دیکھ رہا تھا' جو بے حد حسین تھی اور کبھی کبھی اس کی باریک باریک چھینٹیں گیرن کے بدن پر آ پڑتیں اور گیرن ایک ہلکی سی سسکاری لے کر ادھر ادھر دیکھنے لگتا۔

موسم خاصا سرد تھا اور فضا میں ایک عجیب اداسی طاری تھی کہ اچانک ہی گیرن کی نگاہوں میں ایک سرخ رنگ لہرا گیا۔ یہ سرخ رنگ اس سفید دھند میں چمکا

تھا۔ گیرن تو ان علاقوں میں صبح شام رہنے کا عادی تھا۔ یہیں اردگرد میں بکھرے ہوئے جنگل کے درخت اس کی روزی کا ذریعہ تھے۔ سفید دھند میں اس نے کبھی سرخی نہیں دیکھی تھی۔ یہ سرخی کیا اس کی آنکھوں کا دھوکہ ہے۔ ایک لمحے کیلئے آنکھوں میں رینگ جانے والا کوئی رنگ یا پھر کچھ اور؟ لیکن بات ایک لمحے کی تو نہیں تھی۔ وہ سرخ رنگ مسلسل لہرا رہا تھا اور ظاہر بات ہے کہ گیرن کو چونکنا تھا۔

فطری تجسس کے تحت وہ دیر تک اس رنگ کو دیکھتا رہا۔ دھند خاصے علاقے میں ہوا کرتی تھی اور وہاں جھاڑیاں بھی بکثرت تھی۔ اس کے علاوہ ایسی چھوٹی پتھریلی چٹانیں جو ہمیشہ پانی سے بھیگی رہتی تھیں اور اتنی صاف شفاف تھیں کہ انگلی رکھو تو پھسل جائے۔ گیرن کو جب دیر تک یہ سرخ رنگ نظر آتا رہا تو اس نے سوچا کہ ذرا اندر جا کر دیکھا جائے۔ ویسے بہت کم لوگ اس دھند میں داخل ہوا کرتے تھے کیونکہ کپڑے بھیگ جاتے تھے یا پھر اگر کوئی نہانا چاہے تو اندر چلا جائے۔

وہ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو آمادہ کرنے کے بعد اس دھند میں داخل ہو گیا اور جیسے ہی وہ اس دھند میں داخل ہوا اس نے اس سرخی کا مرکز پا لیا۔ یہ ایک بڑا کپڑا تھا جو ایک جھاڑی میں لپٹا ہوا تھا' لیکن کپڑا خالی نہیں تھا' بلکہ وہ کپڑا کسی انسانی جسم پر تھا اور یہ انسانی جسم جو کچھ بھی تھا اسے دیکھ کر گیرن کی جان کھنچ کر آنکھوں میں آ گئی۔ گہرے لمبے سیاہ بال' سلگتا ہوا حسین چہرہ' لیکن سب سے خوفناک چیز اس کا بدن نوجوانی کے ایک ایسے دور سے گزرتا ہوا جس میں جسم پھٹنے لگتے ہیں' ابلتی ہوئی جوانی ناقابل یقین تھی' لیکن گیرن اپنی فطرت سے مجبور تھا۔ اسے نہ تو لڑکی کے حسین چہرے سے کوئی دلچسپی پیدا ہوئی نہ اس کے طوفانی بدن سے' بس اس کے دل میں انسانی جذبات نے ہمدردی پیدا کی اور وہ دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ جو آبشاروں کی بلندی سے زمین تک آئی ہے اپنے بدن کی کتنی ہڈیاں توڑے لیتی ہے۔

بدن میں زندگی کی کوئی رمق ہے یا پھر وہ صرف ایک لاش ہے۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچا اور اس نے جھک کر بغور دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ وہ

سانس لے رہی ہے۔ یقینی طور پر وہ زندہ تھی اور کسی حادثے کا شکار ہوئی تھی' پھر وہ چہرہ' وہ وجود۔ گیرن نے اس پر بھی غور کیا تھا۔ اپنی بستی کے تقریباً تمام ہی افراد کو وہ جانتا تھا' اس لڑکی کو بھی گیرن سے اجنبی نہیں ہونا چاہئے' لیکن یہ الگ بات ہے کہ وہ اس بستی کی تھی ہی نہیں' بستی سوہا کی نوجوان لڑکیوں کو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ سب کی سب ایک دوسرے کی ساتھی' ایک دوسرے کی شناسا۔ یہ اجنبی بستی کی رہنے والی کوئی لڑکی ہے' لیکن اگر یہ آبشار کے راستے یہاں تک آئی ہے تو سانس کیسے لے رہی ہے۔ اس کے بدن کی تو ہر ہڈی ریزہ ریزہ ہونی چاہئے تھی۔

ان تمام باتوں کے سوچنے کے ساتھ ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک دم سے یہ خیال آیا کہ سانس لیتی ہوئی لڑکی کو فوری طور پر طبی امداد دی جائے۔ کم از کم اور کچھ نہیں تو اسے اس سرد ماحول سے نکال کر باہر تو لے جایا جائے۔ چنانچہ اس نے اسے جلدی سے اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور پانی کی دھند سے نکال کر باہر لے آیا۔ ایک جگہ نرم گھاس دیکھ کر اس نے اسے بڑی احتیاط سے لٹایا جیسے موم کی بنی ہو اور زور سے لٹانے سے ٹوٹ جائے گی۔ اس کے بدن کا سرخ لباس بے ترتیب ہو رہا تھا۔ پہلی بار گیرن کو خیال آیا کہ وہ ایک نوجوان لڑکی ہے اور اس کے جسم کی لطافتیں ذہن کی خرابی کا باعث بن سکتی ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے اس احساس سے نجات پائی جائے۔ کپڑا بری طرح بھیگا ہوا تھا' لیکن پھر بھی اس نے جس حد تک بھی ممکن ہو سکا اسے لڑکی کے بدن پر لپیٹا۔ یہ الگ بات ہے کہ بھیگے ہوئے کپڑے نے جوانی کی وہ لطافتیں چھپانے کے بجائے اور نمایاں کر دیں۔ جو چیزیں نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں کچھ لمحوں کے بعد اپنا تجسس کھو بیٹھتی ہیں' لیکن اگر انہیں تشنگی سے دوچار کر دو تو ان کی کشش اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ انسان دیوانہ ہو جائے' چنانچہ ایسا ہی ہوا تھا۔

لیکن فطری طور پر گیرن ایک شریف انسان تھا۔ اس نے اپنے ذہن کے کھلے دریچوں کو بند کیا' جہاں سے شیطانی احساسات اندر داخل ہوتے تھے اور پھر لڑکی کی جانب متوجہ ہو کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی نگاہیں لڑکی کے چہرے کا جائزہ لینے لگیں۔ لڑکی کی شکل و صورت تو خیر خوبصورت تھی ہی' لیکن یہ

بات اب یقین کی حد میں داخل ہو گئی تھی کہ کم از کم اس کا تعلق سوہا بستی سے نہیں ہے۔ اس کے رنگ میں سانولا پن تھا' لیکن نقوش کی بناوٹ بے حد حسین تھی۔ ایسی حسین کہ ان نقوش کی وادیوں میں کھو کر گم ہو جانے کو جی چاہے۔ بہرحال بہت دیر تک وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان آنکھوں میں زندگی جاگنے لگی جن کی بناوٹ بے حد حسین تھی' پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور گیرن کو یوں محسوس ہوا جیسے کائنات مختصر سے مختصر ہوتی جا رہی ہو۔ اتنی مختصر کہ ان آنکھوں میں سما جائے۔ ایسی ہی کشش' ایسا ہی حسن تھا ان آنکھوں کا۔ تب لڑکی کی کمزور آواز ابھری۔

''کہاں ہوں میں؟''

''میری بستی میں اور اس بستی کا نام سوہا ہے۔ کیا تم سوہا کے بارے میں جانتی ہو؟''

''نہیں۔'' لڑکی نے آنسو بھری آواز میں کہا۔

''کیا تمہارا تعلق سوہا سے نہیں ہے؟''

''نہیں۔ میں بستی سوہا کی باشندہ نہیں ہوں۔''

''میرا بھی یہی خیال تھا' لیکن ابھی میں تم سے کچھ بھی نہیں پوچھوں گا۔ جب تک کہ تم بہتر حالت میں نہ آ جاؤ۔''

''تم کم از کم مجھے یہ تو بتاؤ کہ میں کہاں ہوں؟''

''بستی سوہا کا مشرقی گوشہ ہے یہ' یہاں بلندیوں سے ایک آبشار گرتا ہے۔ اگر تم گردن گھما کر دیکھو تو تمہیں وہ آبشار نظر آ جائے گا۔'' گیرن نے سادگی اور معصومیت سے کہا اور لڑکی نے آہستہ سے گردن گھمائی۔ وہ نزاکتوں کی پتلی تھی' پھر اس نے اس آبشار کو بلندیوں تک دیکھا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار پھیل گئے۔ پھر وہ بولی۔

''ہاں یہ مجھے نظر آ رہا ہے۔''

''کیا تم اس آبشار کے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھیں؟''

''پتہ نہیں۔''

''خیر جو کچھ بھی تھا' لیکن اس آبشار سے بننے والی ایک ندی ہے اور اس ندی میں ہی پڑی ہوئی نظر آئی تھیں تم مجھے۔''

لڑکی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کے بعد اس کی سسکیاں ابھرنے لگیں۔ تب گیرن نے آگے بڑھ کر اسے تسلی دی اور اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں رونے کی ضرورت نہیں' اگر تم سمجھتی ہو کہ میرے پاس آنے کے بعد تم کسی مشکل کا شکار ہو گئی ہو تو ایسا نہیں ہے۔ تم یوں سمجھ لو کہ تم بالکل محفوظ ہو۔'' لڑکی سسکیاں بھرتی رہی' پھر اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''میں نہیں جانتی کہ میں کس مشکل میں مبتلا ہوں' بس یہ جانتی ہوں کہ کچھ لوگوں نے مجھے دریائے لانا میں پھینک دیا تھا اور وہاں سے میں بہتی ہوئی نجانے کس طرح یہاں تک آ گئی۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ان لوگوں نے مجھے ختم کر دیا تھا' مار دیا تھا مجھے۔''

''لیکن تم زندہ ہو' اس بات کا خیال رکھو کہ تمہیں زندگی ملی ہے۔''

''ایسی زندگی کس کام کی جو مصیبتوں میں گرفتار رہے۔ آہ میں اب کہاں جاؤں گی' میں تو میں تو۔''

''مگر تم رہنے والی کہاں کی ہو؟''

''مجھے کچھ یاد نہیں' میری بستی کا نام کیا تھا میں یہ بھی نہیں جانتی۔ بس یوں سمجھ لو کہ وہ نام میرے ذہن میں کھو گیا ہے۔ آہ میں کیا کروں اب کہاں جاؤں؟''

''ویسے تو تمہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہئے' میں ہوں۔ میری اس بستی کا نام سوہا ہے۔ یہاں کے لوگ خوشحال ہیں۔ میں بیشک ایک غریب آدمی ہوں۔ لکڑیاں فروخت کرتا ہوں لیکن تنہا ہوں۔ میرے اخراجات بالکل بھی نہیں ہیں۔ میں تمہیں باآسانی سردار کے سامنے پیش کر سکتا ہوں اور ہماری بستی کا سردار تمہیں یقینی طور پر یہاں پناہ دے گا۔ وہ تمہاری کفالت بھی کرے گا' تمہارے اخراجات بھی اٹھائے گا اور جہاں تک تمہارے دشمنوں کا تعلق ہے تو تم اطمینان رکھو لڑکی تمہیں تمہارے دشمنوں

سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' ویسے تمہارا نام کیا ہے؟''

''میرا نام نروانہ ہے۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''اور لوگ مجھے گیرن کہہ کر پکارتے ہیں' میں بھی اس دنیا میں تنہا انسان ہوں۔ بس یوں سمجھ لو تنہائیوں کے درمیان زندگی بسر کر رہا ہوں۔''

''تم تم......'' لڑکی یہ جملہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

''جب تمہاری حالت بہتر ہو جائے تو تم مجھے بتانا۔ چونکہ تم اتفاقیہ مجھے ملی ہو اس لئے سب سے پہلے تمہیں سردار کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔''

سوہا بستی کے سردار نے لڑکی کو دیکھا۔ وہ ایک نیک فطرت آدمی تھا۔ اس نے ہمدردی سے کہا۔

''نروانہ! تم جہاں سے بھی آئی ہو اور تیرے دشمن جو کوئی بھی ہیں' ظاہر ہے میں انہیں نہیں جانتا اور نہ ہی تو کسی وجہ سے ان کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہے' لیکن جب کسی کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیا جاتا ہے تو ضروری نہیں ہوتا کہ اس سلوک کی وجہ اسے بتائی جائے' یا وجہ تلاش کی جائے۔ میں تجھے پیشکش کرتا ہوں کہ میری اس بستی میں رہ' میں تیرے اخراجات اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔''

''معزز سردار! میں نہیں جانتی کہ تقدیر کی خرابی کس طرح درست ہو جاتی ہے' اب تو میں یہی کہہ سکتی ہوں کہ اگر کسی انسان کی تقدیر خراب ہو جائے تو وہ اپنے دشمنوں سے کہے کہ وہ اسے دریا میں پھینک دیں۔ پھر جب وہ کسی جگہ دریا کے کنارے پار لگے تو وہاں اسے ایسے لوگ ضرور مل جائیں گے جو ہمدرد اور محبت کرنے والے ہوں۔ میں بہت خوش ہوں یہاں آ کر کہ کم از کم مجھے ایسے لوگ ملے۔ ہاں ایک اجازت چاہتی ہوں۔

''بول کیا چاہتی ہے؟''

''یہ شخص جس کا نام گیرن ہے' بہت ہمدرد اور محبت کرنے والا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ مجھے نہ دیکھتا یا میری مدد نہ کرتا تو شاید میں زندگی سے محروم ہو جاتی اگر مجھے اجازت ہو تو میں اس شخص کے ساتھ رہوں۔ یہ مجھے اچھا لگتا ہے' باقی

جہاں تک رہا اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوال تو یہ اس کی مرضی پر منحصر ہو گا۔ اگر یہ مجھے قبول کرے۔" سردار نے گیرن کی طرف رخ کر کے کہا۔

"گیرن اگر تو چاہے تو اس لڑکی کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہے بلکہ میں اس سلسلے میں تیری مدد کروں گا۔"

گیرن کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ نجانے یہ آرزو تو کب سے اس کے دل میں جاگ رہی تھی' لیکن وہ جانتا تھا کہ کوئی اسے قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہو گا۔ بستی کے لوگ تو اسے ایک معمولی اور بیکار سا انسان سمجھتے تھے' لیکن یہ بھی آسمان والے کا کھیل تھا کہ انہوں نے بستی والوں کو نیچا دکھا دیا تھا۔ وہ جو اپنی اپنی لڑکیوں کو گیرن کی زندگی میں شامل ہونے پر اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ انہیں گہرے گڑھوں میں دھکیل دیا جائے' اب شرمندہ ہو جائیں گے کیونکہ ان کی لڑکیاں بلا شک و شبہ نردانہ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں' چنانچہ اس نے گردن خم کر کے کہا۔

"معزز سردار! میں بخوشی اس لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کیلئے تیار ہوں۔"

"اور لڑکی تو بتا' کیا تو اس بات پر آمادہ ہے؟"

"میں تو پہلے ہی اظہار کر چکی ہوں اس بات کا......" نردانہ نے فوراً ہی کہا اور سردار نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے مقامی لوگوں کی رسم کے مطابق نردانہ کا ہاتھ گیرن کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ دے۔ ویسے بھی تو نے ایثار کیا ہے۔ حالانکہ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟"

اس طرح ایک گمنام لڑکی جو دریا میں بہتی ہوئی گیرن کو ملی تھی اس کی بیوی بن گئی اور گیرن کا خیال تھا کہ یہ آسمانوں کا تحفہ ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی محنت دوہری کر دی تھی تاکہ نردانہ کیلئے تمام آسائشیں فراہم کر سکے۔ وہ زیادہ لکڑیاں کاٹنے لگا' زیادہ دیر تک جنگلوں میں مصروف رہنے لگا' پھر قریب کی بستیوں میں بھی اس نے جگہ جگہ اپنی لکڑیاں بیچنے کا انتظام کیا۔ اس طرح اسے بہتر معاوضہ ملنے لگا اور اس نے اپنی

جھونپڑی خوب کشادہ کر لی۔ وہ آس پاس کی بستیوں سے نردانہ کیلئے اچھے اچھے لباس خرید کر لانے لگا اور کھانے پینے کی تمام اشیاء اس نے نردانہ کیلئے جمع کر دیں۔ نردانہ پہلے بھی بہت خوبصورت تھی اور اب جب اسے آسائشوں کی زندگی ملی تو وہ بہت حسین نظر آنے لگی۔ جب بھی کبھی وہ سوہا کے بازار میں کچھ خریدنے کیلئے نکلتی یا پھر کبھی گیرن اسے اپنے ساتھ سیر و سیاحت کیلئے لے جانا چاہتا تو وہ اپنا بناؤ سنگھار کرتی اور اس کے بعد خود اپنی آنکھوں سے دیکھتی کہ قرب و جوار کے نوجوان اسے دیکھ کر رک جاتے تھے' وہ حسرت بھرے انداز میں ایک دوسرے سے کہتے تھے۔

"دیکھو یار! تقدیر اسے کہتے ہیں۔ ہم نجانے کہاں کہاں سر پھوڑتے ہیں لیکن کسی کی ایک نگاہ التفات نہیں حاصل کر سکتے اور آسمانی دیوتا گیرن جیسے بیکار لکڑہارے کو آبشار سے لڑکیاں گرا کر دیتا ہے۔ آہ واقعی کتنی حسین ہے یہ...... ذرا اس کا حسن تو دیکھو......"

گیرن کو اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ اسے دنیا کی نگاہوں سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا لیکن اسے ان تمام کاموں کیلئے وقت اور محنت درکار تھی۔ وہ نردانہ کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھنے کیلئے شدید محنت کرتا تھا اور اس انتہائی زیادہ محنت کی وجہ سے یا پھر نردانہ کے ساتھ گزری ہوئی راتوں کی قربت سے گیرن کی صحت خراب ہونے لگی' لیکن وہ اس میں بھی خوش تھا۔ اسے نردانہ سے بے پناہ محبت تھی۔ رفتہ رفتہ اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس کے جسم کا گوشت کم ہونے لگا اور تھوڑے دن کے بعد ہی وہ اتنا لاغر ہو گیا کہ لوگ اس پر حیرت کرنے لگے۔ وہ اس سے سوال کرتے کہ گیرن تو' تو اپنی پسند کی شادی سے بے حد خوش ہے اور یوں تو کبھی نہیں ہوتا' بلکہ بعض لوگ تو خوشیاں پانے کے بعد بہترین صحت کے مالک بن جاتے ہیں۔ گیرن کو خود سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کیا ہے وہ خود بھی اپنے آپ کو بے حد کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑتے جا رہے تھے۔ گال پچک گئے تھے اور اب اس کے کلہاڑے پر چلنے والے ہاتھ کمزور پڑنے لگے تھے۔ جب وہ درختوں کو کاٹتا تو اس کا سینہ کانپنے لگتا تھا۔ اس کے ایک ہمدرد اور محبت کرنے

والے بزرگ نے کہا۔

''گیرن! بے شک تو نے اپنا جھونپڑا بہت کشادہ کر لیا ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تو نے اپنی بیوی کیلئے دنیا کی ہر آسائش مہیا کر دی ہے' لیکن تیری صحت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اس قدر محنت نہ کیا کر۔'' گیرن مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو جاتا۔ ایک دن اس نے بزرگ کی بات کے جواب میں کہا۔

''معزز بزرگ! حقیقت تو یہ ہے کہ بستی سوہا کے لوگ مجھے سڑک پر پڑا ہوا پتھر سمجھتے تھے۔ کوئی بھی کبھی مجھے اپنی بیٹی دینے پر آمادہ نہ ہوتا' کیونکہ میرا کوئی بھی نہیں تھا۔ اب تم خود بتاؤ آسمان والوں نے مجھے جس نعمت سے نوازا ہے میں اس نعمت کو کیسے ٹھکرا دوں۔ یہ تو ممکن نہیں ہو سکتا۔''

''یہ تو ٹھیک ہے' لیکن تو خود سوچ لے۔ ایک طرف تیری صحت اس طرح خراب ہو رہی ہے اور دوسری طرف اپنی بیوی کو دیکھ رہا ہے اس کا حسن روز بروز نکھرتا جا رہا ہے اور وہ کس طرح اپنے آپ کو بنائے سنوارے رہتی ہے' تو یہ دیکھتا ہے۔''

''میرے دوستو! میں تمہیں ایک بات بتاؤں کہ میں اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم کبھی مجھ سے اس کے بارے میں وہ بات نہ کہو جو میرے دل کو بری لگے۔ یہی میری اور تمہاری دوستی ہے۔''

'' تو پھر ٹھیک ہے گیرن' کبھی یہ بھی دیکھ کہ تیری خراب ہوتی ہوئی صحت نردانہ پر کیا اثر ڈال رہی ہے۔'' گیرن کو یہ الفاظ بہت عجیب محسوس ہوئے اور اس نے یہ جائزہ لیا کہ آخر لوگ یہ کیوں کہہ رہے ہیں۔ پھر اس نے جو کچھ دیکھا اس نے اسے بے حد اداس کر دیا' کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ بستی کے توانا نوجوان اب اکثر نردانہ کے ساتھ بیٹھ کر ہنس ہنس کر باتیں کیا کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ تو باقاعدہ نردانہ کے پاس آنے جانے لگے تھے اور گیرن پریشان ہونے لگا تھا۔ یہ دوستی' یہ قربت کیا کہتی تھی؟ کیا صرف یہ نردانہ کی سادہ مزاجی تھی؟ لیکن وہ جو اس کے قریب نظر آتے وہ سادہ مزاج نہیں تھے اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ گیرن جب جنگل میں لکڑیاں کاٹنے چلا جاتا تو وہ نوجوان اس کے پاس آ جاتے تھے اور گیرن کی واپسی

کے وقت سے پہلے تک نردانہ ان سے گفتگو کرتی رہتی تھی۔ ان کے ساتھ ہنستی بولتی تھی اور جیسے ہی گیرن کے آنے کا وقت ہوتا وہ اپنے دوستوں سے الگ ہو جاتی۔ گیرن کئی بار وقت سے پہلے آ کر اس بات کا جائزہ لے چکا تھا۔ پھر ادھر بستی کے لوگ بھی کبھی کبھی گیرن کے کانوں میں ایسے الفاظ ڈالتے رہتے تھے اور یہ بھی محسوس کیا تھا گیرن نے کہ نردانہ اپنے آپ کو بنائے سنوارے رہتی ہے' لیکن ایسے سازوسامان کا بھی اضافہ ہو گیا گیرن کے جھونپڑے میں جسے وہ خود نہیں لایا تھا' آخر یہ سازوسامان کہاں سے آتا ہے۔ وہ بذات خود تند مزاج نہیں تھا۔ نرمی اور حلیمی اس کی فطرت کا حصہ رہی تھی ہمیشہ۔ چنانچہ وہ نردانہ سے کچھ بھی نہ کہہ سکا' لیکن ذہنی طور پر بیمار ہو گیا۔ اب وہ اکثر کم لکڑیاں کاٹنے لگا تھا۔ اول تو صحت خراب تھی دوسرے ہر وقت عجیب سے خدشات اس کے دل میں رہتے تھے۔ وہ کئی بار یہ سوچ چکا تھا کہ ذرا جائزہ تو لے کہ نردانہ اس کی غیر موجودگی میں کہیں جاتی تو نہیں ہے؟ لیکن تمام باتوں کے باوجود اس نے آج تک نردانہ سے اس بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا؟ لیکن پھر ایک دن اس کے ذہن میں کچھ اور سمائی۔

اس نے آج کے دن لکڑیاں کاٹنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ بھی ہوگا اس کا جائزہ لے گا۔ معمول کے مطابق وہ کلہاڑا اور رسی لے کر گھر سے نکلا تھا' لیکن پھر وہ ایک ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گیا جہاں سے وہ اپنے گھر کا جائزہ باآسانی لے سکتا تھا۔ صبح گزری' دوپہر ہوئی اور پھر اس وقت اس کا دل دھڑک کر بند سا ہونے لگا جب اس نے نردانہ کو گھر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔

☆......☆......☆

گیرن کو یوں لگا جیسے اس کے بدن کی جان نکل گئی ہو۔ ویسے تو اسے خود
بھی نردانہ کا کردار مشکوک محسوس ہونے لگا تھا' لیکن اسے اس بات کا پورا پورا یقین
نہیں تھا کہ وہ سچ مچ غلط راستوں کی راہی ہوگئی ہے۔ وہ یہ سوچنے لگا کہ نردانہ کا ماضی
پتہ نہیں کیا ہے؟ اس کے دشمن کون تھے؟ جن کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔ حد سے زیادہ
بڑھی ہوئی شرافت نے گیرن کو مفلوج کر دیا تھا' ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ اسے نردانہ کے
بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کرنا چاہئے تھیں۔ یہ معلوم کرنا چاہئے تھا کہ
آخر وہ کون ہے؟ اس کا ماضی کیا ہے؟ وہ بیشک ایک جوان لڑکی تھی جس نے زندگی
کے بہت سارے دن نہیں گزارے تھے' لیکن پھر بھی کسی کا دشمن بننے کی کوئی نہ کوئی
وجہ تو ضرور ہوتی ہے۔ آخر اس دشمنی کی وجہ کیا تھی؟ وہ پریشانی سے سوچنے لگا' پھر اس
نے دیکھا کہ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک سمت جا رہی ہے' آہ کیا ہی دلکش چال ہے
اس کی۔ یہ چال تو پہلے بھی گیرن کو بہت دلکش محسوس ہوتی تھی' لیکن آج وہ ضرورت
سے کچھ زیادہ ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کا رخ بستی کے بیرونی حصے کی جانب تھا
اور گیرن اس کا تعاقب کر رہا تھا' لیکن رفتہ رفتہ اس کے دل کی گرمی پیدا ہونے لگی۔
اس کی رگوں میں دوڑتا ہوا خون گرم ہونے لگا اور اس کے اندر چنگاریاں سی سلگنے
لگیں۔ اسے یقین ہو گیا کہ نردانہ کہیں ایسی جگہ جا رہی ہے' جہاں اس کا کوئی محبوب
منتظر ہوگا' چنانچہ گیرن نے اپنی فطرت کے خلاف اپنے آپ کو بہت ہی محفوظ کیا اور
اس کی نگاہوں سے اوجھل اس کا پیچھا کرتا رہا۔ اسے حیرت تھی کہ بستی کے آخری
سرے پر پہنچنے کے باوجود نردانہ نہیں رکی تھی اور طویل فاصلے طے کرتی ہوئی آخر کار
اس پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گئی تھی۔

''آہ بے وفا عورت! میں نے تجھے زندگی کی ساری خوشیوں سے ہمکنار کیا۔
میں نے ہمیشہ تیرا اس طرح خیال رکھا کہ تجھے کبھی کوئی تکلیف نہ ہو' لیکن آخر تو
عورت ہے' لیکن تو نہیں جانتی کہ مرد بہرحال مرد ہوتا ہے۔ عورت کی بے وفائی اسے
کبھی برداشت نہیں ہوسکتی۔ اگر میں نے تجھے اپنے کسی محبوب کے ساتھ دیکھا تو یہ سمجھ
لے کہ یہ تیری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ اتنے ٹکڑے کروں گا تیرے بدن کے کہ کوئی
گن بھی نہ سکے گا۔ یہ کلہاڑی جو آج تک موٹے موٹے درختوں کو کاٹتی رہی ہے تیری
ہڈیوں کو اس طرح کاٹے گی کہ لوگ انہیں دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں گے۔ میں نے
تجھے ہمیشہ اتنا چاہا ہے جتنا شاید کوئی کسی کو نہ چاہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا
میں پہلی بار میں نے کسی کو اپنایا تھا اور اس سے محبت کی تھی۔ گیرن سوچتا رہا اور نردانہ
اس کی سوچوں سے بے نیاز آگے بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ ایک غار کے دہانے پر
پہنچ کر رکی اور کچھ لمحوں کے بعد وہ غار کے دہانے میں داخل ہوگئی۔

اب گیرن کا شبہ یقین میں داخل ہوگیا تھا۔ اس نے اپنی کلہاڑی کی دھار
پر ہاتھ پھیرا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس غار کے دہانے پر پہنچ گیا۔
اس نے ابھی تک نردانہ کو کسی بھی شبہے کا موقع نہیں دیا تھا اور اتنی آہستگی سے سارے
کام کئے تھے کہ نردانہ کو اس کا پتہ نہ چل سکا۔ باہر پڑنے والی دھوپ نے غار کے
اندرونی حصے کو بہت ٹھنڈا کر دیا تھا اور اس ٹھنڈ کا احساس باہر تک ہوتا تھا۔ یہاں رک
کر گیرن نے سوچا کہ آخر اس کا آئندہ قدم کیا ہونا چاہئے' کچھ پتہ تو چلے کہ قصہ کیا
ہے؟ اندر سے پہلے کچھ آوازیں تو آئیں لیکن غار کے کنارے کھڑے کھڑے کافی دیر
ہوگئی اور اندر سے پھر کوئی خاص آواز نہیں سنائی دی' لیکن اب اس طرح کھڑے رہنا
بے مقصد تھا۔ کچھ پتہ تو چلنا چاہئے کہ قصہ کیا ہے؟ چنانچہ آہستہ آہستہ وہ غار کے
دہانے سے اندر داخل ہوگیا۔ کلہاڑی اس نے دونوں ہاتھوں سے سنبھال لی تھی' کچھ
لمحے اس کے اندر کھڑے ہو کر تاریکی میں نگاہیں دوڑائیں اور پھر جو منظر اس کی
نگاہوں کے سامنے آیا اسے دیکھ کر وہ شدت حیرت سے پتھرا گیا' یقینی طور پر وہ نردانہ
ہی تھی' لیکن وہاں کوئی اور نوجوان موجود نہیں تھا' البتہ جو منظر نگاہوں کے سامنے تھا وہ

انتہائی ہولناک تھا۔ ایک انتہائی خوفناک پیلے رنگ کا اژدھا نردانہ کے جسم سے لپٹا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ اژدھا نردانہ کے قریب اس طرح تھا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا' لیکن یہ منظر دیکھ کر گیرن اپنے آپ پر قابو نہ پا سکا اور اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ بلند ہو گئی۔ چیخ کی اس آواز نے نردانہ کی آنکھیں کھول دیں۔

گیرن پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ہولناک اژدھے کو اور نردانہ کو دیکھ رہا تھا۔ نردانہ نے اجنبی نگاہوں سے گیرن کو دیکھا جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو' لیکن کچھ ہی لمحوں میں گیرن کو یہ اندازہ ہو گیا کہ نردانہ کے چہرے پر شناسائی کا کوئی تاثر موجود نہیں ہے۔ بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی اجنبی کو دیکھ رہی ہو' جبکہ گیرن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ بے شک اس نے کلہاڑی دونوں ہاتھوں سے پکڑی ہوئی تھی' لیکن اژدھے پر وار کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ موٹا اژدھا نردانہ کا خاتمہ کر چکا ہے یا نردانہ زندہ ہے' لیکن کھلی ہوئی آنکھوں میں زندگی موجود تھی۔

گیرن اسے نردانہ کے جسم سے لپٹے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ نردانہ ایسے اسے دیکھتی رہی جیسے کوئی اجنبی کسی کی خلوت میں دخل انداز ہو جاتا ہے' پھر اس نے آنکھیں بند کر کے زور سے بھینچیں اور آنکھیں کھول دیں اور اس کے بعد اس نے اس طرح اژدھے کو تھپتھپایا جیسے اسے کچھ اشارے کر رہی ہو۔ اژدھے نے گردن گھما کر گیرن کو دیکھا اور گیرن کو اس کی آنکھوں میں ایک خوفناک چمک کا احساس ہوا' تب اژدھا آہستہ آہستہ اپنے جسم کے بل کھولنے لگا اور اس کے بعد اس نے اتنا چوڑا پھن پھیلایا کہ گیرن کے ہوش و حواس ہی رخصت ہونے لگے۔ اژدھے کی آنکھوں کو دیکھ کر ہی گیرن کے دل میں وحشت کا تصور ابھر رہا تھا' لیکن اب جب پھن پھیلا کر اس نے ایک خونخوار پھنکار منہ سے نکالی تو گیرن کو یوں محسوس ہوا جیسے آگ کی لپٹ اس کے قدموں کو چھو رہی ہو۔ زہریلی لپٹ دوبارہ نکلی تو گیرن کے قدم وہاں نہ رکے۔ اس نے ایک اور دلخراش چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی باہر چھلانگ لگا دی' پھر وہ اس طرح دوڑتا چلا گیا کہ خود اس کیلئے رکنا ممکن نہیں ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا تھا۔ وہ جنگل میں بہت دور تک نکل آیا۔ نردانہ کے بارے میں اس

نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اژدھے کے چنگل میں اپنی مرضی سے ہی گرفتار تھی' بلکہ ایک طرح سے اس کے اور اژدھے کے درمیان کوئی ایسی واقفیت تھی جیسے ایک مرد کی عورت سے ہوتی ہے' لیکن بھلا یہ بھی کوئی سمجھنے والی بات ہے' اگر کسی سے کہتا بھی تو خود ہی شرمندہ ہونا پڑتا۔ لوگ کہتے کہ گیرن پاگل ہو گیا ہے۔ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر اس پر دیوانگی طاری ہو گئی ہے۔ آہ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ ایک گھنے لمبے چوڑے درخت کے نیچے بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ اس کے دماغ میں سناٹے اتر رہے تھے۔

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اگر نردانہ کا کردار خراب تھا تو سوہا بستی کا کوئی نوجوان بھی اس کے ساتھ ہونا چاہئے تھا' لیکن یہ اژدھا' یہ کون تھا؟ اور پھر اژدھے کی آنکھوں میں ایسی نفرت' ایسی کیفیت تھی جیسے کوئی اپنے رقیب کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اس نے انداز بھی ایسا ہی اختیار کیا تھا کہ گیرن وہاں سے بھاگ جائے اور نردانہ کی آنکھوں کی بے نیازی' کوئی ایک بات تھی جو پریشان کر رہی ہو' کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ قصہ کیا ہے؟

بہرحال دن گزر گیا پھر اسے یہ احساس ہوا کہ جو کچھ کرنا ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس معمے کو حل کرنے کیلئے دماغ لڑانا ہی پڑے گا۔ یہ انوکھی داستان ایسے تو ختم نہیں ہو جائے گی' کچھ پتہ تو چلے کہ آخر قصہ کیا ہے؟ چنانچہ اس نے تھوڑی سی لکڑیاں کاٹیں اور انہیں لے کر بستی میں پہنچا۔ بستی میں ان لکڑیوں کو بیچ کر اس نے کچھ چیزیں خریدیں اور آہستہ آہستہ اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ نردانہ کا سلوک اس کے ساتھ کیا ہو گا؟ لیکن نردانہ نے ہمیشہ کی طرح مسکراتی نگاہوں سے گیرن کا خیر مقدم کیا تھا۔ گیرن نے ایک گہری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔ اسے یہ احساس ہوا کہ نردانہ اس کی کیفیتوں سے بے خبر ہے اور اسے ایسے لگا جیسے نردانہ نے اسے غار میں دیکھا ہی نہ ہو۔ اس نے اسی انداز میں گیرن سے باتیں کیں جیسے روزانہ کرتی تھی۔ اس سے محبت کا اظہار بھی کیا۔ اس کی خدمت گزاری بھی کی' لیکن گیرن کیلئے یہ رات کانٹوں کی رات تھی۔ اس نے ساری رات جاگتے ہوئے گزاری

تھی۔ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کون ہے جو اس کا ساتھ بنے۔ بستی کے کسی بزرگ سے بھی پوچھتا تو یہی خدشہ تھا کہ لوگ طرح طرح کی باتیں بنانے لگیں گے اور ہو سکتا ہے سوہا کا سردار اسے بستی ہی سے نکال دے۔ ویسے بھی اب اس کا گھر بری نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور کئی بار اس طرح کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑے تھے جس میں بستی کے بزرگ کہتے تھے کہ دریا میں ملنے والی عورت نے بستی کے ماحول کو خراب کر دیا ہے۔ اصل میں غلطی سردار ہی کی ہے۔ اجنبی عورت کو سوہا میں جگہ نہیں دینی چاہئے تھی۔ ان معلومات کے بغیر کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ لیکن بہرحال اب چونکہ وہ گیرن کی بیوی تھی اس لئے اسے بستی سے نکالا نہیں جا سکتا تھا۔ البتہ بستی کے لوگوں نے یہ طے کیا تھا کہ کسی وقت گیرن ہی کو اس بارے میں اطلاع دی جائے گی۔ ابھی تک انہوں نے نجانے کیوں خاموشی اختیار کئے رکھی تھی۔ بہرحال گیرن شدید پریشانیوں کا شکار تھا۔ عقل نے اس سے یہی کہا تھا کہ وہ زبان بند رکھے۔ چنانچہ اس نے زبان بند رکھی تھی۔ نہ وہ نردانہ سے کچھ کہتا اور نہ کسی اور سے' لیکن اس غم نے اسے اندر ہی اندر گھلانا شروع کر دیا تھا اور اس کی صحت پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوتی جا رہی تھی' جبکہ نردانہ نے ایک اور گل کھلایا تھا۔ یہ گل وہ بچی تھی جسے نردانہ نے جنم دیا تھا اور نردانہ کی جنم دی ہوئی بیٹی کو یقینی طور پر گیرن نے اجنبی نگاہوں سے دیکھا۔ اسے یقین ہی نہیں آیا کہ یہ گیرن اور نردانہ کے ملاپ کا نتیجہ ہے۔ لڑکی اس قدر حسین تھی کہ دیکھنے والوں نے دانتوں میں انگلیاں دبا لی تھیں۔ وہ بے یقینی کے انداز میں گیرن کو اور نردانہ کو دیکھتے' بلکہ کسی نے تو دبی زبان میں گیرن سے سوال ہی کر لیا۔

''گیرن! کیا تجھے یقین ہے کہ یہ لڑکی جو تیرے گھر میں پیدا ہوئی ہے' تیری اور نردانہ ہی کی اولاد ہے۔'' اگر عام حالات میں یہ سوال گیرن کیا کسی سے بھی کیا جاتا تو شاید خون خرابہ ہو جاتا۔ کون برداشت کر سکتا تھا اس بے تکے سوال کو' لیکن گیرن کے اپنے دل میں چور تھا۔ وہ سوال کرنے والے کا منہ دیکھتا رہ گیا تھا اور اس نے کچھ بھی نہ کہا تھا۔

لیکن بہرحال وہ بچی جس کا نام خود نردانہ نے اشوریہ رکھا تھا' واقعی بے پناہ حسین تھی اور اشوریہ کو دیکھنے والے' بس اس طرح اس کے سحر میں گرفتار ہو جاتے جیسے ان کے ہوش و حواس رخصت ہو گئے ہوں۔ بہرحال گیرن آج بھی پہلے ہی کی مانند تھا۔ اس نے اس بارے میں کسی کے سامنے اپنی زبان نہیں کھولی تھی۔ جبکہ بے شمار بار اس کا دل چاہا تھا کہ کسی کو اپنا راز دار بنا لے' لیکن ایسا کوئی اس کے سامنے نہیں تھا۔ البتہ اس کے دن رات بے چین ہو گئے تھے۔ نہ دن کو سکون ہوتا تھا' نہ رات کو نیند آتی تھی' پھر اچانک ہی ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔ ایک رات وہ نیم غنودگی کے عالم میں آنکھیں بند کئے کروٹ لئے سو رہا تھا کہ اچانک اسے سانپوں کی پھنکاریں سنائی دینے لگیں۔ یوں لگا جیسے بہت سارے سانپ اس کے جھونپڑے میں گھس آئے ہوں۔ وہ شدید بے چینی کا شکار ہو گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اس کے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ جھونپڑے کے اس چھوٹے سے حصے میں بہت سے کالے ناگ لہرا رہے تھے۔ گیرن کا حلق جیسے بند ہو گیا۔ وہ آواز تک نہیں نکال سکتا تھا۔ کالے ناگوں کا ایک پورا غول کا غول اس کی جھونپڑی میں لہریں لے رہا تھا اور پھر اس نے ایک اور منظر بھی دیکھا۔ یہ کالے ناگ اشوریہ کی آرام گاہ کے گرد اس طرح کنڈلیاں مار کر بیٹھ گئے تھے جیسے اس کی حفاظت کر رہے ہوں اور اشوریہ جو ابھی معصوم تھی انہیں دیکھ کر قلقاریاں مارتی رہی تھی اور تھوڑے ہی فاصلے پر اس نے نردانہ کو دیکھا جو مسکراتی نگاہوں سے ان ناگوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں کہا۔

''یہ کیا ہے آسمان والے' یہ کیا ہے' کیا ہوا ہے میرے ساتھ؟ آہ میں کیا کروں؟'' اس نے اس کے بعد بھی کئی بار اپنی جھونپڑی میں سانپوں کو لہراتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ دہشت سے کانپ اٹھتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ سانپ نہ نردانہ کو نقصان پہنچائیں گے اور نہ اس کی بیٹی اشوریہ کو' لیکن یہ بات بھی اس نے دیکھی تھی کہ بیٹی کی ماں بن جانے کے بعد نردانہ کا حسن اور بے مثال ہو گیا تھا۔ ایسی نکھری تھی وہ کہ بس انسان اسے دیکھتا ہی رہ جائے۔ اس کے بدن کی لطافتیں بے مثال ہو گئی

تھیں۔ جوانی جیسے ایک تناور درخت کی مانند اس پر اثر انداز ہوگئی تھی اور وہ ایک ایسے
پھلدار درخت کی طرح جھومنے لگی تھی جس پر بے شمار پھل لگ گئے ہوں۔ یہی وجہ تھی
کہ بستی کے اکثر نوجوان اس کے اردگرد منڈلاتے نظر آتے اور غالباً کئی بار اس کیلئے
ان نوجوانوں میں تصادم بھی ہوگیا تھا۔

یہاں تک کہ ایک بار ایک بزرگ نے اس وقت گیرن کو روکا جب وہ اپنا
کلہاڑا لے کر جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہا تھا۔ اس شخص نے گیرن سے ایک طرف
چلنے کیلئے کہا اور پھر وہاں پہنچ کر اس نے گیرن سے کہا۔

''گیرن! جو کچھ ہو رہا ہے اگر تیری آنکھیں بند ہیں تو تجھے پاگل دیوانہ یا
پھر ایک بے غیرت انسان ہی کہا جا سکتا ہے۔''

''کیا ہوا معزز بزرگ؟''

''تو جنگلوں میں بڑی لکڑیاں کاٹتا پھرتا ہے' کبھی اپنے گھر کی طرف دیکھا تو
نے۔ یہ بھی علم ہوا تجھے کہ تیری بیوی کیا گل کھلا رہی ہے؟''

''بزرگ میں......''

''سن گیرن! پانی اب سر سے اونچا ہو گیا ہے اور بستی کے لوگ اس بات پر
غور کرنے لگے ہیں کہ کچھ نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ یہ شکایت سردار تک پہنچائی
جائے۔ تیرے اندر سے تو غیرت کا نشان مٹ چکا ہے' لیکن تیرے آس پاس رہنے
والے تجھے اب بستی میں برداشت نہیں کر سکتے۔'' گیرن نے بے بسی کی گہری گہری
سانسیں لیں اور خاموش ہو گیا۔ وہ شخص پھر بولا۔

''سن گیرن! تو ہمارا پرانا ساتھی ہے۔ ہم تجھے دکھ نہیں پہنچانا چاہتے' لیکن
بہتر یہ ہے کہ اس سلسلے میں تو ہی سوچ اور اس کا خود کوئی حل تلاش کر' ورنہ کیا فائدہ
تجھے دھکے دے کر بستی سے نکال دیا جائے گا۔''

''میں کچھ کروں گا معزز بزرگ۔'' گیرن نے شرمندگی سے کہا اور پھر اسی
رات گیرن بڑی ہمت کر کے نردانہ کے پاس پہنچا۔ نردانہ نے ہوش ربا نگاہوں سے
اسے دیکھا۔ کمبخت کی آنکھیں ایسی تھیں کہ انسان اپنے حواس ہی کھو بیٹھے۔ کچھ یاد نہ

رہے لیکن اس کا حل یہی تھا کہ گیرن نگاہیں جھکائے رہے۔

''نردانہ! تجھے اندازہ ہے کہ تیرے بارے میں لوگ کیا کیا کہانیاں سنا رہے
ہیں؟''

''کیسی کہانیاں گیرن؟'' نردانہ نے نغمہ بار آواز میں پوچھا۔

''تو غور کر خود غور کر...... وہ کہتے ہیں کہ اجنبی نوجوان تیرے اردگرد
منڈلاتے رہتے ہیں' ایسے نوجوان جن سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔''

''تو پھر؟''

''میں نے خود بھی دیکھا ہے۔ میں ان شکلوں کو پہچانتا بھی ہوں جن سے
تیری دوستی ہے۔'' گیرن سمجھ رہا تھا کہ نردانہ اس بات پر شدید غصے کا شکار ہو جائے گی'
لیکن نردانہ نے کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔

''دوستی تو اچھی چیز ہے اور پھر دوستی کرنے میں آخر کیا حرج ہے؟''

''اگر تیری یہ دوستی بستی کی عورتوں سے ہوتی تو شاید مجھے اعتراض نہ ہوتا۔''

''بستی کی عورتیں مجھ سے بات نہیں کرتیں' جبکہ مرد بہت آسانی سے مجھ سے
دوستی کر لیتے ہیں۔ اب ظاہر بات ہے کہ جب مجھے اتنے سارے لوگوں کی دوستی
حاصل ہے تو میں خود کیوں عورتوں کے پیچھے جاؤں۔ میرے یہی دوست میرا بہت
خیال رکھتے ہیں۔''

''تم بات سمجھ نہیں پا رہی ہو۔''

''میں سمجھنا بھی نہیں چاہتی۔ سیدھی سی بات ہے میرے کچھ دوست ہیں
جنہیں میں پسند کرتی ہوں اور ان سے دوستی کو اچھا سمجھتی ہوں۔''

''کیا تو مجھ سے پیار نہیں کرتی؟''

''یہ کیا بات ہوئی؟ تم سے پیار کرنے نہ کرنے سے اس کا بات کا کیا تعلق
ہے؟ میں تو تمہیں اتنا چاہتی ہوں کہ دل چاہتا ہے ہر وقت تم میرے پاس رہو۔''

''لیکن تیرا زیادہ وقت تیرے دوستوں میں گزرتا ہے۔''

''میں صرف تجھ سے پیار کرتی ہوں۔ صرف تجھ سے' دیکھ میری طرف دیکھ

یہ جوانی تیرے لئے ہے' صرف تیرے لئے ہے۔ دیکھ نا......'' اور گیرن کی نگاہیں بے اختیار اس کی جانب اٹھ گئی تھیں اور وہ اس کے حسین سراپے کو دیکھنے لگا۔ گیرن کی نگاہیں اس کے حسین سراپے سے گزرتی ہوئی اس کے چہرے پر آ کر رک گئیں اور وہ اس کی آنکھوں میں کھو سا گیا۔ بس اس کے بعد اسے کچھ یاد نہ رہا تھا۔ نردانہ کے جسم کی لطافتیں اس کے ہوش اڑا دینے کیلئے کافی تھیں۔ وہ ان لطافتوں میں کھو کر دنیا کی ہر بات سے بے خبر ہو گیا تھا۔ نردانہ کے پاس یہ بہترین ہتھیار تھا جو گیرن کو بے موت مار دیتا تھا۔ بہرحال گیرن اس وقت ایک بار پھر اس کے سحر میں کھو کر ہر بات بھول گیا تھا۔

دوسری صبح جب گیرن جاگا تو اس کو رات کی تمام باتیں یاد آئیں اور اس کو خود پر بے پناہ غصہ آیا تھا' لیکن دل مسوس کر رہ جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا' پھر تین چار دن اسی طرح گزر گئے۔ بستی کے لوگوں کے الفاظ اس کیلئے ناسور بن گئے تھے اور اس کا ذہنی کرب بڑھتا جا رہا تھا۔ ایک دن اس نے نردانہ سے پھر کہا۔

''نردانہ! تو نے میری بات پر غور نہیں کیا۔''

''کونسی بات؟''

''یہی کہ تو بستی کے دوسرے نوجوانوں سے دوستی چھوڑ دے۔''

''میں نے جواب دیا تھا کہ مجھے ان لوگوں سے دوستی پسند ہے۔''

''لیکن کیوں؟''

''اس لئے کہ میرا وقت ان کے ساتھ اچھا گزرتا ہے۔''

''کیوں میرے ساتھ وقت گزارنے میں کیا حرج ہے؟''

''تمہیں جنگل میں لکڑیاں کاٹنے سے فرصت ملے تو تمہارے ساتھ وقت گزاری کی جائے۔''

''لیکن...... یہ اچھی بات نہیں ہے کہ تو اجنبی لوگوں سے دوستی کرتی پھرے۔ بستی کے لوگ نجانے کیا کیا باتیں بناتے ہیں؟''

''کون لوگ ہیں یہ' اور انہیں میری دوستی سے کیا تکلیف ہے؟''

''تو نہیں سمجھ پا رہی' نہیں سمجھ رہی ہے تو......''

''کوئی سمجھنے والی بات ہو تو میں کوشش کروں۔'' نردانہ نے سادہ سے انداز میں کہا۔

''نردانہ! میری زندگی اسی بستی میں گزری ہے۔ یہاں کے رسم و رواج میں یہ بات شامل ہے کہ عورتیں عورتوں سے دوستی کیا کرتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد کی راز دار ہوتی ہیں۔ یہاں اس بات کو قطعی اچھا نہیں سمجھا جاتا کہ کوئی عورت غیر مردوں سے دوستی کرتی پھرے۔ یہ لوگ اس بات کو بہت برا سمجھتے ہیں اور اس سے احتیاط برتتے ہیں اور ہم بھی اسی بستی کے رہنے والے ہیں۔ جہاں یہ لوگ رہتے ہیں تو ہمیں بھی وہی سب کرنا پڑے گا جو دوسرے کرتے ہیں۔ اس لئے آج کے بعد تم ان سب لوگوں سے بات کرنا چھوڑ دو گی جن سے تمہاری دوستی ہے۔''

''تو پہلے ان لوگوں کو منع کرو جو میرے پاس آتے ہیں۔ پہلے انہیں سمجھاؤ جو خود میرے پاس دوستی کیلئے آتے ہیں۔ وہ میرے پاس نہ آیا کریں اور اگر اس کے باوجود وہ یہ سلسلہ جاری رکھتے ہیں تو پھر میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی۔''

''کچھ نہیں کر سکتی ہو' کتیا' کمینی......''

''ہاں بالکل......'' نردانہ نے اسی انداز میں جواب دیا اور گیرن غصے سے بے قابو ہو گیا۔ اس کا داہنا ہاتھ نردانہ کے رخسار پر اپنا بھرپور نشان چھوڑ گیا تھا۔ نردانہ نے گردن جھکا لی تھی۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس تھپڑ کا اس پر شدید ردعمل نہیں ہوا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی اور بچی کو گود میں لے کر اسے پیار کرنے لگی۔ بڑا عجیب سا انداز تھا یہ۔ گیرن کو اپنے رویے پر تھوڑا سا افسوس بھی ہوا اور نردانہ کے طرز عمل پر بھی کہ اس نے اس تھپڑ کا برا نہیں مانا ہے اور کوئی غصہ کئے بغیر اپنے کام میں مصروف ہو گئی ہے۔ گیرن کے ذہن میں ایک اور خیال بھی آیا تھا کہ نردانہ شاید اپنی معصومیت میں مردوں سے تعلقات کو برا نہیں سمجھ رہی اور میرے تھپڑ پر بھی برا منائے بغیر اپنے کام میں مصروف ہو گئی ہے۔ ہاں یہ اس کی معصومیت ہے یا پھر ذہن کی خرابی۔

بہرحال گیرن کا ذہن کافی حد تک پراگندہ ہوگیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ ساری رات اس نے سوچتے ہوئے گزاری تھی۔ البتہ ایک خاص بات ضرور تھی کہ آج وہ کالے ناگ نہیں آئے تھے جو روزانہ اشوریہ کے پاس آتے تھے۔ پھر بھی گیرن نے ساری رات آنکھوں میں کاٹی تھی اور دوسری صبح اسی پریشانی کے عالم میں جنگل میں لکڑیاں کاٹنے کیلئے نکل گیا تھا۔

بستی کے راستوں سے گزرتا ہوا وہ جنگل کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں بستی کے ایک بزرگ مل گئے۔ انہیں دیکھ کر وہ رک گیا تھا۔

''گیرن! تم کافی پریشان نظر آ رہے ہو۔''

''ہاں معزز بزرگ! مجھے اپنی اس پریشانی کا کوئی حل نہیں مل رہا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کرنا چاہئے۔''

''میرا خیال ہے کہ اسے لے کر کچھ دن کیلئے بستی سے دور چلے جاؤ۔''

''کہاں جاؤں اسے لے کر' میں تو یہیں پیدا ہوا ہوں' میری ساری زندگی یہیں گزر گئی ہے۔ قریب میں بھی کوئی بستی نہیں ہے اور پھر نردانہ کا جو رویہ ہے وہ مجھے کہیں اور بھی چین نہیں لینے دے گا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کسی دوسری بستی میں اس کا رویہ کیا ہوگا۔''

''رب عظیم تمہاری مشکل آسان کرے۔''

اور شاید رب عظیم اس کی مشکل آسان کرنے پر تل گیا تھا' کیونکہ جنگل جاتے ہوئے ایک کالا ناگ اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔ گیرن کو اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ ایک ناگ اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ اپنے خیالوں میں مگن جنگل کی طرف چلا جا رہا تھا' پھر ایک درخت کے پاس پہنچ کر اس نے کلہاڑی چلانی شروع کی تھی کہ ایک درخت کی آڑ سے ناگ آہستہ آہستہ زمین پر رینگتا ہوا اس کی جانب بڑھا اور گیرن کے پیروں کے نزدیک پہنچ کر بہت آرام سے اپنا پھن گیرن کے پاؤں پر مارا تھا۔ گیرن کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی تھی۔ لمحوں میں اس کا پورا بدن نیلا پڑ گیا تھا۔ بہت زہریلا ناگ تھا جس نے اس کے پورے بدن کو پگھلانا شروع کر دیا

تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گیرن کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ کلہاڑی بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی تھی اور پھر اس نے اپنے جسم کر زمین پر ڈال دیا تھا۔ ناگ اپنا کام ختم کر کے جا چکا تھا۔ گیرن چند لمحوں تک تڑپتے رہنے کے بعد ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔

☆......☆......☆

دوسری طرف جب گیرن شام تک گھر واپس نہیں پہنچا تو بستی والوں کو فکر لاحق ہوئی کہ گیرن واپس نہیں پہنچا ہے۔ نردانہ کو بھلا کیا فکر ہوسکتی تھی۔ اس کا رویہ عجیب سا تھا۔ بہرحال دوسرے دن بستی والوں نے خود ہی گیرن کی تلاش شروع کر دی تھی۔ آس پاس کے جنگل میں انہوں نے گیرن کو تلاش کیا تھا۔ تیسرے دن جنگل کے اندرونی حصے سے انہیں گیرن کی لاش دستیاب ہوگئی تھی' لیکن اس حالت میں تھی کہ جب اسے اٹھایا گیا تو اس کے جسم کا ہر حصہ ایک دوسرے سے الگ ہو کر بہہ رہا تھا۔ پورا جسم ایک سیال کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس لاش کی حالت دیکھ کر بستی والے سمجھ گئے تھے کہ گیرن کو کسی انتہائی زہریلے ناگ نے ڈس لیا ہے اور اس کا پورا بدن اندر سے گل کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ اب یہی ممکن تھا کہ لاش کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ بستی کے افراد واپس آ گئے تھے۔

گیرن کی موت کی خبر سن کر نردانہ پر کوئی خاص اثر نہ ہوا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر کیلئے گردن جھکا لی تھی اور پھر معمول کے مطابق مگن ہوگئی تھی۔ یوں بھی بستی کے لوگ اس کی حرکتوں کی وجہ سے اس سے نفرت کرنے لگے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس سے کسی قسم کے افسوس کا اظہار نہ کیا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ بستی کے لوگ اصل حقیقت سے ناواقف تھے کہ ناگ کے ڈسنے کی وجہ نردانہ ہی ہے۔ چنانچہ دونوں ماں بیٹیاں اس سلسلے میں صاف بچ گئی تھیں۔

بہرحال گیرن کی موت کے بعد دونوں ماں بیٹیاں تنہا رہ گئی تھیں اور اس بستی میں ان کا کوئی سہارا نہ رہا تھا۔ کئی لوگ اب بھی اس کے بارے میں ہمدردی سے سوچتے تھے' کوئی کہتا۔

''بیچاری کس طرح اپنا اور اپنی بچی کا گزارا کرے گی۔ گیرن کیا کماتا تھا اور جو کچھ کماتا تھا وہ نردانہ پر لگا دیتا تھا۔ اس نے کیا چھوڑا ہوگا نردانہ کیلئے۔''

''پھر بھی اس عورت کا رویہ بڑا عجیب ہے' یوں لگتا ہے جیسے گیرن کی موت کا اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہے۔ اس کے چہرے پر وہی بشاشت' وہی تازگی ہے۔ ایسا ہماری زندگی میں پہلی بار ہوا ہے' بلکہ شاید سوہا کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ کوئی عورت شوہر کی موت کے بعد بھی اس طرح ہے جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ کیسی عجیب بات ہے؟''

''وہ اس بستی کی ہے ہی کب' نجانے کہاں سے آئی ہے۔ وہ تو بیچارے گیرن کی قسمت خراب تھی کہ اسے اٹھا کر یہاں لے آیا تھا اور اب ......''

''اب بھی اس کے وہی رنگ ڈھنگ ہیں۔ اس کیلئے کیا کمی ہے۔ بستی کے رنگین مزاج نوجوان اس کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ ظاہر ہے نردانہ نے ان سے دوستی تو ترک نہیں کی ہے۔ بستی کے آوارہ نوجوان اس کے پاس آنے جانے کا سلسلہ برقرار رکھے ہوئے ہیں' بلکہ اب تو یہ بھی خطرہ ہے کہ اس کے رقیب آپس میں جنگ و جدل پر آمادہ ہو جائیں گے۔ یعنی ایک طرف تو ان کا اخلاق خراب ہو ہی رہا ہے دوسری طرف بستی کا امن بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔''

''واقعی یہ بہت خطرناک بات ہے' کیا ہم اس بات کا انتظار کریں کہ ہمارے نوجوان اخلاقی طور پر تباہ ہو جائیں اور اس عورت کیلئے آپس میں لڑنے مرنے سے بھی گریز نہ کریں۔''

''بات حد سے آگے بڑھنے سے پہلے سردار سے رابطہ قائم کیا جانا چاہئے۔''

''ہاں یہ ضروری ہو گیا ہے۔'' اور سب اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ سردار سے اس سلسلے میں بات کی جائے تاکہ کوئی مناسب فیصلہ کیا جا سکے۔

☆......☆......☆

کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایک عجیب وغریب سفر تھا۔ وہ دونوں ایک ان دیکھی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ تیز دھند ان کے بدن کو چیر رہی تھی۔ کئی دفعہ ہواؤں کے تھپیڑے ان سے ٹکرائے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی گر جائیں گے' لیکن وہ گر بھی نہیں رہے تھے۔ ایک عجیب سے خلاء میں سفر کر رہے تھے' جس میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا' لیکن ابھی اس سفر کو دو یا تین منٹ سے زیادہ نہیں ہوئے تھے کہ ان کے پاؤں کسی چیز میں الجھ گئے اور ان کے بدن فضا میں جھول کر رہ گئے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا پاؤں اوپر اور سر نیچے تھا۔ پھر جب حواس بحال ہوئے اور آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو انہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا۔ کسی درخت کی مضبوط شاخیں تھیں جن میں ان دونوں کے پاؤں الجھے ہوئے تھے اور وہ دونوں شاخوں سے الٹے لٹکے ہوئے تھے۔ اس وقت ان پر وہی مثال صادق آتی تھی کہ آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا۔ درخت کی شاخ سے ٹکرانے کے نتیجے میں ان کے جسموں پر گہری خراشیں بھی آئی تھیں لیکن حیرانی کے عالم میں انہوں نے ان خراشوں پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ تو بس حیرانی سے ایک دوسرے کو لٹکے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ الٹا لٹکنے کی وجہ سے دماغ چکرا گیا تھا' پھر کافی حد تک حواس بحال ہوئے تو انہوں نے خود کو سنبھالا اور جہانگیر نے کمال کو اشارہ کیا اور جسم کو باآسانی موڑ کر اوپر اٹھایا اور دونوں ہاتھوں سے اسی شاخ کو تھام لیا اس کے بعد پاؤں آہستہ آہستہ نیچے اتارے سیدھے کئے اور ہاتھوں کے بل خود کو سنبھال کر شاخ پر بیٹھ گئے۔ کمال کیلئے یہ ایک نیا تجربہ تھا' لیکن پھر بھی بہت احتیاط کے ساتھ اس نے شاخ کو سنبھالا تھا' جس میں جہانگیر شاہ نے بھی اس کی مدد کی تھی اور اسے

سہارا دے کر شاخ پر بٹھایا۔ کافی دیر گم صم بیٹھے رہے تھے۔ پھر جہانگیر شاہ نے کہا۔

''یہ کہاں آ گئے؟''

''مم...... مجھے کیا پتہ؟'' کمال نے خوف سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو نے ہی تو مشین کا بٹن دبایا تھا۔''

''ہاں شاید۔'' کمال ڈرا ہوا تھا۔

''شاید نہیں تو نے ہی بٹن دبایا تھا اور اس مشین نے اپنا کام پورا کیا ہے اور ہم ایک ان دیکھے' ان جانے ماضی میں پہنچ گئے ہیں۔''

''مم...... ماضی میں۔''

''تو پڑھا لکھا ہے' اتنی سی بات نہیں سمجھ سکا کہ اس مشین کے ذریعے ہم یہاں تک پہنچ گئے اور سن اب ممیانے کے بجائے یہ سوچ کہ آگے کیا کرنا ہے۔''

''کیا سوچوں' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔''

''او بھائی! او پیارے بھائی! پولیس کے چنگل سے تو بچ گئے ہیں' لیکن اس سائنسدان کے کہنے کے مطابق ہم اس دنیا میں پہنچ گئے ہیں جو ایک ایسا ماضی ہے جو ہمارے وقت سے بہت پہلے کا ہے۔''

''یہ بات بھی تو دعو۔ ے نہیں کہی جا سکتی کہ یہ ضی کی دنیا ہے یا مستقبل کی' حال کی تو ہے نہیں یا پھر اگر حال کی بھی ہے تو ہم کسی ایسی جگہ ہیں جہاں کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہیں ہیں۔'' کمال نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تا حد نظر ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔ ہلکے پھلکے درخت' اونچی نیچی جھاڑیاں' اونچے نیچے ناہموار میدان جن میں کہیں کہیں جنگلی جانور دوڑتے نظر آ جاتے تھے۔ دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر ان مناظر کو دیکھتے رہے۔ پھر جہانگیر شاہ نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

''آ کہیں بیٹھ کر اپنے مستقبل پر غور کرتے ہیں۔ ویسے تو' تو یہ سمجھ لے کمال میری جان کہ ایک ایسی عجیب و غریب مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے جس کے بارے

میں کسی کو بتانا بھی چاہیں تو نہیں بتا سکتے۔''

''اس دنیا میں رہنے والوں پر زندگی اس قدر تنگ کر دی گئی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اب اس دنیا کو اپنے ہاتھ سے تباہ کر دیا جائے۔'' جواب میں جہانگیر شاہ ہنسنے لگا' پھر اس نے کہا۔

''ایسا تو بہت بار دل چاہتا ہے' مگر دل جو چاہتا ہے وہ پورا تو نہیں ہو جاتا' البتہ ایک بات میں کہوں کمال! اگر یہ واقعی کوئی دوسری ہی پراسرار دنیا ہے' یا پھر ہم ماضی کے کسی دور میں ہیں تو کم از کم یہاں بسنے والے اس قدر پرفریب اور ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہوں گے کہ ان کے درمیان جینا ہی حرام ہو جائے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو صرف اور صرف برائیوں میں جینا چاہتا ہو لیکن جو کچھ مجھ پر بیتی ہے' یا پھر میرے دوست! تو نے اپنے بارے میں جو کہانی سنائی ہے اگر وہ ساری کہانی سچی ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ دنیا میں رہنے والے صرف برا نہیں چاہتے' اگر انسان کو شرافت سے زندگی گزارنے کا موقع ملے' اگر وقت اس کیلئے ہموار ہو' اگر وہ اپنی مرضی سے جی سکے تو ہر شخص اچھا بن کر جینا چاہے گا۔ دنیا کے کسی بھی شخص سے یہ سوال کر کہ کیا وہ برائیوں کی زندگی کو نیکیوں کی زندگی سے اچھا سمجھتا ہے۔ میرا خیال ہے تجھے کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا سوائے ایک آدھ شیطان کے جو شیطان پیدا ہوا ہے اور شیطان ہی مر جائے گا۔ ہر شخص تجھ سے یہی کہے گا کہ اگر زندگی شرافت اور بہتری سے گزارنے کا موقع مل جائے تو اس سے حسین زندگی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔''

''ہاں یہی نظریہ میرا بھی ہے۔ واقعی جینے کیلئے حسین راستے یہی ہیں کہ شرافت اور انسانیت کے ساتھ جیا جائے' نہ خود کوئی تکلیف اٹھائی جائے نہ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف دی جائے۔ اس زندگی کا تو مزا ہی کچھ اور ہو گا۔''

بہت دیر تک وہ یہ دونوں باتیں کرتے رہے اور پھر دونوں ایک دم خاموش ہو گئے' پھر دونوں نے ایک دم ہنسنا شروع کر دیا۔ دیر تک دونوں ہنستے رہے تو جہانگیر شاہ نے کہا۔

''میں نہیں جانتا کہ تو کیوں ہنس رہا ہے' لیکن میں اس بات پر ہنس رہا ہوں کہ ہم دنیا کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں اور یہ نہیں سوچ رہے کہ ان ویرانوں میں جینے کیلئے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے گا۔''

''واقعی ! بالکل میں بھی اسی سوچ میں ہنس رہا ہوں' لیکن ڈیئر جہانگیر شاہ! اس سلسلے میں ایک بات بڑی اطمینان بخش ہے اور یہ بات ہمارے ایمان سے تعلق رکھتی ہے۔''

''وہ کیا؟''

''دیکھو زندگی اور موت کا مسئلہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے' نہ ہم اپنی پسند سے زندہ رہ سکتے ہیں نہ اپنی پسند سے مر سکتے ہیں۔ اگر ہماری زندگی ہو گی تو ہم بھوکے پیاسے بھی سالہا سال جیتے رہیں گے' وقت ہماری بھوک کو ختم کر دے گا اور یہ قدرت کا اشارہ ہوگا۔ یہ بات اگر کوئی نہ بھی مانے تو وقت اسے منوا دیتا ہے۔ بڑے بڑے سرکش وقت کے غلام ہوتے ہیں۔ وہ کچھ نہیں کر پاتے۔ ہر شخص سوچتا یہی ہے کہ جو کچھ کر رہا ہوں میں کر رہا ہوں اچھا یا برا' لیکن صدیوں سے یہ بات بتائی جاتی رہی ہے اور سامنے آتی رہی ہے کہ فیصلہ وقت کا ہی ہوتا ہے۔ زندگی اور موت کا کھیل اس طاقتور کے ہاتھ میں ہے جو بہرحال اپنا کھیل کسی اور کو نہیں کھیلنے دیتا۔'' جہانگیر شاہ خاموش ہو کر کمال کی صورت دیکھنے لگا' پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ ہم بار بار یہ بات بھول جاتے ہیں اور اس طرح بھولنا ہی ہماری زندگی میں کوتاہیوں کا باعث بنتا ہے۔ خیر دوست آؤ پھر تقدیر پر بھروسہ کریں اور زندگی کی تلاش میں آگے بڑھیں۔ اگر اس تلاش میں موت سامنے آ جاتی ہے تو ہم یہ سمجھیں گے کہ ہمارا اختتام یہیں تھا۔''

دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور اس کے بعد آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑا سا فاصلہ خاموشی سے طے کیا گیا اس کے بعد کمال نے کہا۔

''جہانگیر!''

''ہاں۔''

''ایک بات بتاؤ۔''

''بولو۔''

''کیا اس دنیا سے ہٹنے کے بعد اور یہاں آنے کے بعد ہم ایک دم اچھے انداز میں نہیں سوچنے لگے؟''

جہانگیر شاہ نے کسی قدر حیرت بھری نگاہوں سے کمال کو دیکھا پھر بولا۔

''اچھے انداز میں سوچنے سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''دیکھو اس تنہائی میں جہاں انسانوں کی بھیڑ بھاڑ نہیں ہے ہم زندگی موت قدرت اور اس کے معمولات پر کتنی سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں اور اپنا ایمان تازہ کر رہے ہیں' جبکہ اس دنیا میں میرا مطلب ہے جہاں سے ہم یہاں تک پہنچے ہیں' رہ کر ہمارے ذہن سے برائی بھلائی کا تصور ہی مٹ گیا تھا۔''

''نہیں خیر اب ایسی بات بھی نہیں ہے' کوئی تصور نہیں مٹا تھا ہمارا بس ایسے ہی اپنے طور پر وقت کے ساتھ گزارا کر رہے تھے۔''

''اوہو وہ دیکھو وہ کیا ہے؟'' اچانک ہی کمال نے ایک طرف اشارہ کیا اور جہانگیر شاہ گردن اٹھا کر ادھر دیکھنے لگا' پھر اس کے چہرے پر بھی حیرت کے نقوش پھیل گئے۔

''خیمے لگے ہوئے ہیں اور وہ دیکھو وہ چار گھوڑے بھی نظر آ رہے ہیں اور ویری گڈ ویری گڈ یہ تو کوئی کیمپ معلوم ہوتا ہے' یقینی طور پر وہاں انسان ہوں گے۔''

''تو پھر ادھر چلیں۔''

''ہاں آؤ یہاں کے انسانوں سے تعارف حاصل کرنا تو ہماری سب سے پہلی خواہش ہوگی۔''

''ویسے اس سائنسدان نے کمال کیا ہے۔ واقعی وہ مشینیں ناقابل یقین تھیں اور ہمیں امید نہیں تھی کہ ایسا کوئی تجربہ خود ہماری زندگی بن جائے گا۔''

''وہ کہتا تھا کہ وہ تاریخ میں ہیر پھیر کر رہا ہے' کیا ہیر پھیر کر رہا ہے وہ۔ ویسے کیا تمہیں وہ کوئی کھسکا ہوا آدمی نہیں معلوم ہوتا تھا۔''

‘‘ہر بہت بڑا آدمی کھسکا ہوا ہی معلوم ہوتا ہے۔ وہ واقعی بہت بڑا آدمی ہے ورنہ تم سوچ سکتے ہو ایسی کسی مشین کے بارے میں جو انسان کو اس طرح دوسری دنیا میں منتقل کر دے۔’’

‘‘وہ دیکھو! دو گھوڑے سوار ہماری طرف آ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے خاموش ہو جاؤ۔ اب ہمیں ان سے گفتگو کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے۔’’ کمال نے کہا اور دونوں خاموشی سے آگے بڑھنے لگے۔ دو گھوڑے سوار برق رفتاری سے ان کی جانب آ رہے تھے' پھر کچھ ہی لمحوں کے بعد دونوں ان کے سامنے پہنچ گئے۔ ایک گھوڑا کسی قدر پیچھے تھا جبکہ دوسرا آگے اور آگے والے گھوڑے پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر دونوں نے پرخیال انداز میں گردنیں ہلائیں اور حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھی' کیونکہ یہ شکل کچھ جانی پہچانی تھی۔ وہ ایک شاندار لباس میں ملبوس تھا اور اس کے چہرے سے ہی حماقت ٹپکتی نظر آتی تھی۔ نیچے اتر کر اس نے پرتپاک لہجے میں کہا۔

‘‘آہ میرے دوستو! دیکھ لو' دیکھ لو تم لوگ یہ بھی دیکھ لو۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ انگون بیوقوف ہے' احمق ہے' جھوٹ بولتا ہے' اس کے خواب جھوٹے ہوتے ہیں' جبکہ وہ ان کے سچے ہونے کا اعلان کرتا ہے' یہ حقیقت ہے کہ انگون مستقبل کا روحانی پیشوا ہے اور دیکھ لینا آنے والے وقت میں وہ ان آبادیوں کا سب سے بڑا مدبر ہو گا' مدبر اعلیٰ! کیا سمجھے؟ تو نے دیکھا اے شخص میں نے سچ کہا تھا نا یہ روبا ہے اور وہ اسے دیکھ وہ شامان ہے۔ روبا کہہ کر کمال کی جانب اشارہ کیا گیا تھا اور شامان جہانگیر شاہ کیلئے کہا گیا تھا۔ کمال نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

‘‘واہ! کیا ہی عمدہ نام ہیں ہمارے' مگر یہ شخص......’’

‘‘خاموش رہو۔’’ جہانگیر شاہ نے بھی بڑبڑاتی آواز میں کہا۔ وہ آگے بڑھ کر ان دونوں سے لپٹ گیا تھا' پھر اس نے کہا۔

‘‘اور مجھے تو اتنا ہی اعتبار تھا تمہارے آنے کا' جبکہ مدبر اعلیٰ نے مجھ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا' لیکن خواب میں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بس میں ان پر اپنی بڑائی کا

اظہار کرتا رہا ہوں۔ درحقیقت بڑا نہیں ہوں' لیکن تم دیکھ لینا' دیکھ لینا بیوقوف لوگو! بستی کے رہنے والو۔ تم دیکھ لینا کہ سروایا کی سرزمین پر پیدا ہونے والا انگون اس پوری مملکت پر راج کرے گا۔ وہ سب سے بڑا روحانی پیشوا ہو گا' سب سے بڑا مدبر اعلیٰ ہو گا سمجھ رہے ہو نا تم۔’’ وہ شخص جو گھوڑے پر انگون کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور جب انگون گھوڑے سے اترا تھا تو وہ خود بھی اتر گیا تھا۔ تعریفی انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

‘‘مگر میں نے تو یہ بات کبھی نہیں کہی انگون کہ تیرا کوئی خواب جھوٹا ہوتا ہے۔’’

‘‘بات تیری نہیں ہے۔ بات سروایا کے رہنے والے دوسرے بیوقوفوں کی ہے جو انگون کو مستقبل کا مدبر نہیں مانتے۔ خیر نہ مانیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے اس کی بالکل پرواہ نہیں ہے۔ میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ دیکھ لے آخر روبا اور شامان آ گئے ہیں۔ اس طرح ہم مل کر مکمل ہو گئے اور اب یہ سمجھ لے کہ ہماری سرزمین ہمارے استقبال کیلئے تیار ہو گی۔ کیا تو اس بات کو غلط سمجھتا ہے؟’’

‘‘بھلا میں اس بات کو غلط کیوں سمجھوں گا؟’’ انگون کے ساتھی نے کہا۔

‘‘تو آؤ معزز دوستو! میں تمہارا استقبال کرتا ہوں۔ بولنے والے نے جب اپنا نام انگون بتایا تو جہانگیر شاہ اور کمال کو یاد آ گیا کہ پاگل سائنسدان نے جب مستقبل اور ماضی کا تعارف کرایا تھا تو ایک پراسرار سرزمین پر انگون نامی کسی شخص کا نام لیا تھا اور اس کی تصویر بھی دکھائی تھی۔ انگون وہی تھا یقیناً اب وہ انگون کی بستی میں تھے اور یہ پراسرار آبادیاں بقول اس سائنسدان کے خود اس کے لئے بھی اجنبی تھیں۔ آہ اس اجنبی وادیوں میں نجانے کیا ہو گا؟ کیسی زندگی بسر کرنی پڑے گی؟ لیکن بہرحال ابتداء تو اچھی ہوئی تھی۔ نجانے کیا بکواس کر رہا ہے؟ کیا کہنا چاہتا ہے یہ اور دونوں نے بیک وقت فیصلہ کیا کہ اس کی بکواس کو سن کر ایک نتیجہ اخذ کیا جائے۔ انگون راستہ طے کرتے ہوئے اپنی تعریفوں کے پل باندھ رہا تھا۔

‘‘بات اصل میں یہ ہے عظیم شامان اور میرے پیارے دوست روبا کہ

آبادیوں کے لوگ، میرا مطلب ہے بستی سروایا کے احمق مجھے صرف ایک دولتمند شخص کا بیٹا سمجھتے ہیں، جو اپنے باپ کے سرمائے پر عیش کر رہا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ مجھے مقدس دیوتاؤں نے مدبر اعلیٰ بنانے کیلئے پیدا کیا ہے اور کوئی مدبر شروع ہی سے مدبر ہوتا ہے۔ تدبر تو آسمان والے کا عطیہ ہوتا ہے۔ یہ عطیہ مجھے ملا ہے تو لوگ نجانے کیوں مجھ سے جلتے ہیں۔ میں ان آبادیوں میں سب کیلئے امن کا نشان ہوں اور دیکھ لینا کہ آخر کار میں ان آبادیوں کے دشمنوں کو خاک میں ملا دوں گا اور یہاں امن قائم کروں گا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ بہت سی چیزیں مجھے خواب میں نظر آ جاتی ہیں۔ مثلاً اب ایک اور بستی کا شخص یعنی وہاں کا سردار اس بات کا خواہشمند ہے کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اس کی مدد کروں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ روبا اور شامان ویرانوں کا راستہ طے کر کے میرے پاس آ رہے ہیں اور میرے ساتھ مل کر سفر کریں گے تاکہ آگے چل کر میں اس انوکھی بستی کے انوکھے سردار کی مدد کر سکوں۔ جانتے ہو بستی کا نام کیا ہے؟ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بستی کا نام لے دو اور پھر لوگ یہ سمجھیں کہ میں نے تم سے پوچھنے کے بعد یہ بات کہی ہے۔''

''بستی کا نام دوبا ہے اور سردار کا نام غزال۔ تو دوبا کے سردار غزال کو اس وقت ہماری مدد کی ضرورت ہے اور میں یہیں انتظار کر رہا تھا تمہارا۔ چلو آؤ وہ دیکھو میرا ڈیرہ ہے اور وہاں تمہارے لئے بہترین قیام کا بندوبست ہے۔'' کمال اور جہانگیر شاہ نے خاموشی سے گردن ہلائی۔

جب وہ ڈیرے پر پہنچے تو انہیں گوشت جلنے کی خوشبو محسوس ہوئی اور خوشبو نے ان کی بھوک چمکا دی۔ ایک طرف کئی ہرن آگ پر بھونے جا رہے تھے۔ کمال نے سرگوشی کے انداز میں جہانگیر شاہ سے کہا۔

''بے شک ہم روبا اور شامان بن گئے ہیں لیکن ہرن کا گوشت میں نے کبھی نہیں کھایا۔ بس سنا ہے اس کے بارے میں کہ بے حد لذیذ ہوتا ہے، بہتر ہے کہ ہم اپنے میزبان کی میزبانی قبول کریں۔''

''لیکن خاموش رہو، وہ ہماری ان سرگوشیوں پر چونک پڑتا ہے۔''

خیمے بے حد خوبصورت بنائے گئے تھے اور انگون نے ان کا بہترین استقبال کیا تھا۔ کھانے پینے کی اشیاء ان کے سامنے سجا دی گئیں اور انگون ان کی خاطر مدارت کرتا رہا، پھر اس نے کچھ وقت قیام کے بعد ڈیرے اٹھوا دیئے۔ ان لوگوں کو بھی گھوڑے پیش کئے گئے تھے۔ جہانگیر شاہ اور کمال گھوڑوں پر سفر کرتے ہوئے اس پراسرار سرزمین کے نقوش دیکھ رہے تھے اور انگون اپنے ساتھیوں میں شیخیاں بگھار رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

''تم لوگ تسلیم کرتے ہی نہیں۔ بولو کیا میرے سچے خوابوں کا تذکرہ تم اب بھی بستی سروایا میں نہیں کرو گے۔''

''کیوں نہیں عظیم انگون، بلاشبہ یہ تو بہت بڑی بات ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ مدبر اعلیٰ نے تجھے امن کی آبادیوں کا امین بنایا ہے۔''

''اب بستی پہنچتے ہی ہمیں سفر کی تیاریاں کرنی ہوں گی، کیونکہ دوبا کا سردار غزال دل و جان سے ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔''

''بے شک، بے شک۔'' دوسرے ساتھی نے کہا۔

جہانگیر شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ساری باتیں اپنی جگہ لیکن اس انوکھی سرزمین پر یہ انوکھے کردار بڑے دلچسپ اور دلکش ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان میں پوری پوری دلچسپی لینی چاہئے۔''

''ہاں۔'' کمال نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

☆......☆......☆

سوہا بستی کے لوگ پرسکون زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ شدید محنت
کے وہ لوگ اپنا پیٹ پالتے تھے۔ دنیاوی رسم و رواج کے مطابق ان کے ہاں
معاملات بھی عام لوگوں جیسے تھے۔ یعنی اپنی روایتوں کے مطابق شادی بیاہ اور دوسری
رسومات ہوتی تھیں۔ سرداری نظام رائج ہونے کی وجہ سے یہاں کے سارے معاملات
سردار کے ذریعے طے کئے جاتے اور سردار کا فیصلہ حتمی تصور کیا جاتا اور کوئی اس فیصلے
سے انکار کا مجاز نہیں تھا' چنانچہ اس وقت اس بستی کا موجودہ سردار ہماریہ تھا۔

ہماریہ ایک اصول پرست اور روحانیت کی طرف مائل انسان تھا۔ بستی کے
لوگوں کا ہر طرح سے خیال رکھتا تھا۔ بستی کو کئی بار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور
بار ہماریہ نے ان مشکلات کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیا تھا۔ ہماریہ کی کہانی بھی عجیب
تھی۔ اس کی پیدائش بستی کاشان میں ہوئی تھی۔ وہ ایک غریب گھرانے کا نوجوان تھا
وہیں پل بڑھ کر جوان ہوا تھا۔ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ خوبصورت ہونے کے
ساتھ ساتھ انتہائی طاقتور اور توانا تھا اور پوری بستی میں اسے رشک کی نگاہوں سے
دیکھا جاتا تھا۔ جس راستے سے وہ گزر جاتا لوگ رک کر اسے دیکھنے لگتے تھے۔ غرضیکہ
پوری بستی میں اس جیسا دوسرا نوجوان ملنا مشکل تھا۔

پھر بستی کا سردار طبعی موت کا شکار ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا شارش
سردار بنا۔ شارش کا کردار پہلے ہی پوری بستی کی نگاہوں کے سامنے تھا اور اس کی
حرکتوں کے سلسلے میں بستی والے پہلے ہی پریشان تھے اور اب سردار کی موت کے بعد
وہ کھل کر سامنے آ گیا تھا' پھر مزید تباہی کا آغاز اس وقت ہوا جب بستی میں خشک
سالی پیدا ہو گئی۔ سردار نے اپنے گوداموں میں منوں اناج محفوظ کر لیا تھا اور مصاحبین

اور سپاہیوں کے دستوں کو یہاں سے اناج فراہم کیا جاتا۔ آس پاس کی بستیوں سے
بھی کچھ امداد آتی تو سردار کے قبضے میں پہنچ جاتی۔ غرضیکہ بستی والے ایک بہت بڑے
عذاب سے گزر رہے تھے۔

ہماریہ خود بھی اس سلسلے میں پریشان تھا۔ وہ بھی اچھی طرح یہ بات جانتا
تھا کہ اگر مزید دو یا تین دن تک اناج کی فراہمی کا کوئی معقول بندوبست نہ کیا گیا تو
لوگ موت کا شکار ہونا شروع ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے بستی کے چند معتبر افراد کو
جمع کیا تاکہ اس سلسلے میں کوئی مناسب کارروائی کی جا سکے۔ جب سب لوگ جمع
ہوئے تو ہماریہ نے کہا۔

''شارش کی فتنہ انگیزیوں سے سبھی واقف ہیں اور بستی کے حالات آپ سب
کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔ چنانچہ اب ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم سب
مل کر بغاوت کریں اور اس اناج گاہ پر قبضہ کر لیں اور سردار کو بھی زندہ گرفتار کر کے
ایک جگہ قید کر دیں۔''

''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم اس بغاوت کو بھرپور انداز میں پورا کر
پائیں گے؟''

''ہمارے جوان کسی بھی طرح سردار کے سپاہیوں سے کم نہیں ہیں اور ہم
تعداد میں ان سے زیادہ ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ہم ان پر قابو پا لیں گے۔''

''تو پھر ٹھیک ہے اپنے جوانوں کو تیار کر لو اور کل رات کو ہی یہ کارروائی کر
لی جائے۔'' اور پھر باہمی رضامندی سے یہ معاملہ طے پا گیا۔

بھرپور تیاریاں کی گئیں اور بستی کے تمام نوجوانوں نے رات کی تاریکیوں
میں سردار کے ساتھی سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ سردار کے ساتھی سپاہی اپنی طاقت کے نشے
میں چور تھے اور انہیں ایسی کسی کارروائی کی امید نہیں تھی۔ چنانچہ حملہ کامیاب رہا اور
بستی کے نوجوانوں نے ان تمام سپاہیوں پر قابو پا لیا لیکن کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ ایک
طرف سردار کو قابو کر کے اسے قتل کر دیا گیا تھا اور کسی کو اندازہ نہیں ہو پایا تھا کہ سردار
کا قتل کس نے کیا ہے۔ دوسری طرف گوداموں پر قبضے کے سلسلے میں بستی کے لوگوں

میں آپس ہی میں لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ لڑائی اتنی شدت اختیار کرگئی کہ ان لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بہت خونریزی ہوئی تھی اور ہمباریہ اور اس کے ساتھیوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے' پھر ہمباریہ اور اس کے چار ساتھیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے خاندانوں کے ساتھ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہئے' لیکن انہیں دیر ہوگئی تھی۔ بستی والوں نے جنوں میں ایک دوسرے کے جھونپڑے جلانے شروع کردیئے تھے جس کے نتیجے میں ان کے خاندان کے تقریباً تمام افراد ہی جل کر مر گئے تھے۔ ان میں ہمباریہ کے ماں باپ بھی تھے' پھر ہمباریہ نے حوصلے اور ہمت سے کام لیتے ہوئے اپنے چاروں ساتھیوں کو یکجا کیا اور کہا۔

''عزیز ساتھیو! ان بستی والوں کو ہم مار تو نہیں سکتے' نہ ہی انہیں آپس میں لڑنے سے روک سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے رشتے داروں کو واپس لا سکتے ہیں جن میں میرے ماں باپ بھی شامل ہیں اور اب صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم لوگ اپنی جانیں بچا کر یہاں سے چلے جائیں۔ باقی سب لوگوں کو لڑنے مرنے دیا جائے۔ چنانچہ اب تم لوگ خود کو سنبھالو اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر میرے ساتھ چلو۔ جلدی کرو ہمارے پاس وقت بھی نہیں ہے۔'' سب نے ہمباریہ کے کہنے پر عمل کیا تھا اور وہ سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر ایک نامعلوم منزل کی جانب چل پڑے۔

اس دوران ہمباریہ کے ساتھ عجیب وغریب واقعات پیش آئے تھے۔ اسے خواب میں دیوتاؤں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ وہ کہتے تھے۔

''مقدس دیوتا تجھ پر مہربان ہیں' ہمباریہ تو ایک بستی کو آباد کرے گا۔ اس کی تقدیر تیرے دم سے بدلے گی۔ مقدس دیوتا تیرے ساتھ ہیں۔''

''بہرحال کئی دن اور کئی راتیں گھوڑوں پر گزارنے کے بعد انہیں ایک بستی کے آثار نظر آئے تھے اور یہ چاروں بستی میں داخل ہو گئے تھے۔ بستی والوں نے ان کا بھرپور استقبال کیا تھا۔ ان کو لے کر ایک بزرگ کے پاس لے جایا گیا۔ بزرگ نے ان کو دیکھتے ہی کہا۔

''آ گیا...... بستی والو! آ گیا۔ یہی تمہاری بستی کا رکھوالا ہے۔ اس کا استقبال

کرو۔ مقدس دیوتاؤں نے اسی کیلئے میری رہنمائی کی تھی۔ آ گیا ہے ہمباریہ۔''

ہمباریہ اور اس کے ساتھیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور پھر ہمباریہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

''اے بزرگ! کچھ پتہ تو چلے یہ کیا ماجرہ ہے؟''

''معزز ہمباریہ! سوہا بستی کا سردار بے اولاد ہے۔ لوگ اپنے ہر اچھے برے کے فیصلے کیلئے اس کے فیصلے کے پابند ہیں اور وہ سردار میرے مشورے کو افضل سمجھتا ہے اور ہر فیصلہ اس مشورے کی روشنی میں کرتا ہے اور مقدس دیوتاؤں کی رہنمائی کی وجہ سے یہ بستی امن وسکون سے زندگی گزار رہی تھی' لیکن پچھلے دنوں سے سردار کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے اور دوسری طرف چند لوگوں نے ہمیں پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ لوگ کسی اجنبی سرزمین سے آئے ہیں۔ کسی دن بھی کسی وقت وہ لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں لوٹ مار مچاتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ہمیں مالی نقصان پہنچایا ہے بلکہ ہماری بہو بیٹیوں کو بھی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں نے ان سے لڑنے کی کوشش بھی کی لیکن اپنی جان سے گئے اور جب میں نے دیوتاؤں سے رابطہ کیا تو ان کی طرف سے مجھے یہی رہنمائی ملی کہ جلد ہی ہمباریہ نامی نوجوان تمہیں اس مشکل سے نجات دلائے گا اور دیکھو اب وہ وقت قریب ہے جب تمہاری مدد سے ہم اس گروہ پر قابو پالیں گے۔''

ہمباریہ کو اپنا خواب یاد آ گیا۔ جس میں اس سے کہا گیا تھا کہ تو ایک بستی کو آباد کرے گا۔ چنانچہ اس نے اس بزرگ کی بات پر یقین کرلیا تھا اور اپنی بھرپور جنگجو صلاحیتوں سے کام لے کر بستی کے نوجوانوں کو تربیت دی تھی اور پھر جب ایک شب اس گروہ نے بستی کا رخ کیا تو بستی والوں نے ان کا بھرپور مقابلہ کیا۔ اس گروہ کے تمام آدمی مارے گئے تھے اور بستی والے ہمباریہ کو لے کر بزرگ کے پاس پہنچے تھے۔ بزرگ نے ہمباریہ کو دعائیں دی تھیں اور پھر اسے لے کر سردار کے پاس پہنچ گیا تھا۔ سردار نے بھی ہمباریہ کو مبارکباد دی تھی اور پھر سردار نے بستی والوں کو ایک بڑے میدان میں طلب کر کے کہا۔

"بستی والو! مقدس دیوتاؤں کی نشاندہی کے نتیجے میں آج ہمیں بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے اور یہ سب ہمباریہ کی بدولت ممکن ہے ہے۔ چنانچہ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے ہمباریہ تم سب کا سردار ہے۔ میں آج سے اپنی سرداری سے دستبردار ہو رہا ہوں۔ چنانچہ اب ہمباریہ کو ہی بستی کا سردار تسلیم کر لیا جائے۔" اور بستی والے تو پہلے ہی اس بات کے منتظر تھے کہ کسی طرح ہمباریہ کو سردار بنا دیا جائے۔ چنانچہ اب ہمباریہ سب کی پسند تھا اور اس نے بستی میں ایک ایسا نظام قائم کیا کہ تھوڑے ہی عرصے میں سوہا ایک مثالی بستی کہلائی جانے لگی۔ ہمباریہ کو ہر مسئلے میں دیوتاؤں کی رہنمائی حاصل تھی اور وہ ہر کام بہتر انداز میں کر لیتا تھا۔ پھر اسے خواب میں رہنمائی ملی کہ دریائے لانا میں اس کیلئے خطرہ ہے۔ دریائے لانا سے ہوشیار رہا جائے' لیکن ظاہر ہے اس سلسلے میں کوئی واضح اشارہ نہیں تھا اور جب تک کوئی واضح بات نہ کہی جاتی تب تک بستی والوں کو پریشان کرنا مناسب نہیں تھا' پھر گیرن نے نردانہ کو ان لوگوں کے سامنے پیش کیا تو سردار ہمباریہ کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اس لڑکی کی طرف سے کوئی خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔ سردار نے یہ سوچ کر کہ یہ بے سہارا لڑکی ہے گیرن کو اس سے شادی کی اجازت دے دی۔ آخر کار گیرن کی موت کی اطلاع اس تک پہنچائی گئی۔

"گیرن مر چکا ہے' وہ اس کی بیوہ ہے۔ اس کی ایک بچی ہے اور اب ہم زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں؟" سردار ہمباریہ کافی دیر تک خاموش رہا تھا' پھر اس نے نظریں اٹھا کر لوگوں کی طرف دیکھا اور بولا۔

"گیرن ایک اچھا آدمی تھا' اس نے اپنی زندگی محنت کرتے ہوئے گزاری تھی۔ اب وہ اجنبی عورت اگر چاہے تو گیرن کی بیوی کی حیثیت سے اپنی بیٹی کے ساتھ یہاں رہ سکتی ہے۔"

"سردار ہمباریہ! یہ ناممکن ہے۔"

"مگر کیوں؟"

"سردار وہ عورت عذاب ہے ہم لوگوں پر۔ اس کی وجہ سے بستی طوفان کا

شکار ہو جائے گی۔ اس کی وجہ سے بہت سے نوجوان آپس میں رقیب بن جائیں گے۔"

"کیوں کیا وہ عام عورتوں کی طرح زندگی گزارنے کی قائل نہیں ہے۔"

"سردار! جب تک گیرن زندہ تھا ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی عورت کو سنبھال لے گا' لیکن اس کی زندگی میں بھی اس نے بستی کے جوان لڑکوں سے دوستی شروع کر دی تھی۔"

"مجھے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا گیا؟"

"سردار! بزرگوں نے گیرن سے کئی دفعہ اس کے بارے میں بات کی تھی۔"

"گیرن سے بات کرنے کا نتیجہ کیا ہوا؟ بتا سکتے ہو مجھے۔ اس وقت کسی نے مجھ سے تذکرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اگر پہلے ہی مجھے بتا دیا ہوتا تو شاید......"

"سردار اب جب تیرے سامنے سارا ماجرہ بیان کر دیا گیا ہے تو کیا تیری سرداری میں ایک ایسی عورت کا گزر اس بستی میں ہونا چاہئے جس کے کردار پر لوگ انگلیاں اٹھائیں۔ اس کا مطلب ہے سردار کہ تو اس کا سرپرست ہے۔" ہمباریہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے یہ الفاظ کہنے والے کو گھور کر دیکھا اور بولا۔

"ایک تو سراسر یہ تیری غلطی ہے کہ تو نے مجھے ان تمام معاملات سے ناواقف رکھا اور اب مجھ پر ہی انگشت نمائی کر رہا ہے' جانتا ہے کہ جو کچھ تو نے کہا ہے اس کے نتیجے میں تیری گردن بھی تیرے شانوں سے جدا کی جا سکتی ہے' لیکن تو جانتا ہے کہ میں امن پسند انسان ہوں۔ بات کہتے وقت انسان کو خیال رکھنا چاہئے۔ میں ایک بار تجھے معاف کر رہا ہوں' لیکن یاد رکھ آئندہ ایسی گستاخی نہ ہونے پائے۔"

"میں مانتا ہوں کہ میری غلطی ہے لیکن اس عورت کے بارے میں ہمارا یہی خیال ہے کہ اس عورت کو مزید اپنے درمیان جگہ نہ دی جائے اور بستی کی بھلائی کی خاطر ہمیں یہ کرنا پڑے گا۔"

سردار ہمباریہ خاموش ہو گیا تھا اور اس کے بعد اس نے کارروائی کا آغاز کر دیا تھا۔ ویسے اس بارے میں ہمباریہ کا یہی خیال تھا کہ ہو سکتا ہے نردانہ اپنی شوخ فطرت کی بنا پر نوجوانوں سے دوستی رکھتی ہو اور صرف وقت گزاری کیلئے ایسا کرتی ہو جبکہ اس کا کردار بے داغ ہو۔ چنانچہ ہمباریہ نے کچھ لوگوں کو نردانہ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ لوگ مختلف وقتوں میں نردانہ کے پاس پہنچے تھے اور نردانہ نے انہیں مایوس نہیں کیا تھا۔ وہ ان سے بھی اسی طرح ملتی تھی اور اس نے مختلف فرمائشیں کی تھیں اور ان لوگوں نے وہی کیا جو اس سے پہلے دوسرے کرتے آئے تھے' پھر اسے اچھی طرح جانچنے کے بعد ان لوگوں نے سردار کو اطلاع دی تھی۔

''نردانہ ایک برے کردار کی مالک عورت ہے' عام نوجوان اس کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور اسے زندگی گزارنے کا تمام سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کا اور اس کی بچی کا گزارا بھرپور طریقے سے ہو رہا ہے۔'' سردار نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔

''ہوں! تو اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کی اطلاعات صحیح تھیں اور یہ عورت واقعی برے کردار کی مالک ہے اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اسے اجلاس میں بلایا جائے۔''

چنانچہ سردار نے اسے اپنے اجلاس میں طلب کر لیا تھا۔ نردانہ اپنے اسی انداز میں مست چال چلتی ہوئی اجلاس میں آئی تھی۔ سردار نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

''نردانہ! تیرے بارے میں مجھے کچھ غلط خبریں ملی ہیں' لیکن میں ان خبروں پر یقین کرنے کے بجائے تجھے موقع دیتا ہوں کہ تو مجھے اصل حقیقت سے آگاہ کر۔''

''اصل حقیقت' کیسی حقیقت؟''

''یہ کہ تو برے کردار کی عورت ہے۔'' نردانہ نے سردار ہمباریہ کی آنکھوں

میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''انہوں نے کچھ ایسا غلط تو نہیں کہا ہے سردار۔ یہ لوگ زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے ہیں اور اس میں آخر حرج ہی کیا ہے؟''

''عجیب عورت ہے تو' تو واقعی عجیب عورت ہے۔ جانتی ہے تو کیا کہہ رہی ہے؟''

''ہاں سردار! میں پورے ہوش و حواس میں یہ بات کہہ رہی ہوں کہ بستی کے نوجوان میرے پاس آتے ہیں اور میرے شباب سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ میں تو تجھے بھی دعوت دیتی ہوں کہ زندگی کی ان رنگینیوں سے لطف اندوز ہو۔ ہاں البتہ میں یہ ضرور کہوں گی کہ جو لوگ میرے خلاف ہیں اور جنہوں نے تجھ سے میری شکایت کی ہے یہ وہ بوڑھے اور بے بس لوگ ہیں جو میرے شباب سے لطف اندوز ہونے کے قابل نہیں ہیں اس لئے ان کی باتوں پر غور نہ کر۔''

''بدبخت فاحشہ ہے یہ؟'' کسی نے کہا۔

''اسے فوراً بستی سے نکال دیا جائے۔''

''یہ تو نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں کیلئے بھی خطرناک ہے۔''

''اس کا یہاں رہنا ہم سب کی تباہی ہے سردار اور تم نے دیکھ لیا کہ اس نے کتنی بے حیائی سے یہ بات کہی۔ آج تک بستی کی کسی عورت نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ ارے یہ عورتیں جو آج مردوں کی عزت کرتی ہیں کل اس کے طرز عمل پر چلنے لگیں تو جانتے ہو کیا ہو گا؟'' سردار خود بھی ان الفاظ پر غضب ناک ہو گیا تھا۔ اس نے غصے کے عالم میں کہا۔

''واقعی! یہ ایک ناقابل یقین سی بات ہے کہ نردانہ نے اجلاس میں ایسے الفاظ ادا کئے ہیں جو عام حالات میں کوئی بھی عورت نہیں کہہ سکتی اور میں یہی سمجھتا

ہوں کہ گیرن کی بیوی نردانہ بستی کے امن و امان کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے چنانچہ میں حکم
دیتا ہوں کہ نردانہ کو اسی وقت اس کی بیٹی اور سازوسامان کے ساتھ بستی سے نکال دیا
جائے اور سن نردانہ تو اس کے بعد بستی میں قدم نہیں رکھے گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو تجھے
اور تیری بیٹی کو سزائے موت دی جائے گی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔'' اس کے بعد
سردار اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا تھا اور بستی کے لوگ اس انتظار میں تھے کہ
نردانہ کا کیا طرزِ عمل ہوتا ہے۔ نردانہ بھی ہنستی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔

اس کے بعد بستی والوں نے دیکھا کہ نردانہ اپنے سامان اور بیٹی کے ساتھ
بستی کی سرحدوں کی جانب جا رہی ہے اور پھر جب وہ سرحدوں سے باہر نکلی تو اس
نے مسکراتے ہوئے اپنے عقب میں آنے والوں سے کہا۔

''میرے دوستو! میرے طلب گارو! میں تمہاری بستی سے تو جا رہی ہوں
لیکن میرے اور تمہارے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہوگا۔ میں لانا کے کنارے آباد ہو
جاؤں گی اور میرے چاہنے والے مجھ سے محبت کرنے والے جب بھی چاہیں وہاں آ
کر مجھ سے مل سکتے ہیں۔ میں ان کا بھرپور استقبال کروں گی اور ہاں ایک پیشینگوئی
اور بھی کرنا چاہتی ہوں میں۔ میرے اوپر لگائی گئی یہ پابندی عارضی ہے اور مجھے کوئی
بھی بستی میں آنے سے نہیں روک سکتا' لیکن میں جا رہی ہوں۔ سردار سے کہنا کہ مجھے
یہاں سے نکال کر اس نے اپنی تقدیر پر سیاہی کی مہر لگا لی ہے۔ کہہ دینا اس سے کہ
میرا انتقام بہت شدید ہوگا' بہت ہی شدید......'' اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی
تھی۔

بستی والوں نے جب یہ الفاظ سردار ہمباریہ تک پہنچائے تو وہ تلخی سے ہنس
دیا اور اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اس کے علاوہ وہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔ بری عورت تھی وہ۔ بہت ہی اچھا ہوا
کہ بستی اس غلاظت سے پاک ہوگئی' لیکن اس نے یہ کہا ہے کہ وہ لانا کے کنارے

آباد ہو جائے گی۔''

''ہاں سردار! لیکن لانا ہماری حدود سے باہر بہتا ہے اور اگر کوئی ویرانوں
میں اپنا مسکن بنائے تو ہم اس پر کیسے اعتراض کر سکتے ہیں۔'' اس جواب پر ہمباریہ
خاموش ہو گیا تھا۔

لیکن رات کی تاریکیوں میں ہمباریہ نے نردانہ کے بارے میں سوچا تھا۔
کیسی بدکار عورت تھی؟ کیسی بے باکی سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی
تھی؟ جبکہ سوہا کی دوسری عورتوں کی نگاہیں مردوں کے سامنے اٹھتی تک نہیں تھیں' لیکن
وہ کمبخت اس بستی کی تھی ہی کب؟ اور پھر اسے ان الفاظ کا خیال آیا جن میں اس نے
کہا تھا کہ ہمباریہ نے اپنی تقدیر پر سیاہی مل لی ہے۔ نجانے کیوں ہمباریہ کے دل میں
یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اس پراسرار عورت سے دشمنی کہیں واقعی عذاب ہی نہ ثابت
ہو۔ آدھی رات تک وہ اس بارے میں ہی سوچتا رہا تھا۔

☆......☆......☆

بستی سروایا کا موسم بھی کمال کا موسم تھا۔ فضا میں بادل چھائے رہتے تھے اور ایک ہلکی ہلکی نمی چاروں طرف تیرتی رہتی تھی۔ سرشام ہی دھندا تر آتی تھی۔ ان لوگوں کے قیام کیلئے جو جگہ انگون نے انہیں دی تھی وہ بہت خوبصورت تھی' لیکن تہذیب کے نجانے کونسے دور کی دنیا جو ایک پاگل سائنسدان نے انہیں دے دی تھی۔ ان کیلئے بے مثال تھی' جس جگہ انہوں نے قیام کیا تھا وہاں ان کی خاطر مدارت کے لئے انگون نے ایک لڑکی متعین کی تھی۔ حسن و جمال میں بے مثال۔ اس کا نام ریگا تھا۔ ریگا بہت ہی تعاون کرنے والی لڑکی تھی۔ جہانگیر شاہ نے تو خیر اس کی جانب نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھا تھا' لیکن کمال کی نگاہیں اس کا تعاقب کرتی رہتی تھیں' پھر ایک جگہ تنہائی میں ریگا اسے مل گئی تو کمال نے کہا۔

''کیا تم بے زبان ہو' بول نہیں سکتیں؟'' ریگا مسکرا دی پھر بولی۔

''ایسی بات نہیں ہے' مگر میں سوچتی ہوں کہ معزز مہمان ایک ملازمہ کو بھلا اس قابل کہاں سمجھتے ہوں گے کہ اسے منہ لگائیں۔''

''خیر اتنی جلدی منہ سے لگانے کا تو میں تمہیں تصور بھی نہیں کر سکتا' لیکن تم بہت خوبصورت ہو۔'' ریگا شرما گئی۔ تنہائی میں جہانگیر شاہ نے کمال کی گردن پکڑتے ہوئے کہا۔

''اور اب تم یہاں حسن و عشق سے بھی لطف اندوز ہو گے۔''

''ارے ارے' تم میرے دوست ہو یا جاسوس۔ تم نے تو میری باقاعدہ مخبری شروع کر دی۔''

''ہاں نجانے مجھے کیوں یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے تمہاری نگرانی بھی کرنی

چاہئے۔ اس اجنبی دنیا کو ہم نے بحالت مجبوری اپنا لیا ہے' لیکن میں سوچتا ہوں کہ ممکن ہے ہمیں کوئی ایسا موقع مل جائے کہ ہم واپس اپنی دنیا میں جا سکیں۔''

''میں تو ایک بات سوچتا ہوں کم از کم یہاں اس پرسکون دنیا میں اتنی ہنگامہ آرائی نہیں ہے جتنی ہماری اپنی دنیا میں ہے۔ ابھی تک ہم نے کسی کو کسی سے دشمنی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ سب ایک دوسرے سے اچھی طرح ملتے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر ہم یہاں رہیں تو کیا حرج ہے؟ ان حسیناؤں سے رغبت بڑھائی جائے تو زندگی عمدہ گزر سکتی ہے اور ہم ماضی کے بچوں کے باپ بن سکتے ہیں۔'' جواب میں جہانگیر شاہ ہنس پڑا' پھر اس نے کہا۔

''ہاں ان بچوں کے باپ جو اگر زندہ ہوتے تو ہمارے پردادا کی عمر کے ہوتے' یا کون جانے اس سے بھی کہیں زیادہ۔''

''ہم یہ بات اس وقت کہہ سکتے تھے جب ہم اپنی دنیا میں واپس جاتے۔ یہیں رہنا تھا تو نہ دادا کی ضرورت پیش آتی نہ پردادا کی۔ ہم ان بچوں کے باپ ہوتے جو ابھی اس دنیا میں نہیں آئے' بلکہ بستی سروایا کی حسینائیں یقینی طور پر انتظار کر رہی ہوں گی کہ ہم میں سے کون کس کے بچوں کا باپ بنتا ہے۔''

''بھول جاؤ بیٹے اس بات کو ابھی انگون دوبا کے سفر کی تیاریاں کر رہا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ دوبا بستی کا غزال اس کا انتظار کر رہا ہے اور وہ اس کی مدد کرنے کیلئے جانا چاہتا ہے۔''

''ایک بات کہوں۔''

''ہاں کہو۔''

''اب تک جو تجزیہ ہم نے کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگون ایک کھسکا ہوا آدمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک دولت مند آدمی کا بیٹا ہے' لیکن عقل سے پیدل۔ بستی کے لوگوں سے میری بات ہوئی ہے اور انہوں نے انگون کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ یہ بات انہوں نے اس لئے مجھے بتائی ہے کہ وہ مجھے ایک دوسری بستی کا باشندہ سمجھتے ہیں' بلکہ انگون ہی کے کچھ

ساتھیوں کا تو کہنا ہے یہ انگون نے ہمارے سلسلے میں جن سچے خوابوں کی کہانی سنائی ہے وہ بھی اس کے دماغ کی تخلیق ہیں۔ یعنی نہ وہ سچے خواب دیکھتا ہے اور نہ ہمارے سلسلے میں اس نے کوئی سچا خواب دیکھا ہے، بلکہ ہم اسے نظر آ گئے تو اس نے ایک اور کہانی گڑھ ڈالی۔'' جہانگیر شاہ مسکراتی نگاہوں سے کمال کو دیکھنے لگا، پھر اس نے کہا۔

''یہ بھی ایک مرض ہے، اور زمانہ قدیم کے لوگوں کو بھی احساس برتری میں مبتلا ہونے کا مرض ہوتا تھا، خیر ہمیں اس سے کیا، میں تو تجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ کم از کم سروایا کی حسیناؤں کو اپنا دل نہ دینا۔ ابھی تو یہ وادیاں طویل ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی اور ایسی حسینہ تیرا انتظار کر رہی ہو۔'' کمال ہنسنے لگا پھر اس نے سسکاری سی بھر کر کہا۔

''آہ کاش واقعی! ویسے ذرا انہیں دیکھو۔ بالکل کچی مٹی کی مانند۔ سوندھی سوندھی حسین حسین، یار اپنی دنیا کی حسینائیں تو میک اپ میں غرق ہو کر اپنی اصلی شکل کھو بیٹھی ہیں۔ دن کی روشنی میں انہیں دیکھو تو رات سے بالکل مختلف نظر آتی ہیں۔ بھلا دن اور رات کے فرق سے پاک یہ حسینائیں دل میں کیوں نہ اتر جائیں۔''

''پیارے بھائی یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ ہم اس اجنبی دنیا کے قیدی ہیں، لیکن اس قید کو دلکش بنانے کیلئے ہمیں خود ہی بھرپور عمل کرنا ہو گا اور میرا خیال ہے اس سے بیزاری کا اظہار خود اپنے آپ سے انتقام لینے کے مترادف ہے۔ ذہنی طور پر اپنے آپ کو ان آبادیوں کا باشندہ قبول کر لو تو زندگی آرام سے گزر جائے گی۔ ہاں اگر جیسا تم کہتے ہو اگر کبھی اس دنیا سے واپسی کا موقع مل جائے تو الگ بات ہے۔''

''اور اس وقت بقول تیرے یہاں تیرے بے شمار بچے ہو گئے تو تو کیا کرے گا؟''

''یار چھوڑو ان باتوں کو، ہمارے ماں باپ ہم سے بچھڑ گئے یا ہم اپنے ماں باپ سے بچھڑ گئے تو ہم نے کیا کر لیا۔ انسان بڑی عجیب و غریب چیز ہے جب وہ اپنے خول سے نکلتا ہے تو آزاد دنیا کا پنچھی ہوتا ہے اور اس وقت سارے رشتے ناتے اس کیلئے بے مقصد ہو جاتے ہیں۔ وہی بات ہے کہ انسان اپنی ضروریات کا غلام ہے۔ یہ ضروریات جس سے بھی پوری ہوتی ہیں وہ اس سے اپنا رشتہ قائم کر لیتا ہے۔

ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو رشتہ ختم ہو جاتا ہے، کیا خیال ہے؟''

''ہوں......'' جہانگیر شاہ نے کہا اور پھر بے اختیار مسکرا پڑا۔

''تو اپنے لئے راستے ہموار کر رہا ہے، لیکن میرا مشورہ یہی ہو گا بہتر ہے کہ سروایا کی آبادی میں کسی حسینہ سے دل نہ لگایا جائے۔''

''ابھی تک تو ایسا کوئی کام نہیں ہوا ہے، لیکن آنے والے وقت میں کیا کہا جا سکتا ہے؟'' پھر چند دن کے بعد انگون نے ان سے کہا۔

''میرے معزز دوستو! مجھے یقین ہے کہ تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ میں اپنے عظیم مشن پر روانہ ہونے کیلئے تیار ہوں۔ تم نہیں جانتے مدبر اعلیٰ نے میرا انتخاب میری ان آبادیوں کی بہتری کیلئے کیا ہے اور اب تم میرے ساتھی ہو۔ بہتر ہے کہ مجھے اپنا روحانی استاد تسلیم کرنا اور میری ہر ہدایت پر عمل کرنا کہ یہی ہمارے لئے اور ان آبادیوں کیلئے نجات کا راستہ ہے۔''

''ٹھیک ہے انگون! ہم نے بھلا کب انکار کیا ہے؟'' جہانگیر شاہ نے جواب دیا۔

انگون کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ان دونوں کو دو بہترین گھوڑے پیش کیے گئے۔ انگون نے اپنے لئے ایک شاندار گھوڑے کا انتخاب کیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے پانچ مصاحب تھے اور خوب ساز و سامان جن میں ہتھیار وغیرہ بھی شامل تھے۔ یہ ہتھیار ان لوگوں کو بھی دیئے گئے تھے۔ خیمے بھی ساتھ لئے گئے تھے۔ غرض ایک شاندار لیکن چھوٹا سا لشکر تیار ہو گیا تھا اور پھر اس لشکر نے بستی سروایا سے کوچ کیا اور جنگلوں میں نکل کھڑا ہوا۔ آبادیوں کے نشان پیچھے رہ گئے اور خوبصورت جنگلات شروع ہو گئے۔ ان جنگلات کا حسن بے مثال تھا۔

تاحد نظر سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے۔ فلک بوس پہاڑ اور ان کے دامن میں گہرے سبزہ زار دیکھنے کے قابل تھے اور یہ لوگ اس سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ دیکھنے والی آنکھ ان جنگلوں اور ان کے حسین مناظر کو دیکھتی تو ان کی دیوانی ہو جاتی۔ ایک لمحے کیلئے کسی بوریت کا احساس

نہیں ہوتا تھا اور اس بات کو یہ دونوں محسوس کر رہے تھے۔

پہلے دن کا سفر ختم ہوا۔ رات کے پڑاؤ میں خیمے لگا دیئے گئے۔ کھانے پینے کا بندوبست ہونے لگا اور اس کے بعد ان لوگوں کو عمدگی سے کھانا پیش کیا گیا' پھر سب لوگ آرام کرنے لیٹ گئے۔ انگون کا خیمہ ان کے خیمے سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ رات کو کوئی ایک یا ڈیڑھ بجے کا وقت ہوگا جب انہیں انگون کے خیمے میں سرگوشی سنائی دی اور وہ چوکنے ہو گئے۔ سناٹے میں آواز دور تک پھیلتی ہے جو باتیں ہو رہی تھیں وہ ان لوگوں نے سننا شروع کر دیں۔ انگون کی آواز ابھری۔

''ہاں! حالانکہ یہ لوگ بہت اچھے ہیں۔ تعاون کرنے والے اور اگر میں ان سے کہوں کہ وہ اپنی ذہانتیں میرے لئے خرچ کریں تو شاید وہ انکار نہ کریں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اب وہ مجھے اپنا روحانی استاد مانیں۔ یہ ایک تجربہ کرنے کی بات تھی' لیکن انہوں نے اسے بھی تسلیم کر لیا۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔''

''لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے عظیم انگون کہ تو ان کا روپ کیسے اختیار کرے گا؟''

''اگر دوبا کے سردار غزال سے میری ملاقات ہوئی ہوتی تو بات الگ تھی۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہمیں روبا اور شامان کا روپ اختیار کرنے کیلئے کیا کرنا چاہئے؟''

کمال اور جہانگیر شاہ حیرانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے' پھر ایک آواز ابھری۔

''یہ تو سچ ہے کہ روبا کا کردار تمہارا یہ غلام بخوبی کر سکے گا' میں نے تمہاری خواہش کے مطابق ان دونوں کو دیکھا اور پرکھا ہے' لیکن اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا کیا تم اسے آسانی سے کام میں لا سکتے ہو انگون۔''

''اے بیوقوف! یہ الفاظ تو اس شخص سے کہہ رہا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ آنے والے وقت میں وہ مدبر اعظم بنے گا۔ یہ بات تو طے ہے کہ کسی بھی انسان کو بڑائی حاصل کرنے کیلئے مختلف مرحلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ میری روحانیت اور میرے سچے خواب مجھے یہ بتاتے ہیں کہ آنے والے وقت میں مجھے کیا کرنا ہوگا۔ ہم

ان دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بس ان کا آ جانا ہمارے لئے کافی ہے۔ یہی انتظار کیا ہے ہم نے۔ اب بستی کے لوگ تو نہیں جانتے تھے کہ اصلیت کیا ہوگی۔ وہ سب تو یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ عظیم دماغ والا یعنی انگون اپنے خوابوں کی تکمیل کیلئے نکل کھڑا ہوا ہے جہاں تک دوبا کے سردار غزال کا تعلق ہے تو جب میں اس سے کہوں گا کہ میں شامان ہوں اور یہ روبا...... تو بھلا اسے کیا شک و شبہ ہوگا۔ جبکہ لامہ کے پڑاؤ پر اس کا آدمی بھی مجھے ملے گا اور ہم دونوں کو روبا اور شامان کی حیثیت سے خوش آمدید کہے گا۔''

''مگر ان دونوں کا کیا ہوگا؟''

''میں یہی سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تو خاموشی سے میں یہاں سے چل پڑوں اور ہم دونوں وہی روپ اختیار کر لیں یا پھر ایک اور تدبیر میرے ذہن میں ہے۔''

''وہ کیا؟''

''آہ میرا دل تو نہیں چاہتا' لیکن بحالت مجبوری مجھے ان دونوں کو سانگ بوٹی کھلانی پڑے گی اور سانگ بوٹی ان دونوں کا ذہنی توازن خراب کر دے گی۔ اصل میں میں انہیں قتل نہیں کرنا چاہتا' چونکہ آنے والے وقت میں مجھے مدبر اعظم بننا ہے۔ گناہ کے ایسے راستے اختیار کرنا میرے لئے ابھی سے ممکن نہیں ہے اور یہ دونوں تو بے ضرر ہیں' لیکن سانگ بوٹی ان سے ان کا ذہنی توازن چھین لے گی اور اس کے بعد ہم خاموشی سے یہاں سے نکل چلیں گے۔''

''اور یہ لوگ......''

''اب اس سے زیادہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ یہ بیچارے، ذہنی عدم توازن کا شکار ہو کر ان جنگلوں میں بھٹکتے پھریں گے۔''

''مگر یہ تو سنگدلی ہے۔''

''نہیں یہی میرا خواب ہے۔'' انگون نے کہا اور یہ دونوں حیرانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔

''لو اور اب بھی تم یہی کہو گے کہ یہ دنیا ہماری دنیا سے بہت اچھی ہے۔ یہ دیکھا ایک شخص اقتدار حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے اور اس نے ہم جیسے بے ضرر لوگوں کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ذرا غور کرو کونسا اختلاف ہے زمانہ قدیم کی اس دنیا میں اور زمانہ جدید کی ہماری دنیا میں......؟'' کمال کوئی جواب نہیں دے سکا۔ پھر اس نے کہا۔

''تو کیا خیال ہے پھر ان لوگوں کی گردنیں پکڑ لی جائیں۔'' جہانگیر شاہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں...... میں اس بات کی قطعی اجازت نہیں دوں گا کہ اس نامانوس اور اجنبی دنیا میں ہم اپنے دشمن پیدا کریں بلکہ یہ تو ایک بہت ہی دلچسپ ایڈونچر ہوگا۔''

''وہ کیسے؟''

''ہم لوگ سانگ بوٹی پی لیں گے اور ہمارا دماغ خراب ہو جائے گا' پھر اس کے بعد ہم پاگل پن کے عالم میں انگون پر مسلط رہیں گے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہی کرے گا نا کہ اپنے آپ کو روبا اور شامان کی حیثیت سے دوبا کے سردار سے روشناس کرائے گا۔ ہم تماشہ دیکھیں گے۔ پتہ تو چلنا چاہئے کہ آخر دوبا کے غزال کو کیا پریشانی لاحق ہے اور وہ کیوں ہماری مدد چاہتا ہے۔''

''او میرے پیارے بھائی سانگ بوٹی پی لینے سے ہمارا دماغ خراب ہو جائے گا' تم جنگل کی ان جڑی بوٹیوں کے بارے میں، کیا جانتے ہو؟ کہیں ایسا ہی نہ ہو کہ ہم دونوں ان جنگلوں میں اپنی دم تلاش کرتے پھر رہے ہوں۔'' کمال کے ان الفاظ پر جہانگیر شاہ ہنس پڑا تھا' پھر اس نے کہا۔

''اس میں بھی کیا نقصان ہے؟''

''یار کمال میں ہوں اور کمال تم کر رہے ہو۔ یعنی تم خوشی سے پاگل ہونے کیلئے تیار ہو۔''

''نہیں بلکہ حیرت سے ایک پاگل کو دیکھ رہا ہوں جس کی عقل میں اتنی سی بات نہیں آ رہی کہ اب اگر ایسی سازش ہمارے خلاف ہو گی تو ہم نہایت ہوشیاری

سے اسے ناکام بنا سکیں گے۔''

''اوہو اچھا' مگر دیکھ لو سوچ لو۔''

''صرف ایک بات کا خیال رکھنا ہے ہمارے گھوڑے کسی طور ہاتھ سے نہیں نکلنے چاہئیں باقی تو سب کچھ دیکھا جائے گا۔''

پھر دوسرے دن ایک دلچسپ تماشا ہوا۔ کھانے پینے کی تمام چیزوں کا خاص طور پر خیال رکھا جا رہا تھا۔ صبح کا ناشتہ ان دونوں میں سے کسی نے نہیں کیا تو انگون نے کہا۔

''ارے کیا بات ہے ناشتہ کیوں نہیں کر رہے۔ جنگل کی ہوا میں شاید کوئی ایسی گڑبڑ ہوگئی ہے کہ ہمارے پیٹ خراب ہو گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ دوپہر تک فاقہ کر لیا جائے۔'' انگون پریشان سے انداز میں خاموش ہو گیا' لیکن جب دوپہر کو بھی انہوں نے کھانے پینے سے گریز کیا تو انگون نے بڑی ہمدردی سے کہا۔

''بہتر ہے کہ تم صرف بھیڑ کا دودھ پی لو' جسے میں کافی مقدار میں ذخیرہ کر کے لایا ہوں۔''

''ہاں وہ ٹھیک ہے' تمہیں تکلیف تو ہو گی عظیم انگون۔ دو برتنوں میں ہمیں بھیڑ کا دودھ بھجوا دو۔''

''اور انگون نے اپنا کام کر دکھایا' لیکن دوسرا کام ان دونوں نے کیا تھا۔ یعنی بڑی احتیاط کے ساتھ بھیڑ کے دودھ کو ایک ایسے سوراخ میں بہا دیا گیا جہاں سے کسی کو اس کا پتہ نہ چل سکے۔ انگون نے پڑاؤ سے کوچ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنا کام کرنے کے بعد ہی آگے کوچ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ انگون اور اس کے ساتھی ان پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے جہانگیر شاہ سر کے بل کھڑا ہو گیا اور پھر کمال اس سے لپٹ کر رونے لگا۔ انگون اور اس کے ساتھی قریب پہنچ گئے تھے۔ انگون نے دلچسپی سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''آہ میرا ساتھی الٹ گیا ہے۔'' کمال نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور

انگون کے ساتھی ہنس پڑے۔ انگون نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

''ساتھی الٹ گیا ہے' مگر کیسے؟''

''ایسے۔'' کمال بولا اور پھر خود بھی سر کے بل کھڑا ہو گیا۔ اب انگون اور اس کے ساتھی بے اختیار قہقہے لگانے لگے تھے۔ انگون نے کہا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ دونوں ہی الٹ گئے۔''

''کمال کی بات ہے عظیم انگون تو واقعی باکمال ہے۔''

''باکمال تو یہ بھی ہیں دیکھو کس طرح سر کے بل کھڑے ہو گئے ہیں۔''

''ہم پیروں کے بل بھی کھڑے ہو سکتے ہیں۔'' اچانک ہی جہانگیر شاہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور پٹ سے نیچے گر پڑا۔ وہ گرا ہی تھا کہ کمال خوشی سے چیخا۔

''ہو گیا سیدھا ہو گیا۔'' پھر اس کے ساتھ ہی دونوں اچانک اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے گھوڑوں کی جانب دوڑ لگا دی۔ پھر وہ دونوں گھوڑوں پر اس برق رفتاری سے سوار ہوئے تھے کہ انگون اور اس کے ساتھی بھی حیران رہ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے گھوڑوں کو ایڑھ لگا دی اور انگون آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

''گئے لو وہ تو گئے۔ واہ کام اتنی خوبصورتی سے ہو جائے گا ہم نے تو سوچا بھی نہیں تھا۔''

''کہیں ایسا نہ ہو کہ دونوں گھوڑوں سے گر کر مر جائیں۔''

''میں نے کہا نا باقی سب کچھ تو میں نے ان کی تقدیر پر چھوڑ دیا ہے لیکن بیچارے اب کبھی ٹھیک نہیں ہو سکیں گے افسوس افسوس......!''

☆......☆......☆

ہمباریہ اس قدر کمزور نہیں تھا کہ کسی ایک بات سے نڈھال ہو کر بیٹھ جائے۔ پوری بستی کی ذمہ داریاں اس پر تھیں اور وہ بستی کے مسائل حل کیا کرتا تھا۔ اس کے بہت سے دوست بہت سے دشمن تھے لیکن اس بار نجانے کیوں اس کے دل پر ایک عجیب سا بوجھ تھا۔ اپنے اس بوجھ کا اظہار اس نے کسی پر نہیں کیا تھا لیکن ایک دن اس کا ایک مشیر خاص اور گہرا دوست اس کے پاس آیا تو اس نے ہمباریہ سے کہا۔

''عظیم ہمباریا میں تیرے چہرے پر کچھ تفکرات کے آثار دیکھتا ہوں' تیرا مشیر ہوں اور تجھ سے محبت کرتا ہوں تو اگر مجھے اپنی پریشانی کے بارے میں نہیں بتائے گا تو مجھے افسوس ہوگا۔'' ہمباریہ نے پرخیال انداز میں اپنے دوست کی صورت دیکھی اور پھر بولا۔

''تیری نگاہیں بے شک گہری ہیں اور واقعی میں پچھلے کچھ دنوں سے بہت پریشان ہوں۔''

''اور اگر تو میری عقل کو ناقص نہ سمجھے یا اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کا برا نہ مانے تو میں تجھے بتاؤں کہ یہ پریشانی صرف اور صرف اس پراسرار عورت کی وجہ سے ہے جس کا نام نردانہ تھا۔''

''میرے معزز دوست! تیرا تجربہ بالکل ٹھیک کہتا ہے' واقعی میں کافی پریشان ہوں اس عورت کی وجہ سے۔ پتہ نہیں کیوں مجھے اب یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی خاص بات ضرور ہے اور کوئی ایسا عمل تھا اس کے پاس جس کی وجہ سے میری نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ جب مجھے یہ علم ہوا کہ گیرن لکڑہارے کو دریا میں ایک ایسی عورت ملی ہے جس کا جسم پانی میں بہتا ہوا دریا کی ایک جھاڑی میں آ گیا تھا۔ لانا کی

یہ مہمان گیرن کو ملی اور وہ اسے اپنے گھر لے آیا۔ میں نے اس وقت بھی یہ سوچا تھا
کہ پتہ نہیں یہ لڑکی کون ہے' کہاں سے وہ پانی میں گری تھی اور اس نے کونسی بستی میں
پرورش پائی ہے لیکن اس کے بعد مجھے اس کے بارے میں جو تفصیلات معلوم ہوئیں تو
میں نے اپنا فرض پورا کیا کیونکہ بہرحال مجھے اپنی بستی کے نوجوانوں کی زندگی عزیز ہے'
میں تجھے بتاؤں میرے معزز دوست! کہ جب میں نے اس عورت کو دیکھا تو مجھے یہ
بات فوراً ہی محسوس ہوئی کہ نردانہ کوئی عام عورت نہیں ہے' اس کی آنکھوں میں ایک
عجیب سی شیطنت چھپی ہوئی ہے اور اس کی مسکراہٹ میں بڑی مکاری اور اعتماد ہے۔
وہ بے شک حسین اور دلکش ہے اور اس کے اندر ایک ایسی انوکھی کشش موجود ہے جو
نوجوانوں کو اس کا دیوانہ کر دے۔ ایک اور بات اگر میں تجھ سے کہوں تو تو بڑی عجیب
سی کیفیت محسوس کرے گا۔''

''کیا معزز سردار! اسی لیے تو آج میں تیرے پاس آیا ہوں۔ بہت سی
باتیں فرض ہوتی ہیں انسان پر اور میں نے یہ سوچا کہ معزز سردار نے مجھے اپنا مشیر
خاص مقرر کیا ہے تو پھر یہ تو میری ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی بات سردار کے ذہن میں
الجھن بن جائے تو وہ اکیلا ہی اس کے حل کی تلاش میں سرگرداں نہ ہو بلکہ ہم بھی اپنا
فرض پورا کریں۔''

''آہ میں واقعی اپنی زندگی کے سب سے عجیب لمحات سے گزر رہا ہوں۔
میں نے اس عورت کو دیکھا اور اس کے بعد اس کی آغوش میں اس کی بیٹی اشوریہ کو۔
مجھے یوں لگا کہ اشوریہ اپنی ماں سے بھی زیادہ پراسرار اور عجیب ہے بلکہ اگر میں یہ
کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ جس چیز کی کمی نردانہ میں تھی' وہ اشوریہ میں پوری ہوگئی تھی۔
کاش تو نے غور سے اس ننھی سی بچی کو دیکھا ہوتا۔ اس کی شخصیت انتہائی پرکشش اور
آنکھیں.....لگتا ہے یہ آنکھیں سو رہی ہیں لیکن یہ نیند اس کی تنہا نیند نہیں ہے بلکہ وہ
کائنات کو سلا دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا چہرہ حسن و جمال میں بے مثال
ہے۔ ایک بات اور میں سوچتا ہوں جو مجھے پریشان کرتی ہے۔''

''وہ کیا معزز سردار؟''

''ہم نے اسے نکال دیا ہے' اب نجانے وہ کہاں کہاں بھٹکتی پھرے گی لیکن
مجھے ایک سردار کی حیثیت سے یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اس کی معصوم بچی اشوریہ کہیں
فاقہ کشی کا شکار نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو میرا ضمیر مجھے معاف نہیں کرے گا کیونکہ
بہرطور کچھ باتیں میری ذمہ داریوں میں شمار ہوتی ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بچی بھوک
سے بلک بلک کر جان دے دے بھلا نردانہ اسے کہاں سے کھلائے پلائے گی۔''

''وہ تو ٹھیک ہے معزز سردار لیکن یہ تو ضروری تھا کہ کیونکہ اس بات کی
گواہی تو میں بھی دیتا ہوں کہ بستی کے بے شمار نوجوان تنہائی میں اس کے بارے میں
آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ ایک اطلاع شاید تیرے کانوں تک بھی
نہ پہنچی ہو' وہ یہ کہ کہیں کہیں ان نوجوانوں میں آپس میں اس کے نام پر جھگڑا بھی ہو
جاتا ہے اور ایسے تین واقعات ہو چکے ہیں جس میں کچھ نوجوان زخمی بھی ہوئے تھے۔''

''پھر بتاؤ کہ میں ایک برائی کو اپنی بستی میں فروغ تو نہیں دے سکتا تھا۔ یہ
تو مجھے کرنا ہی تھا۔''

''بالکل ٹھیک لیکن اب تو پریشان کیوں ہے؟''

''اب میں جب تجھ سے اتنی ساری باتیں کہہ چکا ہوں تو یہ کہنے میں بھی
مجھے کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ جاتے ہوئے جس انداز میں اس سے گفتگو کی تھی' وہ
ذہن سے چپک کر رہ گیا ہے۔ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے کچھ ہونے والا ہو'
حالانکہ اس سے پہلے بھی میرا واسطہ بے شمار مشکلات سے پڑ چکا ہے لیکن میرے ذہن
پر ایسی کیفیت کبھی سوار نہیں ہونے پائی' بہرحال ہو سکتا ہے یہ میرا اندرونی احساس ہو
۔تم ایک کام کرو میرے دوست۔''

''تو حکم کر ہمارے۔ بھلا تیری پریشانی کیسے دیکھ سکتا ہوں میں؟''

''ذرا پتہ لگا کہ وہ کہاں گئی اور یہ پتہ چل جانے کے بعد مجھے اس کے
بارے میں اطلاع دے۔ اصل میں یہ شبہ بھی میرے ذہن میں سر ابھارتا ہے کہ وہ بستی
کے نوجوانوں کی پسند تھی۔ بے شک میں نے اسے بستی سے نکال دیا اور یہ بھی دیکھا
میں نے کہ بہت سی آنکھیں میرے اس فیصلے کے خلاف نفرت کے احساس کا شکار

تھیں۔ بہرحال پتہ چلنا چاہیے کہ کہیں نوجوانوں نے اس کو کہیں پناہ تو نہیں دی۔"

"میں بہت جلد تجھے اس بارے میں اطلاع دوں گا۔" ہماریہ کے دوست نے کہا اور ہماریہ نے گہری گہری سانسیں لے کر گردن ہلا دی۔

ہماریہ کا دوست اور مشیر خاص زالہ اس کوشش میں لگ گیا کہ معلومات حاصل کرے۔ ہماریہ چونکہ بذات خود ایک پسندیدہ سردار تھا اور بستی کے لوگ اس بات کے خواہشمند تھے کہ اس کی سرداری قائم رہے اور وہ الجھنوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ سبھی اس سے ہمدردی رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ماضی میں ہماریہ سے پہلے کبھی کبھی کچھ ایسے لوگ سرداری پر مسلط ہو چکے تھے جنہوں نے بستی کو نقصان کے علاوہ اور کچھ نہیں دیا تھا اور بستی کے لوگ بھی چاہتے تھے کہ ہماریہ طویل عرصے تک سردار رہے اور اس کے بعد اپنے لیے کوئی ایسا جانشین منتخب کر لے جو ہماریہ ہی کی مانند ایک بہتر انسان ہو' سو جو مشیر ہماریہ کو اس کی سرداری کے سلسلے میں مشورے دیا کرتے تھے۔ وہ ہماریہ سے مخلص تھے اور ہماریہ بھی ان پر پورا پورا بھروسہ کرتا تھا۔ چنانچہ زالہ گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے لانا کے ساتھ کافی دور تک نکل گیا اور آخرکار اس نے دریائے لانا کی بغلی سمت پھیلے ہوئے گھنے درختوں کے درمیان ایک جھونپڑا بلند ہوتے ہوئے دیکھا اور اپنے گھوڑے کو ایک ایسی جگہ چھپا دیا جہاں سے کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ پھر وہ درختوں کی آڑ لے کر اس جھونپڑے تک پہنچا اور ایک ایسی جگہ اس نے منتخب کر لی جہاں سے ایک طرف نگاہ کی تو اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ حسین و جمیل لڑکی اشوریہ جنگل کے جانوروں کے ساتھ کھیل رہی تھی اور اس کے دوسری طرف وہ پراسرار عورت جھونپڑے کی تعمیر میں مصروف تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ عورت تنہا اپنا کام کر رہی تھی اور کوئی اس کا مددگار نہیں تھا۔ سو زالہ نے سوچا کہ یقیناً ابھی تک نردانہ کے دوست نوجوان یہاں تک نہیں پہنچے ہیں اور ممکن ہے انہیں ابھی اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ ان کی محبوب دوست یا جو کچھ بھی وہ تھی' ابھی ان کے آس پاس ہی موجود ہے اور ان سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ چنانچہ تمام تر معلومات کے بعد زالہ چالاکی سے واپس پلٹ پڑا۔ اس کا دل شدید خوف کا شکار تھا کیونکہ بہرحال

بات طے تھی کہ نردانہ ایک پراسرار عورت ہے اور واپس آ کر اس نے سردار ہماریہ سے ملاقات کی۔

"تیرا خیال بالکل ٹھیک نکلا ہماریہ۔ اس خوفناک عورت نے ہماری آبادی کو چھوڑا نہیں ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بعد وہ آس پاس کی آبادیوں کے نوجوانوں سے رابطہ کرے' آہ یہ تو واقعی بڑی خوفناک بات ہے۔ جس کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔"

"تو کہنا کیا چاہتا ہے؟"

"دریائے لانا سے کافی آگے جا کر بغلی جنگل کے درختوں کے درمیان وہ ایک جھونپڑا تیار کر رہی ہے اور کیا ہی انوکھی بات ہے جو کسی عورت سے تصور نہیں کی جا سکتی اور خاص طور پر ایسی شکل میں جبکہ وہ بچی بھی اس کی مددگار نہیں ہے لیکن حیرانی کی بات ہے کہ وہ بچی جنگل کے جانوروں سے اس طرح گھل مل گئی ہے جیسے ان سے اس کی پرانی شناسائی ہو اور اس علاقے میں تو درندے بھی پائے جا سکتے ہیں۔ بے شک کبھی ان کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ گویا وہ عورت ان درندوں کے درمیان رہنے کی ہمت رکھتی ہے اور سردار ہماریہ! یہ بھی ہمت ہی کی بات ہے کہ وہ تن تنہا ایسا عظیم الشان جھونپڑا تعمیر کر رہی ہے جسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ اسے کسی ماہر ہاتھوں نے بنایا ہے' کمال ہے۔"

"تو غیر ضروری باتیں کر رہا ہے زالہ' میں تو یہ سن کر ہی پریشان ہو گیا ہوں کہ اس بلا نے ابھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ خیر ظاہر ہے جنگل کے اس حصے میں جو کہ ہماری سرحد میں بھی نہیں آتا' ہم اسے وہاں سے ہٹا تو نہیں سکتے لیکن سن بستی کی سرحدوں کو زیادہ سخت کرا دے کچھ اور پہریداروں کو متعین کر دیا جائے اور خصوصی طور پر یہ ہدایت کر دی جائے کہ بستی کے نوجوان خاص طور سے وہ جو اس کے سحر کا شکار ہو چکے ہیں' بستی سے باہر نہ جانے پائیں۔ ان نوجوانون پر گہری نگاہ رکھی جائے اور اگر کسی کو اس طرف جاتے دیکھا جائے تو سردار ہماریہ کو اس کے بارے میں اطلاع دی جائے۔"

چنانچہ یہ اعلان کرا دیا گیا اور اس اعلان کو سن کر ہی بستی کے ان نوجوانوں کو
علم ہوا جو بہرحال نردانہ کے دوست تھے اور اس سے نجانے کیسی کیسی توقعات وابستہ
رکھتے تھے' انہیں علم ہوا کہ نردانہ ان سے بہت دور نہیں چلی گئی ہے' چنانچہ سرکش جوانی
بھلا! کہاں باز آتی ہے۔ نوجوان اس تاک میں لگ گئے کہ سردار کے حکم کو کیسے ختم کیا
جا سکے اور ادھر ہمباریہ اپنے طور پر مصروف ہو گیا۔ اس نے ان نوجوانوں کی فہرست
تیار کرائی جن کے بارے میں سبھی کو علم تھا کہ وہ نردانہ کے دوست ہیں۔ اس فہرست کو
خاص طور سے سامنے رکھا گیا اور سردار نے آخر کار ان سب نوجوانوں کو ایک دن
اپنے پاس طلب کر لیا۔ وہ نوجوان اس کے سامنے آئے تو سردار حیران رہ گیا۔ اس
نے محسوس کیا کہ نوجوانوں کی صحت اور شادابی رخصت ہو چکی ہے۔ حالانکہ ان کی
عمریں خاص نہیں تھیں لیکن وہ صحت سے عاری ہو چکے تھے اور اب ان کے اندر
نوجوانوں جیسی کوئی بات نہیں رہی تھی۔ ان کے چہرے زرد اور جسم لاغر ہو چکے تھے۔
یہ بات سردار نے اپنے ذہن میں محفوظ رکھی اور نوجوانوں سے کہا۔

''دیکھو! میں نے جو حکم جاری کیا ہے۔ وہ تمہاری بہتری کے لیے ہے اور
میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ تم اس حکم کو ناپسند کرتے ہو۔ وہ ایک بری عورت تھی
اور ہم نے اسے اپنی بستی سے دور کر دیا۔ خبردار ہر نوجوان خیال رکھے کہ جس سے منع
کیا گیا ہے' اس کو اختیار نہ کرے ورنہ اپنے نقصان کا ذمہ دار خود ہوگا۔ اس بات کا
خاص طور سے خیال رکھا جائے۔'' نوجوانوں کے چہروں پر ناخوشگواری کے تاثرات
موجود تھے۔ وہ منتشر ہو گئے لیکن ہمباریہ مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اپنے کچھ اور مشیروں سے
اس نے مشورہ کیا۔ تب ان میں سے ایک مشیر نے کہا۔

''سردار ہمباریہ! بہتر ہے کہ تو ہوما سے مل لے' ہوما اس سلسلے میں بڑا
کارآمد ثابت ہوگا۔''

''ہوما' بلاؤ اسے۔ وہ ایک ذہین بزرگ ہے اور واقعی اس نے بہت سے
معاملات میں ہمارا ساتھ دیا ہے لیکن اس سلسلے میں ہوما کی طرف تمہارا اشارہ میری
سمجھ میں نہیں آتا۔''

ہوما کو بلایا گیا تو ہوما سردار ہمباریہ کے سامنے پہنچ گیا۔

''معزز ہوما! تمہیں علم ہے کہ تمہاری بستی کا سردار اپنے آپ کو تمہارا غلام
سمجھتا ہے اور کبھی اس کے ذہن میں یہ تصور نہیں آیا کہ وہ تم لوگوں سے الگ اور کوئی
برتر شخصیت ہے۔ چنانچہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے' ہمباریہ تمہارا ہی سہارا لیتا
ہے اور عظیم بزرگ! تم نے زندگی کا بہت بڑا تجربہ حاصل کیا ہے۔ بھلا ان آبادیوں
میں کون ہے جو تمہارے تجربے کو جھٹلا سکے۔ میرے ذہن میں اس وقت ایک عورت
ہے جس کا نام نردانہ تھا اور جو گیرن کے ذریعے ہماری بستی میں آئی اور ہم نے اسے
صرف اس لیے سہارا دیا کہ ایک ایسی بے سہارا عورت ہے جو دریا میں گرنے کے بعد
اپنی عقل سے محروم ہو گئی ہے اور اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ بس یہ انسانی
ہمدردی تھی جس کی بنا پر نردانہ کو بستی میں جگہ دیدی گئی اور وہ بھی اس لیے کہ بیوقوف
گیرن اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید عورت کے لیے بستی میں
کوئی جگہ نکالنا مشکل ہوتا لیکن بعد میں جو کچھ ہوا ہے' وہ ذرا قابل توجہ ہے۔ گیرن مر
گیا اور اس کے بعد نردانہ نے نوجوان سے دوستی شروع کر دی۔ اب یہ بات دعوے
سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایک بدکردار عورت تھی اور ہماری بستی کے نوجوانوں کو تباہ کر
رہی تھی اور یہ جتنی خوفناک بات تھی معزز ہوما تم جانتے ہو۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا
ہوں کہ کیا تمہاری دانائی مجھے اس بات سے آگاہ کر سکتی ہے کہ ان نوجوانوں کی صحتیں
کیوں خراب ہوئیں؟'' ہوما کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ کچھ دیر
کے بعد اس نے کہا۔

''ان نوجوانوں کی صحت سے پہلے تو تجھے گیرن پر غور کرنا چاہیے سردار
ہمباریہ۔ شاید تجھے اس بات کا علم ہو اور سردار کی حیثیت سے اپنی بستی کے لوگوں سے
رابطے اگر تو نے ضروری سمجھے ہوں تو تجھے گیرن کے خوف کا پتہ ہوگا' تجھے شاید اس
بات کا علم ہو کہ گیرن سانپوں سے خوفزدہ تھا اور یہ بات اس نے اپنے چند شناساؤں
سے کہی تھی کہ اسے اپنی جھونپڑی میں سانپوں کے پھنکارنے کی آوازیں سنائی دیتی
ہیں۔ ذرا غور کر کہ گیرن کو یہ خوف کیوں تھا اور یہ بات بھی ذرا قابل غور ہے کہ گیرن

کو یہ آوازیں اس عورت سے شادی کرنے کے بعد سنائی دینے لگی تھیں اور وہ عورت ایک دریا میں بہتی ہوئی آئی تھی اور گیرن نے اسے نکال کر اپنی بیوی بنا لیا تھا۔ پھر اس کے بعد شیروں کی طرح چوڑی چھاتی والا گیرن بیمار ہو گیا اور آہستہ آہستہ اس کی صحت اتنی خراب ہو گئی کہ وہ زندہ بھی نہ رہ سکا۔ تجھے ضرور یاد ہو گا کہ گیرن کس طرح ایک طاقتور اور توانا جوان تھا اور پھر وہ اس طرح گھلتا چلا گیا جیسے نمک۔ یہ بات زمانہ قدیم کی چند داستانوں سے منسلک ہو سکتی ہے۔ سمجھا' کیا تو نے ان داستانوں پر کبھی غور کیا ہے؟''

''نہیں بزرگ ہوما! میں نہیں جانتا لیکن زمانہ قدیم کی داستانیں تجھ سے بہتر اور کون سمجھ سکتا ہے؟'' بوڑھا ہوما غور کرتا رہا' پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''اور جو داستانیں میرے علم میں ہیں' وہ یہ ہیں کہ سحر کی وادیوں کی ساحرائیں کبھی کبھی اپنی اقامت گاہوں سے نکل کر باہر بھی آتی ہیں اور مختلف شکلیں دھار کر نوجوانوں کو اپنا شکار بناتی ہیں اور پھر ان کی وجہ سے سحر پھیلتا ہے اور بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ زمانہ قدیم کی ایک ایسی ہی ساحرہ کی کہانی میں نے شاید اپنے بچپن میں سنی تھی جو وادی سحر سے نکل کر انسانوں کی بستی میں آ گئی تھی اور اس کے بعد اس نے ایک ناگن کا روپ دھار کر وہاں زندگی کا آغاز کیا۔ پھر اس کے بعد وہ انسانی روپ میں آ کر ایک سردار سے منسلک ہو گئی اور سردار کو اس نے اپنا غلام بنا لیا۔ پھر اس کے بعد اس نے اس سردار کے ذریعے بہت سے فساد پھیلائے۔ وادی سحر کی اس ساحرہ کو فنا کرنے کے لیے اس وقت کے تمام جادوگر مصروف ہو گئے تھے اور رفتہ رفتہ ان میں سے پانچ جادوگروں کا خاتمہ اس کے ہاتھوں ہوا۔ سمجھ رہا ہے نا ہمباریہ! یقینی طور پر وہ معمولی جادوگرنی نہ ہو گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نردانہ بھی ایسی کوئی جادوگرنی ہے لیکن ذرا غور کرو اور مجھے بتاؤ' بات صرف میری ہی نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کے سوچنے کی ہے کہ آخر وہ عورت کون تھی جس کے بارے میں کسی کو کچھ پتہ ہی نہیں چل سکا۔ وہ دریا میں بہتی ہوئی آئی اور بیوقوف گیرن نے اسے نکال لیا اور اس کے بعد

گیرن کے اپنے جھونپڑے میں سانپوں کی پھنکاریں سنائی دیں۔ اس کی صحت تباہ ہو گئی اور رفتہ رفتہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور اس کے بعد وہ نوجوان جن کے بارے میں تو کہتا ہے کہ تو نے ان کی ایک فہرست تیار کرائی ہے اور وہ صحت سے عاری ہوتے جا رہے ہیں تو ذرا غور کر یہ سب تفصیل کس طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس عورت کی قربت موت ہی ہو سکتی ہے اور یہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ساحرہ درحقیقت وادی سحر کی ساحرہ ہو۔ کون کہہ سکتا ہے' کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا' سمجھ رہا ہے نا تو؟''

بوڑھا ہوما خاموش ہو گیا لیکن اس کی بات نے ہمباریہ کے سارے وجود کو لرزا دیا تھا اور وہ یہ سوچنے لگا تھا کہ اگر نردانہ ایسی ساحرہ ہے اور اس کے لیے کچھ کہہ کر گئی ہے تو یقینی طور پر اسے کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ ہوما کو اس نے عزت و احترام سے رخصت کیا لیکن ہوما اس کا کوئی حل نہیں بتا سکا تھا۔ اس نے کہا تھا۔

''معزز سردار! تیرے شانوں پر بستی کے ہر فرد کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور اگر بستی والے تجھ سے یہ سوال کریں تو حق بجانب ہوں گے کہ یہ تو تیری ہی اجازت تھی کہ تو نے نردانہ کو بستی میں رہنے کا موقع دیا اور اس کے بعد بستی کا ایک نوجوان موت کا شکار ہو گیا اور بہت سے نوجوان موت کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں۔ یہ سوال تو تجھ سے کیا جا سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تجھے اس کا جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔''

''مگر عظیم ہوما! میں نے تو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہ سب کچھ کیا تھا' صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر۔''

''کبھی کبھی انسانی ہمدردی بھی بہت بڑا عذاب بن جاتی ہے۔ چنانچہ کچھ نہیں کہا جا سکتا' کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔''

ہوما کے جانے کے بعد ہمباریہ بہت دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ اس دوران کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ کوئی نردانہ بستی کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ اس کی طرف سے مکمل خاموشی تھی اور چونکہ

نوجوانوں کا بھی اس سے رابطہ ختم کر دیا گیا تھا اور اس سلسلے میں مزید کارروائی کرتے ہوئے ہمباریہ نے اپنے پہریداروں کو ہدایت کر دی تھی اور کہا تھا کہ اگر کوئی بھی نوجوان سرحد پار کرنے کی کوشش کرے تو اسے گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا جائے اور یہ ہوا تھا۔

کئی نوجوان چوری چھپے سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے اور انہیں قید میں رکھا گیا تھا لیکن اس کا نتیجہ بھی بے حد ہولناک ہوا۔ یہ وہی نوجوان تھے جو کسی وقت نردانہ کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے اور اس سے ملاقات کے لیے بے چین رہا کرتے تھے لیکن قید خانوں میں انہوں نے بدترین حالات میں دم توڑنا شروع کر دیا اور ایسے کئی نوجوان لڑکے زندگی سے محروم ہو گئے جو اپنی جوانی میں بے مثال تھے لیکن ان کے جسموں میں کوئی ایسی بات پیدا ہو گئی تھی کہ وہ زندہ نہ رہ سکے اور یوں یہ بات مزید خوفناک صورتحال اختیار کر گئی اور پھر ایک رات ایک اور بھیانک واقعہ ظہور پذیر ہوا جس نے ہمباریہ کو یقین دلا دیا کہ نردانہ اسے بھولی نہیں ہے اور اس سے انتقام لینے کی کوششوں میں مصروف ہے۔

اس دن ہمباریہ اپنی رہائش گاہ کے اس حصے میں موجود تھا جہاں وہ رات کو سوتا تھا۔ یہ ایک محفوظ جگہ تھی اور ویسے بھی ہمباریہ نے ان دنوں اپنی حفاظت کے لیے انتظامات سخت کر دیئے تھے۔ وہ اپنی مسہری پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے ذہن میں اس وقت اتفاق سے نردانہ ہی کا تصور تھا۔ وہ نردانہ کے خیال کو دل میں سجائے غور کر رہا تھا کہ دریائے لانا کے کنارے اس نے اپنا جو جھونپڑا بنایا ہے' وہاں وہ تنہا زندگی کیسے گزار رہی ہے۔ اگر وہ واقعی وادی سحر کی ساحرہ ہے تو اپنے سحر کے ذریعے اس کے لیے ضروریات زندگی کا حصول کوئی مشکل عمل نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ اس کی وہ بچی جس کے لیے ہمباریہ ہمیشہ افسردہ رہتا تھا کہ ماں تو خیر جو کچھ ہے لیکن وہ حسین بچی جسے ہمباریہ نے ایک بار دیکھا تھا' ماں کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہو گئی۔ ویسے اتنی حسین بچی اس سے پہلے کسی کی نگاہوں میں کم ہی آئی تھی جبکہ بے شک نوجوان گیرن بھی ایک خوبصورت آدمی تھا لیکن ماں باپ کی شکل بچی کو نہیں ملی تھی بلکہ وہ ان سے

کہیں زیادہ حسین تھی۔ ان تمام چیزوں کو سوچتے ہوئے اس کی نگاہیں چھت پر لگی ہوئی تھیں اور شاید اس کے تصور نے یہ شکل اختیار کی تھی یا پھر وہ سب کچھ حقیقت تھی۔ اچانک ہی اس نے جھونپڑی کی چھت میں سے ایک سانپ کے پھن کو نمودار ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ پھن آہستہ آہستہ نیچے لٹکتا چلا آ رہا تھا۔ ہمباریہ نے بخوبی اسے دیکھ لیا اور دہشت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب یہ سانپ اس کے اوپر گر پڑے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سانپ نیچے اترتا رہا اور اس کا اوپری حصہ جھونپڑی کی چھت ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ ہمباریہ سے اس کا فاصلہ بہت مختصر رہ گیا۔ ہمباریہ جو حیرت کی وجہ سے اس سانپ میں گم ہو گیا تھا' دہشت زدہ انداز میں چیخا اور جو لبادہ اس نے اپنے جسم پر اوڑھا ہوا تھا' سانپ پر پھینک دیا۔ باہر کھڑے ہوئے پہریداروں نے اس کی چیخوں کی آوازیں سنیں اور اس کی حفاظت کے خیال سے دوڑتے ہوئے اس کے جھونپڑے میں گھس آئے لیکن ہمباریہ نے بخوبی دیکھا کہ سانپ برق رفتاری سے اوپر اٹھا اور جھونپڑے میں ایک نیا سوراخ کرکے غائب ہو گیا۔ ہمباریہ کو یقین تھا کہ اتنا لمبا سانپ اس سے پہلے دنیا کے کسی بھی انسان نے نہیں دیکھا ہوگا۔ اژدھا تو اس قدر لمبا ہو سکتا ہے لیکن وہ بہت موٹا ہوتا ہے جبکہ یہ سانپ بے حد خوبصورت تھا اور اس طرح نیچے اترا تھا کہ ہمباریہ کو وہاں سے بھاگنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ اگر اس کی چیخیں قرب و جوار میں کھڑے ہوئے پہریداروں کو متوجہ نہ کر دیتیں تو لازمی امر تھا کہ سانپ چند ہی لمحوں میں اس کے جسم کو چھو لیتا اور اس وقت سوائے نردانہ کے اور کسی کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہمباریہ نے جب پہرے داروں کو یہ بات بتائی تو پہریدار ششدر رہ گئے اور اس کے بعد ہمباریہ نے بوڑھے ہوما کو طلب کر لیا۔ اس نے ہوما کو ساری تفصیل بتائی اور ہوما نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس وقت وادی سحر کی کوئی بہت بڑی قوت تمہارے مقابلے پر آ چکی ہے ہمباریہ اور اب تمہارے لیے ضروری ہے کہ ایک سردار کی حیثیت سے فیصلہ کرو بلکہ

بہتر ہے کہ اپنے تمام مشیروں ہی کو نہیں بلکہ آبادی کے ان تمام بزرگوں کو بھی بلا لو
جنہوں نے اپنی عمر کا تجربہ حاصل کیا ہے اور وہ تمہیں کوئی صحیح مشورہ دے سکیں گے۔"
ہمباریہ نے فوراً ہی اپنے مشیروں کو ہدایت کی اور مشیروں نے چنے چنے بزرگوں کو
طلب کرلیا۔ بزرگوں کے سامنے جب ساری تفصیلات دہرائی گئیں تو ان بزرگوں نے
مشترکہ مشورے کے بعد کہا۔

"اب یہ بات یقین کو پہنچ گئی ہے کہ نردانہ وادی سحر کی ساحرہ ہے اور یہاں
اس نے ہمارے نوجوانوں کو تباہ وبرباد کرنا شروع کر دیا ہے۔"

"اور یہ بات شاید بستی کے لوگوں کے علم میں آچکی ہے معزز بزرگو! کہ اس
نے دریائے لانا کے کنارے پر اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ میں آپ سے مشورہ چاہتا ہوں
اور یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب ہمیں اس کے خلاف کیا کرنا چاہیے؟" کچھ دیر کیلئے
خاموشی طاری ہوگئی۔ بزرگ گہری سوچوں میں ڈوب گئے تھے۔ اب تک کی داستانوں
میں جو واقعات بستی میں پیش آئے تھے' ان کے تحت ہر دل میں نردانہ کے لیے نفرت
تھی۔ کون نہیں چاہتا تھا کہ بستی کے نوجوانوں کو اس ناگن سے بچایا جائے۔ بہت دیر
تک غور وخوض کیا جاتا رہا اور اس کے بعد بزرگوں میں سے ایک نے کہا۔

"سردار ہمباریہ! تجھے زندگی کا خطرہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تو نے قید میں
جن نوجوان کو رکھا تھا' وہ صرف اور صرف نردانہ کے سحر کا شکار ہوئے ہیں۔ چاہے وہ
سحر اس کے جسم کا ہو یا ناگن کی حیثیت سے اس کے زہر کا' اس کی جسمانی قربت نے
ان نوجوانوں کو ختم کیا ہے لیکن ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا یا اس پر یہ الزام
نہیں لگا سکتا کہ اس نے براہ راست کسی کو نقصان پہنچایا ہے۔ تاہم اس بات میں کوئی
شبہ نہیں ہے کہ برائی ہماری سرحدوں کے قریب ہے اور آج نہیں تو کل نوجوان پھر اس
ساحرہ کے سحر کا شکار ہوں گے۔ اگر تو یہ سمجھتا ہے ہمباریہ کہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی
ہے اور اپنی زندگی گزار رہی ہے تو نہیں ایسا نہیں ہے۔ وہ یقینی طور پر ہماری بستی اور
دوسری بستیوں کے نوجوانوں کو آخرکار اپنی ہوس کے لیے طلب کرے گی اور ان سے

جسمانی قربت اختیار کر کے اپنے بدن کا زہر ان کے جسموں میں منتقل کرے گی۔ پھر
ان کا جسم سوکھتا چلا جائے گا اور آخرکار وہ دم توڑ دیں گے۔ جیسے تیری قید میں ان
نوجوانوں نے۔ یہ ماضی کی تاریخ ہے اور اس قسم کی ناگن عورتوں کے بارے میں پہلے
سے بہت سی کہانیاں جنم لے چکی ہیں۔ ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ اسے اپنی سرحدوں
سے دور پھینک دیں۔ اگر تو ہم سے مشورہ چاہتا ہے تو ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ نردانہ
کو دریائے لانا کے کنارے سے ہٹا دیا جائے۔ اس کا مسکن جلا دیا جائے اور اس سے
کہا جائے کہ وہ اپنی بچی کو لے کر یہاں سے دور چلی جائے۔ اس کے بعد اگر وہ کسی
اور بستی کے کنارے پہنچ کر اپنی قیام گاہ بناتی ہے تو کم از کم ہمیں اس پر اعتراض نہیں
ہونا چاہیے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہم اس کی ہلاکت کا حق نہیں رکھتے۔" یہ
فیصلہ تھا بزرگوں کا اور ہمباریہ نے اس نشست کے بعد کئی نشستیں اپنے مشیروں کے
ساتھ رکھیں۔ چونکہ فیصلہ بزرگوں نے دیا تھا' اس لیے ہمباریہ نے بھی سوچا تھا کہ کم از
کم وہ کمبخت ساحرہ اتنی دور چلی جائے کہ اس کے انتقام کا شکار میں نہ بن سکوں۔

مشیروں کے مشورے سے ہمباریہ نے ایک گروہ ترتیب دیا جو کچھ بزرگوں
اور کچھ نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ اس گروہ کو حالات سمجھائے گئے اور یہ گروہ گھوڑوں پر
سوار ہو کر دریائے لانا کے کنارے کنارے دور تک گیا اور وہ مسکن انہیں نظر آ گیا جو
ایک بلند و بالا جھونپڑے کی شکل میں موجود تھا اور انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ یہ کسی
عورت کے ہاتھوں تعمیر ہوا ہوگا۔ یہ گروہ اس جھونپڑے کے نزدیک پہنچا تو نردانہ باہر
نکل آئی' وہی حسن' وہی کشش وہی جوانی' وہی آنکھوں کی کشش۔ اس کے ساتھ اس
کی چھوٹی سی بچی بھی تھی جس کی گردن میں ایک چھوٹا سا سانپ پڑا ہوا تھا۔ جیتا
جاگتا زندہ سانپ جس سے وہ کھیل رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی
مسکراہٹ تھی۔ نردانہ نے شعلہ بار نگاہوں سے سردار ہمباریہ کو دیکھا اور اس کے بعد
باقی تمام افراد کو پھر اس کی نغمہ بار آواز ابھری۔

"کہو سردار ہمباریہ! یہاں کیسے آنا ہوا؟"

''ہم تجھے یہاں نہیں رہنے دے سکتے۔ ہمیں تیرا یہ جھونپڑا تباہ کرنا ہوگا اور اس کے بعد تیری یہاں موجودگی ممکن نہیں ہے۔'' نردانہ کے ہونٹوں پر ایک زہر آلود مسکراہٹ پھیل گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے ہونٹ زہر کی پچکاریاں اگلنے کے لیے تیار ہوں لیکن زہر کی پچکاریوں کے بجائے اس کے منہ سے آواز ابھری۔

''ہمباریہ! تو کیا سمجھتا ہے۔ اگر تو نے یہاں میرا ٹھکانہ تباہ کر دیا تو کیا زندگی میں، میں کبھی تجھ تک نہیں پہنچ سکوں گی؟ سن میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا تھا سردار ہمباریہ کہ میں خاموشی سے یہاں زندگی گزاروں گی اور جو میرا مقصد ہے، میں اسے پورا کرتی رہوں گی لیکن تو نے مجھے راستے سے بھٹکا دیا ہے۔ ٹھیک ہے بہت بڑا لشکر لے کر آیا ہے تو بہادروں کا، پھر وہ باقی لوگوں سے مخاطب ہوئی جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کرو۔ کیا تم میرے اس جھونپڑے کو جلاؤ گے۔ کیا تمہیں یہ اجازت دی ہے ہمباریہ نے کہ مجھے بھی اس جھونپڑے میں زندہ دفن کر دو یا زندہ جلا دو۔ اگر ایسا ہے تو اپنے کام کا آغاز کرو۔''

''نہیں، ہم تجھے ختم نہیں کرنا چاہتے عورت لیکن بہتر ہے کہ تو اپنی بچی کو لے کر یہاں سے چلی جا اور اتنی دور چلی جا کہ تیرا سایہ بھی ہماری بستی تک نہ پہنچ پائے۔ ہوا جب ادھر کا رخ کرتی ہوئی ہماری بستی تک پہنچے تو اس میں تیری خوشبو شامل نہ ہو۔''

جواب میں نردانہ نے ایک پراسرار قہقہہ لگایا اور اس کے بعد اس نے اپنی بچی کو ساتھ لیا اور وہاں سے چلی گئی۔ وہ لوگ اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے تھے اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو انہوں نے اس کے جھونپڑے کو آگ لگا دی اور شعلے ایک بار پھر آسمان سے باتیں کرنے لگے لیکن ہمباریہ کے دل کو قرار نہیں تھا۔ جو کچھ وہ عورت کہہ گئی تھی، وہ بہت ہی خوفناک تھا۔ وہ ایک بار پھر اسے مصیبتوں میں گرفتار کر گئی تھی۔ ہمباریہ تو چاہتا تھا کہ اس عورت کو ختم ہی کر دیا جائے تا کہ اس کی ذمہ داریاں آگے نہ بڑھیں اور اس کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ بہرحال وہ ایسا

نہیں کر سکتا تھا کہ دو انسانوں کو موت کی وادیوں تک لے جائے بغیر کسی ثبوت اور بغیر کسی ایسے عمل کے جس سے کسی کو براہ راست نقصان پہنچا ہو۔ جھونپڑے کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور ہمباریہ سوچ رہا تھا کہ نردانہ یقینی طور پر شیطان صفت ناگن ہے اور وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی لیکن اب اس کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے وہ اپنے تحفظ کا بندوبست کر سکتا۔ یہاں تک کہ جھونپڑا خاکستر ہو گیا اور واپسی کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں تھا لیکن جو کچھ ہمباریہ کے دل پر بیت رہی تھی، وہ کیفیت بڑی سنگین نوعیت کی حامل تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اس کے بعد ہمباریہ پر کیا گزرتی ہے۔

☆......☆......☆

گھوڑوں کی رفتار انتہائی تیز تھی اور جہانگیر اور کمال نے بہت کوشش کرکے اپنے آپ کو گھوڑوں پر سنبھالے رکھا تھا۔ جہانگیر تو خیر گھڑسواری کی تربیت لے چکا تھا لیکن کمال بھی کہیں کمزور نہیں پڑا تھا اور اس نے گھوڑے پر اپنی گرفت قائم رکھی تھی۔ راستے میں کئی گھنے درخت آئے تھے لیکن گھوڑے بھی ان گھنے جنگلوں میں سفر کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ اس لیے اب تک وہ ان درختوں سے بچتے ہوئے چل رہے تھے۔ پھر ایک موقع پر کمال کا گھوڑا بدک گیا اور اس تیزی میں کمال کا کندھا ایک شاخ سے ٹکرایا تھا جس کے نتیجے میں کمال خود کو سنبھال نہیں سکا تھا اور گھوڑے کی پیٹھ پر الٹا ہو گیا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگیں ایڑھ میں اٹکی ہوئی تھیں لیکن باقی بدن گھوڑے سے نیچے لٹک گیا تھا۔ گھوڑوں کی رفتار میں کمی واقع نہیں ہوئی تھی اور ایک خطرناک سچویشن پیدا ہو گئی تھی۔ جہانگیر شاہ کا گھوڑا آگے تھا لیکن اس نے فوراً اس بات کو محسوس کر لیا کہ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اس نے کمال کی طرف دیکھا اور پھر بڑی ہوشیاری سے گھوڑے کی لگامیں کھینچ کر اس کی رفتار تھوڑی سی سست کر دی تھی۔ پھر اس کا گھوڑا کمال کے گھوڑے کے برابر آ گیا تھا اور اس نے ایک ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی لگامیں تھام کر بڑی مشکل سے کمال کو سیدھا کیا تھا اور کمال نے گھوڑے پر سنبھلتے ہی لگام پکڑ لی تھی اور پھر وہ دونوں گھوڑے اسی رفتار سے دوڑنے لگے تھے۔ کافی دور تک دوڑتے رہنے کے بعد جہانگیر شاہ نے اپنے گھوڑے کی رفتار سست کرنا شروع کر دی اور کمال کو بھی اس کا اشارہ کیا تھا۔ کمال نے اس کے اشارے کو سمجھتے ہوئے اپنے گھوڑے کی رفتار سست کرنا شروع کر دی اور کچھ دیر کے بعد دونوں گھوڑے رک گئے تھے۔ وہ دونوں گھوڑوں سے اترے تھے اور پھر دونوں گھوڑوں کی لگامیں ایک درخت

کے ساتھ باندھ دی گئی تھیں۔ کمال نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب کیا ارادہ ہے جہانگیر شاہ؟''

''وہی جو ہم پہلے طے کر چکے ہیں۔ ہم ان کا پیچھا کرتے ہوئے دوبا بستی تک جائیں گے۔''

''اور پھر کسی مصیبت کا شکار ہو جائیں گے۔''

''اب تو یہی ہمارا نصیب ہے کہ جب تک ان آبادیوں میں ہیں' ان مصیبتوں کا بھرپور طریقے سے مقابلہ کریں۔ اب اس طرح ان ویرانوں میں بھی تو قیام نہیں کیا جا سکتا اور پھر ہمیں بستی دوبا کے سردار کی مدد بھی تو کرنی ہے' دیکھیں ذرا یہ ماجرہ کیا ہے؟''

''بھاڑ میں جائے سب۔''

''ریگا بھی۔'' جہانگیر شاہ نے مسکراتے ہوئے سوال کیا اور کمال چونک پڑا۔

''یہ ریگا کا خیال کیسے آ گیا تمہیں؟'' کمال ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''بس یونہی لیکن ایک بات بتا دوں تمہیں' اس وادی میں اس جیسی کئی ریگائیں ملیں گی اور کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ بستی دوبا کی حسینائیں تمہاری منتظر ہیں؟''

''اور میں یہ بات بھی جانتا ہوں کہ بستی دوبا میں ایک جاسوس میرے ساتھ ہوگا جو قدم قدم پر مجھے ٹوکے گا اور مجھے اس کی بات ماننی پڑے گی۔''

''دیکھو کمال میرا موقف اب بھی یہی ہے کہ یہاں دل لگانا بیکار ہے۔ بس جتنے دن یہاں رہو' موج کرو اور بس......''

''تو پھر وعدہ کرو کہ تم مجھے منع نہیں کرو گے لیکن ایک بات بتاؤ کہ بستی دوبا تک ہم ان کا پیچھا کیسے کریں گے؟''

''اور تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ میں نے اس بھاگ دوڑ میں بھی وہ راستہ ذہن میں رکھا ہے اور ہم واپسی کے لیے وہی راستہ اختیار کریں گے اور بالآخر ان تک پہنچ جائیں گے۔''

"تو پھر کیا خیال ہے' ابھی واپس چلیں؟"

"نہیں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد واپسی کا سفر شروع کریں گے۔"

"مجھے تو شدید بھوک لگ رہی ہے۔ ایک تو صبح سے بھوکے ہیں' کچھ کھایا پیا نہیں ہے اور دور دور تک کھانے پینے کی کوئی شے نہیں ہے۔"

"بیوقوف ہو تم' میں نے اس علاقے کے تمام حالات پر نظر رکھی ہے اور یہ جو درخت دیکھ رہے ہو نا' ان پر لگے ہوئے پھل اس نوعیت کے ہیں جو کھائے جا سکتے ہیں کیونکہ میں انگون کے کچھ آدمیوں کو ایسے ہی پھل کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ان کو ٹرائی کیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں ہاں بالکل' چلو اوپر چڑھ جاؤ۔" جہانگیر شاہ نے کہا اور کمال پھرتی سے درخت پر چڑھنے لگا۔ کمال کو اتنی تیزی سے اوپر چڑھتے دیکھ کر جہانگیر شاہ کی ہنسی نکل گئی تھی۔

"اس ویرانے میں بندر دیکھ کر عجیب سا لگتا تھا۔"

"بندر...... کہاں ہے بندر؟" کمال نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر کچھ نہ پا کر وہ بھی ہنس دیا تھا۔ بہرحال ان لوگوں نے پھل توڑ کر کھائے تھے اور اس کے بعد ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے تھے۔ اس دوران دونوں خاموش رہے تھے' پھر جہانگیر شاہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں واپسی کا سفر شروع کرنا چاہیے۔ میں اس راستے سے اچھی طرح واقف ہوں۔ چنانچہ اب ہم آرام سے سفر کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچ جائیں گے جہاں انگون کا پڑاؤ ہے اور پھر ہمیں ہوشیاری سے بستی دوبا تک انگون کا پیچھا کرنا ہے۔" چنانچہ دونوں اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور پھر گھوڑوں کی لگامیں کھول کر ان پر سوار ہو گئے تھے اور آہستہ آہستہ سفر شروع کر دیا گیا تھا۔ کمال نے کہا۔

"ویسے ایک بات تو ماننا پڑے گی کہ ان کہانیوں میں ایک عجیب سی پراسراریت ہے۔ ایک بالکل اجنبی ماحول جہاں انسان اپنے ہی جوڑ توڑ میں مصروف

جیسے مہذب دنیا میں۔"

"اس قدرت کے کارخانے میں نجانے کیسی کیسی کہانیاں بکھری پڑی ہیں۔ چنانچہ ہمارے لیے بھی یہ ایک اچھا مشغلہ ہے کہ نہ صرف ان سے لطف اندوز ہوں بلکہ خود بھی ان کا حصہ بن جائیں۔"

"پتہ نہیں ہم لوگ واپس جا سکیں گے یا نہیں۔"

"ابھی اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"پتہ نہیں اس ڈاکٹر کو ہمارے یہاں آنے کے بارے میں پتہ ہے یا نہیں......"

"اس کو یقیناً پتہ چل گیا ہوگا۔ ظاہر ہے جب ہم پوری کوٹھی میں کہیں بھی نہیں ملے ہوں اور ایسی صورت میں جبکہ باہر نکلنے کے ہر راستے پر پولیس موجود تھی۔"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو تم۔" کمال نے کہا۔ دونوں سست روی سے آگے بڑھ رہے تھے اور پھر ایک عجیب واقعہ رونما ہو گیا۔

وہ کوئی ساڑھے چار فٹ اونچا ایک بھیڑیا نما جانور تھا جس نے اچانک ہی جہانگیر شاہ پر چھلانگ لگائی تھی اور اسے اپنی زد میں لیتا ہوا نیچے جا کر گرا تھا۔ جہانگیر شاہ گھوڑے سے گر پڑا تھا لیکن اس نے بڑی پھرتی سے اپنے چہرے اور گردن کو بچایا تھا اور اس کے جبڑے میں دونوں ہاتھ پھنسا کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی تھی۔ کمال بھی ایک لمحے کے لیے ششدر رہ گیا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے' پھر اس نے سب سے پہلے جہانگیر شاہ کے گھوڑے کو قابو میں کیا جو بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں گھوڑوں کی لگامیں ایک دوسرے میں باندھیں اور پھر انہیں ایک درخت سے باندھ دیا تھا۔ پھر وہ تیزی سے ایک درخت کی چوڑی شاخ کی طرف بڑھا اور پوری قوت صرف کر کے اسے ایک جانب گھمایا تھا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد شاخ ٹوٹ کر کمال کے ہاتھ میں آ گئی تھی اور کمال نے فوراً ہی وہ شاخ جہانگیر شاہ کی طرف اچھال دی تھی۔ جہانگیر شاہ نے جو اس جانور سے زور آزمائی کر رہا تھا' فوراً ہی لپک کر شاخ اچک لی تھی اور پھر ایک خونی کھیل کا آغاز

ہو گیا۔

جہانگیر شاہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شاخ سے اسے پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا اور پھر خود اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کھڑے ہوتے ہی اس نے شاخ کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر پوری قوت سے بھیڑیئے پر وار کر دیا۔ جہانگیر شاہ کی طاقت کا اندازہ تو کمال کو پہلے بھی تھا کہ وہ ایک طاقتور بھینسے کی مانند جاندار ہے اور اپنے مدمقابل کو بے بس کر سکتا ہے لیکن اس کا عملی مظاہرہ وہ اب دیکھ رہا تھا۔ شاخ پوری طاقت کے ساتھ اس جانور کے سر پر پڑی تھی اور اس کا سر پھٹ گیا تھا اور وہ اپنی جگہ لہرانے لگا تھا۔ جہانگیر شاہ ایک لمحے کے لیے رکا تھا لیکن یہیں اس سے غلطی ہو گئی۔ بھیڑیا ایک دو لہریں لینے کے بعد دوبارہ اس پر لپکا اور جہانگیر شاہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور نیچے آ رہا لیکن فوراً ہی اس نے شاخ سیدھی کی اور اسے بھیڑیئے کے کھلے جبڑوں میں پیوست کر دیا۔ بھیڑیئے کے حلق سے ایک عجیب سی دھاڑ نکلی اور وہ جہانگیر شاہ کے اوپر سے ہٹ گیا تھا۔ اس کا پورا بدن تڑپ رہا تھا اور وہ اس نوکیلی شاخ سے پیچھا چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ جہانگیر شاہ نے وہ شاخ کھینچی اور پھر دوبارہ اس کی گردن میں پیوست کر دی۔ بھیڑیا پوری قوت سے اچھلا تھا اور پھر زمین پر گر کر لوٹنے لگا تھا۔ اس کے بدن سے خون بہہ نکلا تھا اور وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ جہانگیر شاہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ کمال تڑپتے ہوئے بھیڑیئے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی سکون کے آثار تھے۔ دونوں کے گھوڑے ان کیفیتوں سے بے نیاز تھوڑے فاصلے پر موجود تھے۔ جیسے انہیں امید ہو کہ ان کے آقا اپنے دشمن پر قابو پانے میں مکمل طور پر کامیاب ہو جائیں گے۔ بھیڑیئے کا خاتمہ کرنے کے بعد جیسے ہی جہانگیر شاہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا' کمال کے حلق سے ٹارزن جیسی آواز نکلی اور جہانگیر شاہ سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ کمال خاموش ہوا تو جہانگیر شاہ نے کہا۔

''غیر سنجیدگی کیلئے اور بھی بہت سے موقعے آئیں گے' میں اس وقت شدید غصے میں ہوں۔''

''تمہارے غصے کا مظاہرہ بھیڑیئے کی موت پر ختم ہو گیا ہے۔ میں تمہاری فتح

کا جشن منا رہا ہوں۔''

''آؤ چلو یہاں سے' میں اب یہاں رکنا نہیں چاہتا۔'' دونوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور انہوں نے گھوڑوں کو آگے بڑھا دیا۔ نجانے کیوں کمال کی فطرت میں اس وقت گدگدیاں ہو رہی تھیں اور وہ کچھ نہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''واقعی! جنگل کی زندگی ایک اپنی زندگی ہے۔ بے شک ہم کسی کے ذریعے اس ماضی کے ماحول میں پہنچ چکے ہیں لیکن کیا ہی دلکشی ہے اس ماحول میں اور اب تو یوں لگ رہا ہے جیسے زمانہ قدیم کے دو وحشی جنگل میں شکار پر نکلے ہوں لیکن ابھی تک ہمارے سامنے جنگلی کوئن نہیں آئی۔ جنگلی کوئن کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔''

''تم فضول باتوں سے گریز نہیں کرو گے؟''

''آخر تمہارا موڈ کیوں خراب ہو گیا ہے؟'' کمال نے جہانگیر شاہ کو دیکھ کر کہا۔

''پتہ نہیں کیوں مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا تعلق اسی ماحول' انہی آبادیوں اور اسی بستی سے ہے۔ مجھے بھیڑیئے کی زندگی لے کر سکون نہیں ہوا بلکہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کچھ اور زندگیاں لوں۔ یہ احساس اس بھیڑیئے کی موت کے بعد ہی میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔''

''باپ رے باپ......اس کا مقصد ہے کہ اب تو میں بھی خطرے میں ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تو کس طرح سنجیدگی سے میری بات کو سنے گا کمال۔ میں واقعی جو کچھ کہہ رہا ہوں' سچ کہہ رہا ہوں۔'' کمال نے جہانگیر شاہ کے چہرے کو دیکھا اور ایک لمحے کے لیے اس کے دل میں خوف نے بسیرا کر لیا۔ جہانگیر شاہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا' آنکھیں ننھی ننھی روشنیوں کی مانند چمک رہی تھیں۔ واقعی یہ ایک حیرت ناک عمل تھا اور اس کی بظاہر کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن جو کچھ تھا' وہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ کافی دیر تک مکمل خاموشی رہی' پھر جہانگیر شاہ نے کہا۔

"اور کمال......اب جب ہم ماضی کی اس مصیبت میں گرفتار ہو چکے ہیں
ہمیں اس صورت حال کو قبول کر لینا چاہیے۔ جیسا کہ میں نے تجھ سے کہا کہ ڈا
گریٹ کو پتہ نہیں ہمارے بارے میں معلومات ہوں گی یا نہیں اور وہ کسی طرح اپ
مشین کے ذریعے ہمیں ماضی سے نکالنے میں کامیاب ہوگا یا نہیں لیکن یہ بات طے
ہے کہ ابھی ہمیں یہاں خاصا طویل وقت گزارنا ہوگا۔" کمال سنجیدہ ہو گیا تھا۔

پھر کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ جہانگیر شاہ کچھ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا
پھر اس نے کہا۔

"اس کے علاوہ وہ شخص جس کا نام انگون ہے، اس نے ہم سے چار سو بیس
کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم بے شک اس کی اس کوشش کو جان چکے تھے اور ہم نے
جان بوجھ کر اسے اس کا موقع دیا کہ وہ دو بے وقوفوں کے ساتھ یا ایک بے وقوف
کے ساتھ اپنے آپ کو شامان اور دوسرے کو روبا بنا کر بستی دوبا چلا جائے اور وہاں کے
سردار سے اپنا تعارف اس حیثیت سے کرائے۔ بات جیسی بھی ہے لیکن میں یہ سمجھتا
ہوں کہ نہ میں شامان ہوں اور نہ تو روبا لیکن اس نے جو کچھ کیا ہے، وہ غلط کیا
ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا، ہم جہاں بھی جا رہے ہیں وہاں جا کر اصل صورتحال
غزال کے علم میں لے آئیں گے۔ سروایا کی کیفیت کا کہیں پتہ نہیں چل سکے گا اور
آخر کار بیچارہ انگون اپنی حسرتوں سمیت مشکل میں گرفتار ہو جائے گا۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔"

دونوں آگے بڑھتے رہے، شام ہو گئی لیکن کہیں دور دور تک کسی آبادی کا
کوئی پتہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک جگہ قیام کیا اور رات کی تاریکی میں
ذرا زیادہ بہتر طریقے سے محتاط ہو کر اپنے پڑاؤ کو بہتر بنانے لگے۔ جہانگیر شاہ ایک پتھر
سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر کمال بھی۔ دونوں خاموشی سے گہری
سوچ میں ڈوب گئے۔ قرب و جوار کا ماحول گہرا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ دفعتاً جہانگیر شاہ
نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کمال کھانے پینے کا کچھ بندوبست کرو۔" کمال بے اختیار ہنس پڑا تو
جہانگیر شاہ نے پھر کہا۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"میرا خیال ہے قرب و جوار میں کافی گھاس نظر آ رہی ہے اور میں سمجھتا
ہوں کہ ہمیں گھاس کھانے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یار پتہ نہیں انسان اپنی پسند کی چیز
ہی کیوں کھاتے ہیں۔ اب گھوڑوں کو دیکھو، گھاس کھا کر یہ کس قدر طاقتور ہو جاتے
ہیں، کیا خیال ہے؟"

"تو پھر شروع ہو جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ اگر تمہیں گھاس کھانے سے کوئی
نقصان نہیں پہنچا تو میں بھی تھوڑی بہت کھا لوں گا۔" جہانگیر شاہ نے ہنستے ہوئے کہا
اور کمال نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ کھانے کے لیے ان کے پاس وہی پھل
موجود تھے جو کمال نے محفوظ کر لیے تھے۔ چنانچہ وہ پھل نکالے گئے اور اس کے بعد
دونوں چٹان کی دوسری جانب آ بیٹھے اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ بہرحال وہ ان
جنگلوں میں سفر کر رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ وہ انگون کو تلاش کر لیں گے اور آہستہ
آہستہ اس کے پیچھے چل پڑیں گے لیکن اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ ان جنگلوں کا سارا
ماحول ایک جیسا ہی ہے اور ان میں راستوں کا تعین کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ ابھی تک
تو انگون کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔

رات گہری ہوتی چلی گئی۔ انہوں نے رات کے قیام کے لیے بہترین جگہ
منتخب کر لی تھی۔ چنانچہ کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ دونوں زمین
پر دراز ہو گئے۔ جہانگیر شاہ نے ایک چھوٹے سے پتھر پر اپنا سر رکھ لیا تھا اور ہاتھ
پاؤں پھیلائے لیٹا ہوا تھا جبکہ کمال ایک چٹان کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا مسلسل
سوچوں میں مصروف تھا۔ اس کے ذہن میں اپنے ماحول کی یادیں گردش کر رہی تھیں
اور وہ سوچ رہا تھا کہ واقعی کہیں ایسا نہ ہو کہ بقیہ زندگی انہی وحشت ناک آبادیوں میں
گزر جائے جہاں کے لوگ بے شک جیسے بھی تھے لیکن بہرحال اپنے جیسے نہیں لگتے
تھے۔ دفعتاً ہی ایک عجیب سی آواز کہیں سے ابھری اور کمال اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھٹی

پھٹی آنکھوں سے جہانگیر شاہ کی طرف دیکھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ جہانگیر شاہ نے بھی یہ آواز سنی ہے یا نہیں۔ جہانگیر شاہ بھی سنبھل گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کمال کے پاس آ گیا اور بولا۔

''شاید کوئی رو رہا ہے۔''

''ہاں...... سسکیوں جیسی آوازیں ابھر رہی ہیں۔''

''کیسی ہو سکتی ہیں یہ آوازیں؟''

''جنگل کی روحیں۔'' کمال نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ایسے جنگلوں میں بری روحیں آزاد پھرتی ہیں' میں نے بارہا ان کے بارے میں سنا ہے۔''

''تجھ سے زیادہ بری اور آوارہ روح اور کون ہو سکتی ہے؟'' جہانگیر شاہ نے ہنستے ہوئے کمال سے کہا۔

''میں سنجیدہ ہوں' یقین کرو جہانگیر شاہ میں نے ایسی آوازوں کے بارے میں سنا ہے۔ تاریک ویرانوں میں جب روحیں اپنے سفر پر نکلتی ہیں تو ان کے جسموں کی سرسراہٹ سے ایسی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔''

''بکواس بند کرو' سنجیدگی سے اندازہ لگاؤ۔ ہم اسے ہوا کی سرسراہٹ یا ہوا کی آواز نہیں کہہ سکتے۔ یہ یقیناً انسانی آواز ہے۔'' جہانگیر شاہ نے کہا۔

☆......☆......☆

انگون کے حاشیہ بردار اسے پہاڑوں کی بلندیوں تک پہنچا چکے تھے اور انگون اس وقت اپنے آپ کو دنیا کا بلند ترین انسان سمجھ رہا تھا۔ بہرحال اس نے جو کچھ کیا تھا' پتہ نہیں اس کے پس منظر میں کیا تھا۔ وہ باقی ساری باتیں تو اپنے طور پر کرتا چلا آ رہا تھا لیکن کبھی کبھی اس کے دل میں خوف کی پرچھائیاں پیدا ہو جاتی تھیں اور وہ یہ سوچنے لگتا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ دوبا کا سردار غزال اس کا منتظر تھا اور نجانے کیوں یہ بات انگون کے ذہن پر سوار ہو چکی تھی کہ دوبا کا سردار شامان کی حیثیت سے اس کا بہترین استقبال کرے گا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی سرفرازی ہوگی' بہرحال اپنی دانست میں وہ شامان اور روبا کو بے وقوف بنا کر وہاں سے نکل آیا تھا اور اب ان دونوں کا اسے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ یہ بات اس کے شعور میں بیٹھی ہوئی تھی کہ آخر کار اسے ایک مرتبہ حاصل ہو گا لیکن وہ یہ جانتا تھا کہ یہ مرتبہ اسے انگون کی حیثیت سے حاصل نہیں ہوگا' اب ایسا اس نے کیوں سوچا' یہ اس کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ تھا۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک جگہ قیام کیا اور پھر وہاں زندگی کے معمولات شروع ہو گئے۔ انگون بظاہر قہقہے لگا رہا تھا لیکن نجانے کیوں اس کے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ دور تک نگاہیں جمائے نجانے کس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک اس نے دور بڑے برگد کے درخت کی آڑ میں دو انسانی سایوں کو متحرک دیکھا۔ حیرانی کی بات تھی' فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا اور پتہ نہیں لوگ کون تھے۔ بہرحال وہ برق رفتاری سے ان کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دو گھوڑے دیکھے جو برگد کے درخت کے پچھلے حصے میں بندھے ہوئے تھے۔ سامنے کے حصے میں جو انسانی ہیولے متحرک نظر آ رہے

تھے' ان میں ایک دبلے پتلے بدن کا بوڑھا شخص اور ایک بے حد خوبصورت لڑکی
جس کے لباس اور چہرے کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے طویل سفر
ہے۔ لڑکی بہت حسین تھی اور اسے دیکھتے رہنے کو جی چاہتا تھا۔ انگون کے ساتھی
اس طرف متوجہ ہو گئے۔ ادھر لڑکی اور اس کا ساتھی بھی انگون کو دیکھنے لگے۔ لڑکی
آنکھوں میں ایک عجیب سی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ انگون سنجیدہ سا چہرہ بنائے ان کے قریب
پہنچ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

''ویرانوں کے مسافرو کہاں سے آئے ہو تم لوگ؟''

''ہم بستی دوبا کے رہنے والے ہیں اور طویل سفر طے کر کے آئے
ہیں۔'' بوڑھے شخص نے مودب لہجے میں کہا۔

''دوبا! کیا وہ بستی یہاں سے بہت زیادہ دور نہیں ہے؟'' انگون نے سوال
کیا۔

''ہاں' ہم ایک طویل سفر طے کر کے یہاں تک پہنچے ہیں۔ اصل میں ہمیں
پہاڑوں کے محافظ روبا اور شامان کے لیے ایک پیغام دیا گیا ہے جو ہمیں ان دونوں
تک پہنچانا ہے۔''

''روبا اور شامان کیلئے پیغام' کس کا ہے؟''

''بستی دوبا کے سردار غزال کا۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔

''واہ...... کمال ہے......واقعی کمال ہے۔''

''کیوں؟''

''اس لیے کہ شامان تیرے سامنے کھڑا ہے اور روبا وہاں اس جگہ ہے۔''

''کیا واقعی حیرت کی بات ہے' حیرت کی بات ہے۔ یوں سمجھ لے جوان کہ
میں اسے اپنی تقدیر کا اچھا فیصلہ ہی کہہ سکتا ہوں کیونکہ دوبا کے سردار غزال کو تیری اور
تیرے ساتھی کی مدد کی ضرورت ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ تم دونوں اپنے دوستوں کے
کام آتے ہو۔''

''بہت خوشی ہوئی' تم ایسا کرو اپنا سامان سمیٹ کر اور گھوڑے کی لگامیں

پکڑ کر میرے پاس آ جاؤ۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

بہرحال انگون کو اس بات کی خوشی تھی کہ اس کی بڑائی کا آغاز ہو گیا تھا۔
لڑکی اور اس کے بوڑھے ساتھی کو یہ لوگ اپنے پاس لے آئے تھے۔ انگون کے پاس
بہت کچھ کھانے پینے کا سامان تھا۔ چنانچہ ان کی خاطر مدارت کی جانے لگی اور بڑے
اچھے طریقے سے یہ سارے کام ہونے لگے لیکن تنہائی میں انگون کے ساتھی نے جسے
روبا کا نام دیا تھا' کسی قدر پریشان لہجے میں کہا۔

''لیکن انگون بہت بڑا کھیل کھیل رہے ہیں ہم لوگ۔ ویسے تو میں تیرے
حکم پر اپنی جان دینے کو تیار ہوں لیکن مجھے بتا کہ اگر غزال ان دونوں کو پہچانتا ہوا تو
کیا ہوگا؟'' انگون کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آئے۔ اس نے دانت پیستے ہوئے
کہا۔

''بے وقوف گدھے' میرا خیال ہے تو کسی منصب کے قابل ہی نہیں ہے۔
ارے میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میرے خواب جھوٹے نہیں ہوتے۔ میں نے سوتے
جاگتے یہی خواب دیکھا ہے کہ میں ایک عظیم تر انسان بن چکا ہوں۔ تجھے نہیں معلوم
کہ یہ ہونا ہے اور میں پیدا ہی اس لیے ہوا ہوں کہ ان آبادیوں کے لوگ مجھے ایک
بڑا انسان سمجھیں۔''

''ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں تو تیرے ساتھ ہی
ہوں۔''

غرضیکہ انگون دیوانی باتیں کرتا رہا۔ لڑکی اور اس کے بوڑھے ساتھی کو اس
نے بڑے آرام سے ٹھہرایا تھا لیکن پھر ایک اور ساتھی نے دوسری صبح اس سے کہا۔

''آہ انگون' میں تجھے بتاؤں کہ رات کو میں نے کیا خواب دیکھا؟''

''اچھا...... تو بھی خواب دیکھنے لگا۔''

''ہاں...... میں نے تجھے آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرتے ہوئے دیکھا
ہے۔'' انگون کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے کہا۔

''تو نے کیا دیکھا زاما' مجھے بتا۔''

''میں نے دیکھا کہ تو ایک پہاڑ کی بلندی پر چڑھ رہا ہے۔ برف سے
ہوا پہاڑ انتہائی بلند ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے قدموں کے نشانات
آگے بڑھتا چلا جا رہا ہوں۔ حالانکہ سفر بہت مشکل اور راستہ بے حد طویل ہے لیکن
تیرے قدموں کے نشانات پر قدم رکھتے ہوئے مجھے یوں لگتا ہے جیسے راہ میں کوئی
مشکل ہی نہیں رہی۔ تب میں نے دیکھا کہ آسمان کی بلندیوں سے ایک سفید سایہ
نیچے اتر رہا ہے۔ پھر وہ تیرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا سفید لباس برف کی مانند
تھا۔ اس کا چہرہ بھی اس لباس میں ڈھکا ہوا تھا یعنی وہ چہرہ نمایاں نہیں تھا۔ تب اس
نے اپنے لباس کے اندر سے ایک عجیب سی چیز نکالی۔ یہ ایک سفید زیور تھا۔ یہ زیور
اس نے تیری گردن میں پہنا دیا اور اس کے بعد وہ سفید سایہ آسمان کی طرف واپس
پرواز کر گیا۔ تو نے میرا ہاتھ پکڑا اور پہاڑ کی بلندیوں سے فضا میں اتر آیا۔ مجھے خوف
ہوا کہ اب ہم جب چوٹیوں سے گریں گے تو ہمارے جسم کی ہڈیوں کا سرمہ بن جائے
گا لیکن ہوا یوں کہ ہم پرواز کرتے ہوئے واپس بستی میں آ گئے اور اس کے بعد میں
نے دیکھا کہ لوگ تیرے سامنے سر جھکا رہے ہیں اور تیری تعریف و توصیف میں
زمین و آسمان ایک کر رہے ہیں۔ آہ! مجھے کتنی خوشی ہو رہی تھی اس وقت جب لوگ
تیرے سامنے گردنیں جھکا رہے تھے۔'' انگون حیرت سے آنکھیں پھاڑے زاما کو دیکھ
رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ زاما کے اس خواب کو کس قسم کے جذبات کا
اظہار کر کے سمجھے، تاہم اس نے کہا۔

''اور تجھے حیرت ہو گی زاما کہ یہی خواب میں بھی دیکھتا رہا ہوں۔ فرق
صرف اتنا ہے کہ میں نے خود کو فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا تو یہ
جانتا ہے کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟''

''میں نہیں جانتا عظیم انگون، میں نہیں جانتا۔''

''آہ وہ سفید سایہ آسمان کے دیوتا تھے اور اس سے مجھے ملنے والی بڑائیوں کا
پتہ چلتا ہے۔''

''تو بتا پہاڑوں پر تیرے قدموں کے نشانات کے ذریعے میں بھی بلندی پر

پہنچا۔ تو نے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور مجھے بآسانی نیچے اتار لایا۔ اس کا مطلب کیا ہو
سکتا ہے؟''

''اس کا مطلب تو بتا۔''

''مجھے روبا کا درجہ مل رہا ہے جبکہ تو نے ایک غلط انسان کو روبا بنایا ہوا
ہے۔'' انگون نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور اسے یقین ہو گیا کہ واقعی اس سے
غلطی ہوئی ہے۔ دوسرا شخص تو اسے مستقل ڈراتا رہا ہے۔

''ہاں شاید یہاں مجھ سے غلطی بھی ہوئی تھی کہ میں نے اسے روبا کا درجہ
دیا۔ روبا کی جگہ تو تجھے ہی ملنی چاہیے۔ بہرحال ٹھیک ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔''

غرضیکہ انگون خوب اچھی طرح اپنے کام کو کر رہا تھا اور اسے اس بات کی
بالکل امید نہیں تھی کہ کوئی گڑبڑ ہو سکے گی۔ وقت گزرتا رہا اور صورتحال بہتر ہوتی چلی
گئی۔ بہرحال دوسری صبح بوڑھا شخص انگون کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے انگون کے
سامنے گردن خم کی اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ انگون نے کہا۔

''اے شخص! میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں؟''

''اب جبکہ یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے کہ تو معزز شامان ہے تو مجھ پر
فرض ہے کہ میں غزال کا پیغام تجھ تک پہنچاؤں۔''

''ٹھیک ہے، مجھے بتا وہ پیغام کیا ہے؟''

''غزال کو تیری مدد کی ضرورت ہے اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تجھے
تلاش کر کے تجھ تک اس کا پیغام پہنچاؤں۔ پیغام یہ ہے کہ تجھے وہاں پہنچ کر غزال کی
مدد کرنی ہے جو مشکلوں میں گھرا ہوا ہے۔''

''ٹھیک ہے، اگر تو چاہتا ہے تو میں تیرے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہوں۔''

بہرحال بوڑھے کی بیٹی کو دیکھ کر انگون کے ذہن میں یہ تصور بھی پیدا ہوا تھا
کہ اگر اتنا حسین ہمسفر ساتھ ہو تو بستی دوبا تک کیا جہنم تک بھی جایا جا سکتا ہے۔۔
اس نے بوڑھے سے کہا۔

''معزز بزرگ تو میرا مہمان ہے اور میرا بزرگ بھی ہے۔ میں بھلا تیرا حکم

کیسے ٹال سکتا ہوں۔ انتظار کر' سورج کو ذرا بلند ہونے دے اور میں تیرے ساتھ
ے چل پڑوں گا۔ تو بے فکر رہ۔"

بوڑھے نے گردن خم کر دی تھی اور انگون کے چہرے پر اس طرح
تاثرات پھیل گئے تھے۔ جیسے اسے ان پوری آبادیوں کی بادشاہت مل گئی ہو۔

☆......☆......☆

ہماریہ نے اپنا فرض پورا کیا تھا اور دریا کے کنارے نردانہ کا جھونپڑا جلوا دیا
تھا۔ حالانکہ وہ بھی انسان تھا۔ اس کے دل میں بھی خوف کا بسیرا تھا اور اس بات میں
کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ نردانہ پراسرار قوتوں کی مالک تھی۔ ہماریہ کے ساتھ جو
واقعات پیش آ چکے تھے' وہ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھے لیکن اس کے باوجود وہ
نہیں چاہتا تھا کہ بستی والوں کو کوئی ایسی تکلیف پہنچے جس کی بنا پر بستی والے یہ سوچنے
لگیں کہ ہماریہ کو سردار بنا کر انہوں نے غلطی کی۔ بے شک نردانہ ایک خوفناک عورت
تھی اور اس سے منسوب کہانیاں بالکل سچی لگتی تھیں لیکن اس کے باوجود ہماریہ نے
اس سے ٹکر لی تھی۔ وہ جب بھی غور کرتا ایک بات اس کے ذہن میں شدت سے چبھنے
لگتی تھی۔ وہ یہ کہ نردانہ پر اب تک جو الزامات لگائے گئے تھے' ان میں سے کسی الزام
کا کوئی سچا ثبوت کسی کے پاس نہیں تھا۔ اس کا شوہر مر گیا تھا۔ ایک تندرست و توانا
آدمی عجیب و غریب بیماری کا شکار ہو کر دنیا سے چلا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بستی کے
بہت سے نوجوان جو بہترین صحتوں کے مالک تھے' نردانہ کے قریب آ کر اپنی صحتیں کھو
بیٹھے تھے لیکن کوئی بھی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے پس منظر میں نردانہ ہی
ہے۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا لیکن بستی والوں کے جو خیالات تھے' وہ بھی غلط
نہیں تھے اور پھر اپنی بستی کے لوگوں کے مشورے ہی سے ہماریہ نے یہ سب کچھ کیا
تھا۔ البتہ جب بھی اسے نردانہ کی آنکھوں میں جلتی ہوئی نفرتیں محسوس ہوتی تھیں تو وہ
اپنے آپ کو شدید خطرے میں گھرا ہوا پاتا تھا اور خطرے کے اس احساس نے اسے
پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔

بہرحال کچھ دن گزارنے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو اس سلسلے میں

مصروف کر دیا تھا اور گھوڑے سوار ایک بار پھر دور دور تک دوڑ گئے تھے اور یہ معلوم
کرتے پھر رہے تھے کہ ذرا دیکھیں تو سہی کہ نردانہ دریا سے کتنی دور نکل گئی ہے۔
گھوڑے سوار بہت دور دور تک ہو کر آئے تھے اور واپس آ کر انہوں نے اطلاع دی تھی
کہ نردانہ نے اب تک کوئی نیا جھونپڑا نہیں بنایا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی پتہ چل رہا
ہے۔ انہوں نے اپنی دانست میں یہ اطلاع دی تھی کہ نردانہ اب بستی سے بہت دور جا
چکی ہے لیکن ہمباریہ مطمئن نہیں تھا۔ رات کی تاریکیوں میں وہ جاگتا رہتا تھا۔ اسے
اپنے چاروں طرف سانپوں کی سرسراہٹیں محسوس ہوتی رہتی تھیں۔ بیشتر اوقات اس نے
عالم ہوش میں بھی سانپوں کی پھنکاریں سنی تھیں۔ نجانے یہ سب کیا تھا۔ اس کی صحت
بھی خراب ہونے لگی تھی اور اس کی بیوی کشکا جب بھی اپنے شوہر کی جانب دیکھتی
اس کے دل میں پریشانی کی لہریں اٹھنے لگتی تھیں۔ بارہا اس کی آنکھ رات کو کھلتی تو وہ
ہمباریہ کو ٹہلتے ہوئے پاتی۔ انتہائی مجبور ہو کر اس نے ہمباریہ سے کہا۔

''ہمباریہ! کیا تو اپنی صحت اسی طرح تباہ کر بیٹھے گا۔ میں پوچھتی ہوں آخر
تجھے اتنی پریشانی کیوں ہے؟'' ہمباریہ نے متفکر انداز میں اپنی بیوی کو دیکھا اور آہستہ
سے بولا۔

''تو یقین کر کشکا میں بزدل نہیں ہوں۔ دشمن اگر میرے سامنے سے آ کر
وار کرے تو میں اسے اپنے نیزے کی انی میں چھید کر اپنے سر سے اونچا بلند کر
دوں۔ میں اپنے کھانڈے سے اس کی گردن اتار کر پھینک دوں لیکن ایسا دشمن جو نظر
ہی نہ آئے اور صرف اپنے جادو سے یا اپنی پراسرار قوتوں سے کام لے۔ اس کا بھلا
میں کیا بگاڑ سکتا ہوں۔''

''جادو سے پراسرار قوتوں سے.....'' کشکا نے بدستور پریشان لہجے میں کہا۔

''ہاں..... مجھے اپنے چاروں طرف سے سانپوں کی سرسراہٹیں محسوس ہوتی
ہیں۔ ان کی ننھی ننھی سرخ آنکھیں نظر آتی ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے خطرناک ناگ
میری نگرانی کر رہے ہوں اور نجانے کیوں مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی بھی لمحہ میری
موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔ تو یقین کر مجھے اپنی موت کا بھی خوف نہیں ہے لیکن نجانے

کیوں میرے دل میں یہ احساس جڑ پکڑ چکا ہے کہ سانپوں کا یہ غول کہیں میرے
پورے خاندان کو ختم نہ کر دے اور یہ چیز مجھے سونے نہیں دیتی۔''

''لیکن تو نے یہ غور نہیں کیا ہمباریہ کہ تیری صحت بالکل تباہ ہو رہی ہے۔ میں
تو کہتی ہوں کہ یہ تیرا وہم ہے کیونکہ میں نے تو آج تک اپنے گھر میں کوئی سانپ
نہیں دیکھا۔''

''آہ تو نے بے شک نہیں دیکھا ہوگا کیونکہ نردانہ کی دشمنی مجھ سے ہے، تجھ
سے نہیں۔''

''لیکن نردانہ تو اب بہت دور چلی گئی ہے اور اس کا کوئی نشان بھی نہیں ملتا،
جہاں تک ہمیں علم ہے، وہ ہماری بستی سے اتنے فاصلے پر ہے کہ ہمیں پتہ بھی نہیں چل
سکتا لیکن اس کے باوجود اگر کوئی اس سلسلے میں پریشانی ہے تو پھر اس کے خلاف کوئی
بھرپور عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔''

''میں کیا کر سکتا ہوں میری سمجھ میں خود نہیں آ رہا۔''

''میں ایک ایسے شخص کو جانتی ہوں جو اپنے جادو کے زور سے اس طرح
کے کام کر لیتا ہے اور یقینی طور پر اس نے بے شمار افراد کی مدد کی ہے۔''

''ایسا کون شخص ہے اور میں اسے کیوں نہیں جانتا؟'' ہمباریہ نے سوال کیا۔

''بہت کم لوگ اسے جانتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق یہاں سے نہیں ہے بلکہ
میرے ماں باپ کی بستی طلازیہ کے اطراف میں ایک نیچا پہاڑ ہے جسے ہم لوگ ٹیلہ
کہتے ہیں، اسی پہاڑ پر خومان کا جھونپڑا ہے اور وہ نجانے کب سے اس میں رہتا ہے۔
اس کی عمر کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ کتنی ہے۔ میرے ماں
باپ بھی بچپن سے اس کی کہانی سنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سے انہوں نے
ہوش سنبھالا تو خومان کو اسی جگہ دیکھا۔ بڑی لمبی عمر ہے اس جادوگر کی۔ اس نے آج
تک کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ بس اپنے جھونپڑے میں خاموشی سے رہتا ہے اور
اگر کوئی مشکل کا شکار ہو تو اس کی مدد بھی کر دیتا ہے۔''

''تعجب کی بات ہے تو نے پہلے کبھی مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

میرے دل میں نجانے کیوں یہ تفصیل سن کر ایک امید سی پیدا ہو چلی ہے۔ ممکن ہے وہ ہماری مدد کر سکے۔"

"مجھے پورا پورا یقین ہے کہ خومان ہماری مصیبتوں کا حل ہمیں پیش کر دے گا۔ میں یہی سمجھتی ہوں کہ ہمیں اس کے پاس چلنا چاہیے۔"

"تیری بستی تک کا سفر زیادہ طویل تو نہیں ہوگا۔ اگر ہم صبح سورج نکلنے سے پہلے چل پڑیں تو شام کو واپس بھی آ سکتے ہیں۔"

"ہاں بے شک اور میں یہی چاہتی ہوں کہ ہم اس کے پاس چلیں۔"

"لیکن ایک بات کا مجھے خاص خیال رکھنا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے قبیلے والوں کو میری اس بزدلی کا علم ہو اور وہ میرا مذاق اڑائیں' کیا سمجھی۔ چنانچہ بہتر یہی ہوگا کہ ہمیں ایسے ہی وقت کا انتخاب کرنا چاہیے۔"

"تو اس کا میں حرج ہی کیا ہے۔ فرض کرو' اگر کسی کے علم میں یہ بات آ بھی جاتی ہے کہ ہم بستی طلازیہ گئے ہیں تو یہ بات تو دنیا جانتی ہے کہ وہاں میرے ماں باپ رہتے تھے اور بھی میرے بے شمار عزیز و اقارب وہاں موجود ہوتے ہیں۔ ہم لوگ ان سے ملنے تو جا سکتے ہیں اور ہم ایسا ہی کریں گے اور پھر خاموشی سے خومان سے ملاقات کر کے یہ معلوم کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"بات میرے دل کو لگتی ہے۔ کیا کہتی ہے تو' میں تیاری کر لوں اس کے لیے۔"

"کیوں نہیں۔"

"لیکن ہمیں تنہا ہی جانا ہوگا۔"

"اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں نوجوانی کی عمر میں بہترین گھوڑے سواری کر لیا کرتی تھی۔"

"میں تمام انتظام کر لوں گا تو فکر مت کر۔"

اور اس کے بعد ہمباریہ نے تیاریاں شروع کر دیں۔ دوسرے لوگوں کو ان تیاریوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی تھی اور یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ لوگ کہاں جا

رہے ہیں اور کب واپس آئیں گے۔ اس وقت جب سورج نہیں نکلا تھا' کشکا اور ہمباریہ گھوڑوں پر سوار ہو کر بستی طلازیہ چل پڑے جو خاصے فاصلے پر تھی لیکن بہرحال یہ سفر جاری تھا۔ نجانے کیوں ہمباریہ کے دل پر ایک خوف سا طاری تھا کہ کہیں راستے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ حالانکہ وہ ایک دلیر انسان تھا اور سرداری اسے بلاوجہ ہی نہیں مل گئی تھی لیکن کچھ خوف ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی نام نہیں ہوتا۔

وہ لوگ سورج کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے دوپہر کو طلازیہ کی سرحد پر پہنچ گئے اور یہاں سے انہوں نے راستہ کاٹ کر اس پہاڑی ٹیلے کا رخ اختیار کیا جو طلازیہ کی سرحد کے بالکل پاس کنارے پر ایک ویران سی جگہ میں تھا۔ کشکا یہاں آ چکی تھی۔ حالانکہ بات بہت پرانی تھی لیکن اپنی یادداشت کے سہارے اس نے ہمباریہ کی رہنمائی کی تھی اور وہ ٹیلہ نظر آنے لگا تھا۔ بڑی ویرانی پھیلی ہوئی تھی اس طرف۔ اجڑے اجڑے درخت جن کے پتے تک موجود نہیں تھے۔ ٹنڈ منڈ اور بھیانک منظر پیش کر رہے تھے۔ ان میں سے بعض درخت ٹیلے کے بالکل قریب تھے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اگر ٹیلے سے کوئی آدمی درخت کے ذریعے نیچے اترنا چاہے تو اسے کوئی دقت نہ ہو۔ بات وہی آ جاتی ہے یا تو یہ ہمباریہ کے دل کا خوف تھا یا پھر واقعی یہ جگہ بہت عجیب تھی اور صاف احساس ہوتا تھا کہ یہ کسی جادوگر کی رہائش گاہ ہے۔ ٹیلے پر اوپر جانے کے لیے کچھ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جنہیں عبور کر کے وہ دونوں اوپر پہنچ گئے۔ ایک جھونپڑی تھی جو اوپر سے پتوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ اس جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ کشکا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے اور وہ کچھ نروس سی نظر آ رہی تھی۔ ہمباریہ نے اپنی بیوی کو دیکھا اور بولا۔

"اب کیا کریں؟" کشکا کوئی جواب بھی نہیں دے پائی تھی کہ اندر سے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور پھر وہ آدمی باہر نظر آیا جس کا چہرہ انتہائی بھیانک تھا جس کے بال جٹاؤں کی شکل میں کمر تک بکھرے ہوئے تھے اور ان کا رنگ مٹی جیسا تھا۔ چہرے کے نقوش اس قدر بھیانک تھے کہ ان کو دیکھا بھی نہ جا سکے۔ ہاتھ میں ایک موٹی سی لکڑی جسے اس نے دونوں ہاتھوں سے تھام کر سامنے رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنی خوفناک اور

چمکدار آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھنے لگا اور کشکا گھٹنوں تک جھک گئی۔ پھر کشکا کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

''تو عظیم ہے خومان! اور میں جانتی ہوں کہ تو نے مجھے پہچان لیا ہوگا کیونکہ میں تیرے ان عقیدت مندوں میں سے ہوں جن کے بارے میں خود تو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں جب چاہوں تیرے پاس آسکتی ہوں۔'' ایک بھدی اور کھرکھراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''آ اندر آجا اور تو بھی۔'' یہ آواز خومان کی تھی اور ہمباریہ کو یوں لگا جیسے اس کے حکم کی تعمیل اس کے پیروں نے کی ہو۔ اپنی مرضی کے بغیر وہ آگے بڑھ گئے تھے اور جھونپڑے میں داخل ہو گئے تھے۔ جھونپڑی کے اندر ایک عجیب سی ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں بے شمار چیزیں ایسی تھیں جنہیں دیکھ کر دلوں پر ہول سوار ہو جائے۔ جانوروں کے سوکھے ہوئے سر اور سینگ جو ان دیواروں میں نصب تھے' ایک ہرن کی کھال زمین پر بچھی ہوئی تھی جس پر بوڑھا خومان جا بیٹھا اور پھر اس نے ہاتھ نیچے کرکے ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہمباریہ کشکا کی تقلید کر رہا تھا۔ دونوں اس کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے اور خومان گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے خود اپنے منہ سے کچھ نہیں کہا تھا' پھر کشکا کہنے لگی۔

''مقدس خومان! میں تو بچپن ہی سے تیرے زیر سایہ رہی ہوں اور ماں باپ مجھے تیری بڑائی کی کہانیاں سناتے رہے۔ بلاشبہ ہماری بستی والوں کے لیے تو عظیم سایہ ہے۔ آج میں اپنی ایک مشکل میں مبتلا ہو کر اپنے شوہر ہمباریہ کو تیری خدمت میں لے کر آئی ہوں اور میری یہ مشکل صرف تو ہی حل کرسکتا ہے۔'' کشکا خاموش ہوگئی لیکن خومان خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

''کیا مشکل ہے تیری؟''

''بہت عرصے پہلے کی بات ہے۔ ہماری بستی سے کچھ فاصلے پر بہنے والی ایک ندی میں ایک لڑکی بہتی ہوئی ملی اور بستی کا ایک نوجوان جس کا نام گیرن تھا' اسے لے کر ساتھ آگیا۔ اس نے اس حسین لڑکی کو اپنے ساتھ رکھا اور اسے اپنی بیوی بنا لیا

یقین ہوا یوں کہ اس عورت نے ایک بچی کو جنم دیا اور گیرن مر گیا۔ آہ وہ پراسرار عورت زندہ ہے۔ اس کے اطراف میں سانپ پائے جاتے ہیں اور وہ بہت ہی خوفناک عورت تصور کی گئی ہے اور اس کا نام نردانہ ہے لیکن گیرن کی صحت بے پناہ خراب ہوتی چلی گئی تھی اور وہ مر گیا۔ عورت نے اپنے اردگرد بستی کے نوجوانوں کو جمع کر لیا اور بستی والوں نے اس کی بستی میں موجودگی پر اعتراض کیا تو بحالت مجبوری اسے بستی سے نکال دیا گیا۔ وہ خوش نہیں گئی تھی بلکہ اپنی بچی کو لے کر وہ بستی سے کافی فاصلے پر دریا کے کنارے ایک گوشے میں آباد ہوگئی تھی۔ نوجوانوں کا اخلاق خراب ہو رہا تھا اور وہ اس بدکار عورت کی قربت حاصل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ چنانچہ دریا کے کنارے بھی اس کا جھونپڑا جلا دیا گیا اور اسے وہاں سے بھی ہٹا دیا گیا۔ اب ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے لیکن ہمباریہ کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ یہ سخت پریشان ہے اور یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ پراسرار عورت اب اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گی جبکہ اس نے تو اسے یہ دھمکی دی تھی کہ اس کا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔ مقدس خومان! میرا شوہر ان پریشانیوں میں اپنی صحت خراب کرتا جا رہا ہے تو مجھے تو یاد آیا اور میں اسے لے کر تیرے پاس آگئی۔'' خومان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں سمتوں میں کر لیے اور انگلیاں زمین کی جانب کر دیں۔ اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں اور چند ہی لمحوں کے بعد اچانک ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''بہت برا کیا تو نے ہمباریہ۔ بہت ہی برا کیا ہے تو نے۔ اس کا نام نردانہ ہی ہے نا؟ آہ تو نے واقعی بہت برا کیا ہے۔'' ہمباریہ کے بدن پر لرزش طاری ہوگئی۔ اس نے کہا۔

''کیا وہ وادی سحر کی ساحرہ ہے؟''

''نہیں وادی سحر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ ناگ نگر کی نگینہ ہے۔ ناگ نگر کی نگینہ' ایک ایسی ہولناک ناگن جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

''ناگ نگر کہاں ہے؟'' ہمباریہ نے سوال کیا اور بوڑھے خومان نے ایک بار

پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر آنکھیں کھول کر بولا۔

''جو دریا تیری بستی سے کچھ فاصلے پر بہتا ہے' اس کے آخری کنارے کے بارے میں تجھے کچھ معلوم ہے کہ وہ کہاں تک چلا جاتا ہے؟''

''آہ یہ تو میرے بزرگ بھی نہیں جانتے کیونکہ انہوں نے اس دریا کے آخری کنارے تک سفر نہیں کیا۔ وہ تو بہت ہی طویل دریا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں تک گیا ہے؟''

''تو پھر سن میں تجھے بتا سکتا ہوں کہ یہ دریا ایک مخصوص علاقے میں جا کر زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔ زمین کے اسی گوشے میں ناگ نگر موجود ہے۔ یہ سانپوں کی سلطنت ہے اور یہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں زہریلے اژدھے اور سانپ رہتے ہیں۔ ناگ نگر کی پوری وادی انہی کی وادی ہے اور وہیں ان کی مملکت ہے اور کیا تو یہ نہیں جانتا کہ ناگ سب سے زیادہ پراسرار ہوتا ہے۔ سانپوں کی بے شمار کہانیاں ہیں' الگ اور مختلف۔ تجھ جیسے انسان کو یہ سب کہانیاں نہیں معلوم ہوں گی لیکن میں جانتا ہوں کہ ناگ نگر کی کہانی کیا ہے اور سن ہمباریہ ناگ نگر کی وہ ناگن بھٹک کر ادھر آ گئی تھی اور یہاں اس نے......'' اچانک ہی خومان خاموش ہو گیا۔ ان دونوں کے دل سر میں دھمک رہے تھے اور بوڑھے خومان کی پراسرار باتیں ان کے سارے وجود کو لرزا رہی تھیں۔ خومان کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر ایک دم بول پڑا۔

''انوکھی کہانیاں ہیں سانپوں کی اس آبادی کی۔ بہت ہی انوکھی۔ جب تو وہاں پہنچے گا تو وہاں تجھے چاروں طرف انسان ملیں گے۔ چھوٹے ننھے بچے عورتیں مرد سب کے سب تمہاری اپنی دنیا کی طرح زندگی میں مصروف اور کوئی نہیں جان سکے گا کہ وہ انسان نہیں ہیں۔ ہاں انسان نظر آنے کے باوجود وہ انسان نہیں ناگ نگر کے باسی سب زہریلے ناگ ہوتے ہیں اور زہر کی یہ سرزمین حسن و جمال کی سرزمین نہیں ہے کیونکہ وہاں کی فضاؤں پر سحر طاری رہتا ہے۔ ناگ نگر کی سرزمین پر ایک ناگن حکمران ہوتی ہے اور حکمران عورت صرف وہ ہوتی ہے جو اس علاقے کی سب سے حسین عورت ہو اور اب میں پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ نردانہ خود ملکہ زادی تھی

لیکن شاید وہ وہاں کے حسن کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھی۔ چنانچہ وہ ناگ نگر کی نگینہ نہیں بن سکی لیکن اپنے دل میں وہ یہ آرزو سجائے ہوئے تھی کہ وہ ناگ نگر کی نگینہ بن جائے یعنی وہاں کی ملکہ اور جب وہاں ایسا نہ ہو سکا تو اس نے اس دریا کے راستے باہر کی زندگی اپنائی اور دریا کے پانی میں بہتی ہوئی نجانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ غالباً تیری اس بستی میں جہاں وہ شخص اسے ملا' جس کا نام تو نے گیرن بتایا تھا' وہ گیرن کو مل گئی اور گیرن اسے عورت سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا۔ اس نے نردانہ سے شادی کی لیکن نردانہ کے زہر سے محفوظ نہ رہ سکا اور نردانہ......کیا نام ہے تیرا' کشکا! تو کہتی ہے کہ نردانہ کی ایک بیٹی بھی تھی۔ کیا تو نے اس بچی کو دیکھا ہے؟''

''ہاں مقدس خومان! میں نے اس کو دیکھا ہے۔'' کشکا کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

''کیا وہ حسین لڑکی تھی؟''

''بے مثال حسن کی مالک' ایسی حسین کہ اس کے چہرے پر نگاہیں نہ جمائی جا سکیں۔ اپنی ننھی سی عمر کے باوجود اس کا حسن انسانوں کو دیوانہ بنا سکتا ہے۔''

''آہ اس کا مطلب ہے کہ نردانہ کو ناگ نگر کی حکمرانی مل گئی۔ یقیناً وہ اسی کے لیے اتنا طویل سفر طے کر کے یہاں آئی تھی اور اس کے بعد انسانوں کے لیے مشکل کا باعث نہ بنتی۔ اگر تم لوگ اسے خاموشی سے زندہ رہنے دیتے۔ وہ یہاں رہ کر اپنی بچی کی پرورش کرتی' اس کے بعد اپنی دنیا کی طرف روانہ ہو جاتی لیکن ناگ نگر کی اس خوفناک ناگن کو تم نے چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔ میں تجھ سے کہتا ہوں سردار ہمباریہ تیرے لیے وہ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں جن کا کوئی حل کسی کے پاس نہیں ہے۔ نردانہ تیرے لیے کوئی بھی عذاب بن کر سامنے آ سکتی ہے' سمجھا...... کوئی بھی عذاب بن کر سامنے آ سکتی ہے۔''

ہمباریہ کے ہوش و حواس اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اور وہ سکتے کے عالم میں بوڑھے جادوگر کو دیکھ رہا تھا اور نردانہ کی دہشت اس کے چہرے سے چپک گئی تھی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے خومان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"عظیم خومان! اسی لیے تو میں تمہارے پاس آئی ہوں' ہماری مدد کرو اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔" خومان نے نگاہیں اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا اور پرخیال لہجے میں بولا۔

"آہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں اس خوفناک ناگن کو زیر نہیں کرسکتا۔ اگر وہ کوئی عام ناگن ہوتی تو شاید میں کچھ کرسکتا لیکن ناگ نگر کی نگینہ' نہیں میرے بچو! تم نے بھی گہری نگاہوں سے اسے نہ دیکھا۔ وہ تو بہت بڑی جادوگر بھی ہوگی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے اس کے اردگرد سانپوں کو بھٹکتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟"

"ہاں یہی سنا گیا ہے کہ اس کے اردگرد سانپ لہراتے رہتے تھے اور خود میں نے ان سانپوں کو اپنے قریب دیکھا ہے۔"

"اس کے باوجود تم نے اسے تسلیم نہیں کیا' افسوس میں تو اس کی زیارت بھی نہیں کرسکا۔ حالانکہ تم نہیں جانتے کہ اس کی زیارت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اوہ...... افسوس...... اتنی قربت' اتنا مختصر فاصلہ اور مجھے اس کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا۔" بوڑھا خومان افسوس زدہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا اور ہمباریہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"ناگ نگر کی نگینہ اور سانپوں کی سلطنت کے بارے میں صرف تمہاری ہی زبان سے میں نے سنا ہے مقدس بزرگ۔ تم سے پہلے کبھی کسی کی زبانی یہ بات میرے کانوں تک نہیں پہنچی۔ میں تو حیران ہوں کہ کیا واقعی یہ کہانی سچ ہے یا کوئی اور کہانی تم سنا رہے ہو۔" ہمباریہ کے اندر کسی قدر جھنجلاہٹ پیدا ہوگئی تھی جس کی بنیاد پر اس نے یہ الفاظ کہے لیکن کشکا لرز کر رہ گئی تھی۔ اس نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اس بوڑھے شخص کو اسی شکل وصورت میں دیکھا تھا اور اس سے پہلے بھی نجانے کب سے وہ یہاں رہتا تھا اور اس کی بتائی ہوئی باتیں کبھی غلط نہیں ہوتی تھیں۔ بستی کے لوگ ہمیشہ اس پر اعتبار کرتے تھے اور وہ ان کی مشکلات کا حل پیش کرتا تھا۔ بہت سی ایسی کہانیاں اس سے وابستہ تھیں جن میں اس نے بستی کے رہنے والوں کی زندگیاں بچالی تھیں۔ برفانی طوفان ہوں یا سیلابی ریلے اگر کوئی ایسی مشکل پیش آنے

والی ہوتی تھی تو خومان بستی والوں کو پہلے سے آگاہ کر دیا کرتا تھا اور بستی والے اپنا بچاؤ کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح سے وہ خومان کو ایک مقدس دیوتا کی حیثیت دیا کرتے تھے لیکن ہمباریہ کے یہ الفاظ خومان کو ناراض بھی کر سکتے تھے کہ اس پر شک کیا جارہا ہے اور یہی ہوا بھی۔ خومان کی آنکھوں کی رنگت بدلنے لگی اور اس نے ہمباریہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جب کسی کی تقدیر تاریکیوں میں ڈوبنے لگتی ہے تو اس کے عقل و ہوش اس کا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ اے بے وقوف انسان! مجھے کیا پڑی تھی کہ تجھے الٹی سیدھی کہانیاں سناتا' میں خود تو تیرے پاس نہیں گیا تھا۔ اور اے عورت! کیا تو اپنے بے وقوف شوہر کو میرے پاس اس لیے لائی تھی کہ یہ میری توہین کرے۔ یہ سمجھتا ہے کہ میں اسے کوئی کہانی سنا رہا ہوں' کوئی جھوٹی کہانی لیکن نہیں ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں دریا زمین کی گہرائیوں میں چلا جاتا ہے' وہاں سانپوں کی سلطنت موجود ہے اور اس جگہ کے رہنے والے دوسری آبادیوں سے بالکل مختلف ہیں اور وہ لوگ تمہاری بستیوں میں بھی آجاتے ہیں۔ وہاں وقت گزارتے ہیں اور یہ ان کا اپنا مشغلہ ہے لیکن ایسا نہیں جیسا تو نے کہا اور اگر تیرے بوڑھے تیرے سیانے تجھے یہ بات نہیں بتاتے بے وقوف آدمی تو ایک بات انہیں میری طرف سے ضرور سمجھا دینا کہ تو نے ایک ایسا منظر دیکھا جس سے یہ ثابت ہوا کہ ناگ نگر کا وجود اسی سرزمین پر ہے اور دیکھ مجھے دیکھ' مجھ پر غور کر شاید تجھے یقین آجائے۔"

بوڑھا خاموش ہوگیا اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سی چمک پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے اور دفعتاً ہی اس کے اندر کوئی ایسی تبدیلی پیدا ہونے لگی جو ایک لمحے کے لیے تو انہیں محسوس نہیں ہوئی لیکن پھر اس کے جسم سے ایک ہلکا ہلکا لطیف دھواں خارج ہونے لگا اور اس کا جسم پتلا ہونے لگا۔ کشکا کے حلق سے دہشت بھری چیخ نکلی اور وہ خوفزدہ انداز میں چند قدم پیچھے ہٹ گئی کیونکہ زیادہ دیر نہیں لگی تھی کہ سامنے چکی کے پاٹ کی مانند ایک چوڑے اور کوڑیالے پھن والے سانپ کی شکل نظر آرہی تھی جس کے نیچے ایک موٹا جسم شروع ہوگیا تھا اور یہ

پھن والا شخص یقینی طور خومان تھا جو آہستہ آہستہ ایک اژدھے کی شکل میں تبدیل ہو
تھا اور اپنا چوڑا پھن پھیلائے' وہ اسی طرح بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ اس کی لمبی زبان بار
بار باہر نکل رہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کا پھن سکڑنے لگا۔ اس نے زمین سے
چہرہ لگایا اور اس کا لمبا کوڑیالہ کالا بدن رینگتا ہوا ایک سوراخ کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ
ہی لمحوں بعد جھونپڑی خالی ہوگئی۔ خومان ایک ہولناک اژدھے کی شکل میں اس سوراخ
میں داخل ہوگیا تھا اور کشکا کی دہشت بھری چیخ فضا میں گونج اٹھی تھی۔ وہ چیختی ہوئی
جھونپڑی سے باہر نکل کر بھاگی اور سیڑھیوں سے نیچے لڑھک گئی۔ ہماریہ خود بھی اس
کے پیچھے لپکا تھا' کشکا لڑھکتی ہوئی بالکل نیچے آگئی اور اس کے پورے جسم پر خراشیں
لگ گئیں لیکن وہ نیچے گرتے ہوئے بے ہوش نہیں ہوئی تھی۔ ہماریہ بدحواسی کے عالم
میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے سنبھال کر کشکا کو اٹھا کر بٹھایا اور اس کے بعد
آہستہ سے بولا۔

''آہ مجھ سے شاید غلطی ہوئی ہے' شاید نہیں بلکہ مجھ سے حقیقتاً غلطی ہوئی
ہے۔ آہ وہ تو خود وہ تو خود بھی ناگ تھا۔ غالباً اس کا تعلق ناگ نگر سے ہی تھا اور یقیناً
نردانہ کوئی ایسی ناگن ہے جس کا وجود ان لوگوں کے لیے باعث احترام ہوگا
......آہ......آہ......''

☆......☆......☆

سب سے زیادہ مصیبت کا شکار زاما تھا۔ زاما انگون کی وجہ سے عجیب مشکل
میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انگون سے اسے بہت کچھ ملتا تھا بلکہ
انگون کے ساتھ جو لوگ اس کے دوستوں یا مصاحبوں کی حیثیت سے رہا کرتے تھے۔
ان کے اخراجات انگون ہی کے کندھے پر ہوا کرتے تھے۔ قدرت نے انگون کے
خاندان کو بے پناہ دولت دی تھی اور اسی دولت کی بنا پر انگون بری طرح بھٹک گیا تھا
اور اپنے آپ کو مستقبل میں مدبر اعلیٰ کی حیثیت دینے پر تلا ہوا تھا۔ الٹے سیدھے
خواب سنا کر وہ دوسروں کو بے وقوف بنایا کرتا تھا لیکن بعض اوقات اس کی حماقتیں
وبال جان بن جاتی تھیں اور زاما پر چونکہ اسے حد سے زیادہ اعتماد تھا اور زاما ہی کو اس
نے اپنا خاص دست راست بنایا تھا' اس لیے زاما زیادہ مشکل کا شکار ہوا کرتا تھا۔
چنانچہ روبا کی حیثیت سے وہ بڑی مشکل میں مبتلا تھا اور بار بار اسے ان دونوں کا خیال
آتا تھا جو اصل روبا اور شامان تھے اور انگون اپنی دانست میں انہیں بے وقوف بنا کر
چھوڑ آیا تھا۔ بہرحال یہ بھی حقیقت تھی کہ اگر انگون اس کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لے
تو زاما کے اہل خاندان کے لیے جینا محال ہو جائے۔ وہ خود بھی ایک ناکارہ انسان تھا
اور یہی وجہ تھی کہ اس نے انگون کی حاشیہ برداری اپنی زندگی گزارنے کا ذریعہ بنا لی
تھی۔ بہرحال زندگی تو جیسے تیسے گزر رہی تھی لیکن کئی دفعہ انگون کی وجہ سے زاما
مصیبتوں کا شکار ہوا تھا اور یہ تازہ مصیبت بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ انگون پرلے
درجے کا بے وقوف تھا اور زاما اس کی نسبت بے حد سمجھدار۔ وہ جانتا تھا کہ انگون بہت
جلد کسی نئی مصیبت میں پھنسنے جا رہا ہے۔ بہرحال یہ مصیبت دیکھیں کس شکل میں آتی
ہے۔ بوڑھا شخص اور اس کی ساتھی لڑکی بہت چالاک معلوم ہوتے تھے۔ نجانے کیوں

زاما کو یہ احساس ہوتا تھا کہ بوڑھے کے چہرے پر ایک مکاری سی کھیلتی رہتی ہے۔
نے اپنا نام ہومال بتایا تھا اور لڑکی نے اپنا نام ربابہ لیکن انگون کو ایک حسین لڑکی کیا
گئی تھی' اس نے باقی سارے حالات کی جانب سے منہ موڑ لیا تھا اور یہ لڑکی پر
کچھ عجیب سی بات تھی۔ کتنی ہی بار زاما کو احساس ہوا کہ وہ انگون کو بے وقوف
ہے لیکن بھلا انگون جیسا بے وقوف اس بات کو کہاں محسوس کر سکتا تھا۔ اس وقت
دونوں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے اور زاما خود اس چٹان کے عقبی حصے
سانس روکے بیٹھا ہوا تھا۔ ربابہ' انگون سے کہہ رہی تھی۔

''آسمانوں کے فرستادے! عظیم شخص...... اس میں کوئی شک نہیں ہے
تیرے نام اور تیری پیشانی پر یہ درج ہے کہ جب بھی بستی والوں پر کوئی مصیبت نا
ہوتی ہے تو تو ان کے کام آتا ہے۔ میں نے جو کچھ تیرے بارے میں سنا ہے' یقین
تجھے دیکھ کر حیران رہ جاتی ہوں۔ وہ شخص جو اس قدر مرد آہن ہو اور ایسی سنگ
شخصیت رکھتا ہو' اسے تو ایک کھردرے چہرے والا بدصورت سنگین ستون ہونا چاہیے
لیکن اس کے برعکس تو ایک نرم دل اور محبت کرنے والا انسان ہے اور ہاں میں نے
یہ بھی سنا ہے کہ تو عورت کی قربت سے بھاگتا ہے اور تو نے شادی کے بارے میں
کبھی سوچا بھی نہیں۔'' انگون فخریہ انداز میں مسکرایا' پھر اس نے ربابہ کو پیار بھری
نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں اس سے پہلے میں ایسا ہی کرتا رہا تھا' جانتی ہے کیوں؟''

''لو میں کیا جانوں؟'' ربابہ نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

''میں ساری زندگی تیرا انتظار کرتا رہا ہوں۔''

''میں بھی نہیں۔'' ربابہ نے شان بے نیازی سے کہا۔

''آج تک اگر میں عورتوں سے گریز کرتا رہا تو اس کی وجہ صرف تو تھی
ربابہ تو......''

''میں......؟''

''ہاں صرف تو......''

''مگر کیسے...... تو تو مجھے جانتا بھی نہیں۔''

''آہ اصل بات تو نہیں جانتی' میں سچے خواب دیکھتا ہوں۔ میں نے تجھے
خوابوں میں دیکھا تھا اور تیری تلاش میں سرگرداں تھا۔ تو کیا سمجھتی ہے' کیا دوبا کا
سردار غزال میرے لیے اس قدر باعث توجہ ہے کہ میں اس کے اشارے پر دوڑتا ہوا
یہاں تک چلا جاؤں' حقیقت تو یہ ہے کہ میں اس سے واقف بھی نہیں ہوں۔ یہ تو
صرف تو ہے جسے دیکھ کر میں نے دنیا کے باقی خیالات ذہن سے نکال دیئے اور اس
بات پر قناعت کی کہ تیرے ساتھ سفر پر نکل پڑوں۔ جانتی ہے کیسے؟''

''یہی تو میں سن کر حیران ہوں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ سردار غزال ہمیں
تیری طلبی کے لیے بھیجے گا۔''

''میں نے خواب میں یہ بات دیکھی تھی اور صحیح معنوں میں ان ویرانوں میں
تیری تلاش میں سرگرداں تھا۔'' ربابہ نے اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھا' پھر بولی۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں بے حد خوش نصیب ہوں۔'' انگون نے خاموشی
اختیار کی' تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ ربابہ کو اپنی خاموشی اور دلیری کے قصے
سنانے لگا۔ ربابہ کے اپنے دل میں نجانے کیا تھا لیکن انگون کی باتوں پر وہ بہت زیادہ
متاثر ہونے کی اداکاری کرتی رہی تھی اور زاما جل بھن کر کباب ہوتا رہا تھا۔ حقیقت تو
اسے معلوم تھی کہ انگون کیا چیز ہے' بہرحال اب وہ وہاں سے اٹھ جانا ہی مناسب سمجھتا
تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ انگون ایسی فضول باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کرے گا لیکن
اس رات اس نے انگون سے ذرا تفصیلی گفتگو کی۔

''انگون! آخر تو نے آگے کے بارے میں کیا سوچا ہے' تو تو بڑے اطمینان
کے ساتھ ان دونوں کے ساتھ سفر کر رہا ہے کہ جیسے درحقیقت تو شامان ہی ہو۔''

''میں جانتا ہوں بے وقوف کہ تو مجھ سے جل رہا ہے حالانکہ یہ مناسب نہیں
ہے۔ تو دیکھ آسمان والا جسے عزت دینا چاہتا ہے' کس طرح عزت دیتا ہے اور کیا یہ
ایک حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ میرے اور تیرے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں اور
اس بار بھی ایسا ہی ہے۔''

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تو نے یہ نہیں سوچا کہ یہ عزت تجھے شامان کے نام
مل رہی ہے۔ مجھے اس بات کا جواب دے کہ کیا تو زندگی بھر اسی کے نام پر کام کر
رہے گا۔ تجھے یہ اعزاز ملے گا کہ تو مدبر اعلیٰ بنایا جائے گا تو کیا شامان کے نام پر...... تیرا
نام کبھی منظر عام پر نہیں آئے گا اور شامان زندہ تو ہے۔ وہ بہر حال کسی نہ کسی شکل میں
سامنے آئے گا' تیرا کیا ہوگا اس وقت؟"

یہ بات تو بڑی سنسنی خیز تھی' انگون کچھ دیر کے لیے پریشان کن خیالات میں
ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"تو کہہ تو ٹھیک رہا ہے' نام تو میرا ہی سامنے آنا چاہیے اور یہ لڑکی جسے تو
دنیا کی حسین ترین لڑکی کہہ سکتا ہے۔ افسوس یہ مجھے شامان کے نام سے مخاطب کرتی
ہے' آہ کاش میں انگون کے نام سے کچھ کارنامے سرانجام دے چکا ہوتا تو ان کی
تفصیل اس کے سامنے بیان کرتا۔"

"یہی تو میں بھی کہتا ہوں انگون...... اور تو نے یہ نہیں سوچا کہ جب تو سردار
غزال کے سامنے جائے گا تو وہ تجھے پہچان لے گا کہ تو شامان نہیں بلکہ کوئی اور
ہے۔"

زاما کی باتوں نے انگون کو بہت زیادہ الجھا دیا تھا اور وہ جھنجلاہٹیں محسوس کر
رہا تھا۔ آخر کار اس نے کہا۔

"تو اپنی اوقات سے آگے بڑھنے کی کوششیں کرتا رہتا ہے۔ زاما میرا دماغ
خراب مت کر جو کچھ ہو رہا ہے' میرے لیے بہت دلکش ہے اور اس کے لیے میں یہ
قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"آہ کاش تو انگون کے نام سے یہ عزت حاصل کرتا تو مجھ سے زیادہ خوشی
اور کسے ہوتی لیکن لیکن......" زاما اپنا جملہ پورا کرنے سے پہلے خاموش ہوگیا۔ بہر حال
وہ جانتا تھا کہ انگون حقیقتوں سے نگاہ چرا رہا ہے اور جب انسان اس قدر احمق بن
جائے تو اسے سمجھانا ممکن نہیں ہوتا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے زیادہ باتیں کیں تو
اسے غصہ آجائے گا اور اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ چنانچہ وہ خاموش ہوگیا۔

دوسری صبح سفر کا آغاز ہوا' بوڑھا رہنما انہیں بتاتا جا رہا تھا کہ اب بستی کا
فر کتنا باقی رہ گیا ہے اور وہ لوگ دوبا کس وقت تک پہنچ جائیں گے۔ ادھر ربابہ مسلسل
لون پر بجلیاں گرا رہی تھی اور انگون اس خوشی سے سرشار تھا کہ اتنی حسین لڑکی اس کی
ست ہے۔

دوپہر گزرنے کے بعد ہومال نے بتایا کہ اگر رات تک ان کے گھوڑے
فر کرتے رہے تو یقیناً جب چراغ چلیں گے تو وہ دوبا میں ہوں گے۔ گویا منزل
ریب آگئی ہے لیکن اس وقت جب شام کے سائے آسمان سے اتر کر زمین کی
ہنیوں میں پھیل گئے تو دفعتاً ہی کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں یقیناً وہ گولی چلنے کی آواز تھی'
س پر انگون کا گھوڑا پچھلے پیروں پر کھڑا ہوگیا تھا۔ انگون نے جس مشکل سے اپنے
اپ کو گھوڑے پر سنبھالا تھا' اسے وہی جانتا تھا۔ ربابہ کے سامنے اگر گھوڑے سے گر
پڑتا تو بڑی کرکری ہو جاتی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر
س نے ان لوگوں کو دیکھا' وہ گھوڑوں پر سوار ان کے قریب آتے جا رہے تھے۔
انگون کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہونے لگے۔ آنے والے ان کے گرد دائرہ
تنگ کرتے جا رہے تھے۔ یہ سب کے سب مضبوط اور اور قد آور لوگ تھے اور ان
کے ہاتھوں میں بندوقیں دبی ہوئی تھیں۔ دفعتاً ہی انگون کو اپنی بندوق کا خیال آیا اور
اس نے اپنے شانے سے بندوق اتار لی۔ شامان کے نام سے سفر کر رہا تھا اور شامان
ہمیشہ ہاتھوں میں بندوق رکھتا تھا۔ بہادری تو دکھانی ہی تھی۔ حالانکہ اب اس کا بالکل
موقع نہیں تھا' اسی وقت زاما دہشت سے چیخ پڑا۔

"نہیں نہیں' ایسا نہ کرو۔ بندوق کی نال نیچی کر لو ورنہ چند لمحوں میں ہمارا
خاتمہ ہو جائے گا۔" اس دوران آنے والے قریب آگئے تھے اور ان دونوں کو بغور گھور
رہے تھے' پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"اپنی بندوق نیچے پھینک دو دلیرو! ورنہ تمہاری کھوپڑیاں اڑ جائیں گی۔
خبردار اگر ایک بھی گولی چلی تو ہم تمہیں اتنی گولیاں ماریں گے کہ تمہارے جسموں کے
سوراخ نہ گنے جا سکیں گے۔" زاما نے تو گھبرا کر فوراً اپنی بندوق پھینک دی تھی لیکن

شامان نے بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا تھا اور پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا کہ خلاف توقع ربابہ مسکرا رہی تھی۔ حالانکہ ایک لڑکی ہونے کی حیثیت سے اسے بہت خوفزدہ ہونا چاہیے تھا لیکن شاید وہ ضرورت سے زیادہ ہی بہادر تھی ورنہ ایسے خوفناک لمحات میں مسکراہٹ کیا معنی رکھتی تھی۔ البتہ اس کے الفاظ نے انگون کو شدید حیران کر دیا۔ لڑکی اس سے نہیں بلکہ آنے والوں سے مخاطب تھی۔

''تم لوگ فکر نہ کرو' ان کی بندوقیں تو میں نے پچھلی رات کو ہی خالی کر دی تھیں اور یہ دلیر سورما بندوقیں استعمال نہیں کرتے۔ پورے سفر کے دوران انہیں اس کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔''

یہ اجنبی الفاظ ربابہ کے منہ سے سن کر انگون ششدر رہ گیا تھا۔ خود زاما کی حالت بھی بہت بری تھی لیکن بوڑھا اور اس کی ساتھی لڑکی غیر متوقع طور پر مسکراتے نظر آ رہے تھے۔ گھڑ سواروں نے رسیوں کے پھندے ان دونوں کے گرد ڈال دیئے اور چند لمحوں کے اندر انہیں رسیوں میں کس دیا۔ پھر انہوں نے ان کے ہتھیار یعنی کلہاڑے اور چوڑے چاقو وغیرہ بھی چھین لیے۔

انگون کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ ربابہ اور بوڑھا ساتھی پیچھے ہٹ گئے تھے اور اب یہ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ انہیں حملہ آوروں کے ساتھی ہیں اور سب ایک دوسرے سے واقفیت رکھتے تھے۔ انگون کی تو آواز ہی بند ہو گئی تھی اور زاما دل ہی دل میں انگون کو گالیاں دے رہا تھا۔ شامان بننے چلا ہے گدھے کا بچہ' مدبر اعلیٰ بننے چلا ہے۔ کھوپڑی اپنی جگہ ہے نہیں' بہرحال وہ گرفتار ہو چکے تھے اور اس کے بعد انہیں انہیں کے گھوڑوں پر بٹھا کر بستی کی جانب لے جایا جانے لگا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی لیکن اب سمجھ کر کرنا بھی کیا تھا' زاما نے جس بات کی پیش گوئی کی تھی' وہ پوری ہو گئی اور انگون دانت پیستے ہوئے اسے گھور رہا تھا۔ سامنے ہی بستی کا بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ انگون نے غراتے ہوئے لہجے میں زاما سے کہا۔

''کالی زبان والے! تو واقعی منحوس انسان ہے۔ تو نے کہا تھا کہ ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہیں۔ آہ کاش میں تیری نحوست پر غور کر کے تجھے

ساتھ ہی نہ رکھتا لیکن فکر مت کر اس مصیبت سے بچنے کے بعد سب سے پہلے تجھے اپنے آپ سے دور کروں گا۔''

زاما نے دل ہی دل میں سوچا کہ مصیبت سے بچ تو جا احمق اس کے بعد مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بارے میں سوچنا اور میرے لئے خود ایک اچھی بات ہو گی کہ تجھ سے جان بچ جائے۔

بہرحال وہ بستی میں داخل ہو گئے۔ بستی شام کے سناٹوں میں ڈوبی ہوئی تھی اور وہاں زندگی کی رفتار بہت سست تھی۔ انہیں لانے والے انہیں لیے ہوئے ایک بڑے سے احاطے میں پہنچ گئے۔ جہاں مسلح پہریدار موجود تھے اور پھر ان دونوں کو احاطے کے دوسری جانب دھکیل کر دروازے بند کر دیئے گئے۔ اب وہ قیدی بن چکے تھے۔

☆......☆......☆

ہمباریہ پر دہشت کی تھرتھری طاری تھی اور کشکا کا بھی برا حال تھا۔ جو کچھ ان دونوں پر بیت چکی تھی' وہ ناقابل یقین تھا۔ بھلا یقین نہ کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے ہی سب کچھ ہوا تھا اور اب اس پراسرار بوڑھے کا کوئی وجود نظر نہیں آتا تھا۔ ہمباریہ نے بمشکل تمام کشکا کو سنبھالا کیونکہ اس پر بری بیتی تھی۔ جسم پر جگہ جگہ خراشیں لگی ہوئی تھیں اور اس کے حلق سے ہلکی ہلکی کراہٹیں نکل رہی تھیں۔ کشکا کو سنبھال کر وہ واپس اسی جگہ آیا جہاں اس نے گھوڑے باندھ رکھے تھے۔ بمشکل تمام کشکا کو گھوڑے پر سوار کرا کے ہمباریہ نے اس کے گھوڑے کی لگامیں پکڑیں اور دونوں بستی کی جانب چل پڑے۔ ان کی زبان پر تالے لگے ہوئے تھے۔ راستے بھر میں مکمل خاموشی طاری رہی۔ جو کچھ بیتی تھی' اس پر اب تو تذکرہ کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا۔ وہ اپنی بستی میں داخل ہو گئے اور پھر خاموشی سے اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ پتہ نہیں کسی کو ان کے بارے میں معلوم ہو سکا تھا یا نہیں لیکن بہرحال معلوم نہیں بھی ہوا تھا تو بھلا بتانے والے کونسی بات تھی۔ ہمباریہ کسی کو کیا بتاتا کہ وہ کہاں گیا تھا اور اس نے کیا دیکھا۔ لوگوں کو بتایا بھی جاتا تو شاید وہ یقین نہ کرتے' بہرحال وہ اپنی

بیوی کی تیمارداری کرنے لگا اور بمشکل تمام کشکا کی حالت کچھ بہتر ہوئی۔ جب دونوں سنبھل گئے تو بھلا اس موضوع سے دور کیسے رہ سکتے تھے۔ دنیا کا حیرت انگیز واقعہ پیش آیا تھا اور کشکا بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''آہ جو کچھ ہوا ہے' اس کا تو میں خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتی تھی۔''

لیکن کوئی دوا اس پر کارگر نہیں ہو رہی تھی' اصل بیماری اس کے دل میں چھپی ہوئی تھی۔ دوسری طرف کشکا اور ہمباریہ کا اکلوتا بیٹا جو بہت ہی حساس نوجوان تھا باپ کی اس کیفیت سے سخت پریشان تھا۔ حالانکہ پارس کی عمر صرف پندرہ سال تھی لیکن بہت ذہین' سمجھدار اور خوبصورت نوجوان تھا۔ باپ کو اس نے کبھی کسی قسم کی پریشانی کا موقع نہیں دیا تھا۔ پارس نے اپنی ماں سے پوچھا۔

''آخر میرے باپ کی بیماری کی وجہ کیا ہے' یہ بستی بھر میں پھیلے ہوئے حکیم اس کا صحیح علاج کیوں نہیں کر رہے؟ میں اپنے باپ کے لیے بہت پریشان ہوں ماں۔'' کشکا نے غم آلود نگاہوں سے بیٹے کو دیکھا اور خاموش ہو گئی۔

''تم مجھے بتاتی کیوں نہیں ہو ماں؟''

''آہ کاش میں بتا سکتی۔'' کشکا نے کہا اور اسی رات اس نے اپنے بیمار شوہر کے سرہانے بیٹھ کر کہا۔

''یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے ہمباریہ کہ تیری بیماری کی وجہ کیا ہے۔ میں تجھ سے صرف ایک سوال کرتی ہوں۔ وہ یہ کہ تو نے بستی کا سردار ہونے کی حیثیت سے یہ سب کچھ کیا ہے تو یہ ساری مصیبت اپنے سر پر کیوں طاری کیے ہوئے ہے۔ بستی والوں کو بھی اس کا شریک کیوں نہیں بنایا؟ میری تو یہی رائے ہے کہ تو بستی والوں کے سامنے ساری کہانی دہرا دے۔ انہیں بتا دے کہ تو نے جو کچھ کیا' وہ صرف ان کے لیے تھا۔ اکیلا تو اس آگ میں کیوں جل رہا ہے اور نردانہ صرف تیری ہی دشمن کیوں بن گئی ہے۔ بستی سمجھداروں سے بھری پڑی ہوئی ہے۔ کوئی تو اس کا ترکیب بتائے گا جو ہمارے لیے کارگر ہو جائے۔'' ہمباریہ کے چہرے پر غور و فکر کے آثار نمودار ہو گئے۔ پھر اس نے کہا۔

''ارے ہاں...... بڑی آسان اور سادہ سی بات ہے۔ بھلا اس بات کو میں راز کیوں رکھوں۔ بستی والوں کو کیوں نہ بتا دوں کہ کیا ہوا ہے۔ آہ تو واقعی ٹھیک کہتی ہے بھلا میرا اس میں میرا کیا قصور ہے۔ وہ بستی والوں کو تباہ کر رہی تھی۔ نوجوان کو موت سے ہمکنار کر رہی تھی اور اب تو اس میں کوئی شک بھی نہیں رہا ہے کہ وہ ناگ نگر کی نگینہ تھی۔ بھلا اس میں میرا کیا قصور۔ گیرن مر گیا اور اس کی موت کی وجہ بھی بستی والے جانتے ہیں۔ میں اگر انہیں ساری تفصیل بتا دوں تو سب کی سمجھ میں بات آ جائے گی۔ ایک ناگن کے ساتھ وقت گزارنے کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔ یہ وہ نوجوان بھی جانتے ہیں جن کی صحتیں خراب ہو چکی ہیں اور گیرن کی موت سے بستی والے بھی واقف ہیں۔ تو ٹھیک کہتی ہے کشکا میں تنہا کیوں اس عذاب سے نمٹتا رہوں۔ بستی والوں کو بھی اس میں شریک ہو جانا چاہیے۔ آہ میں تجھے خود پر بیتنے والی باتیں کیا بتاؤں' اس خیال میں تجھے اپنی حقیقتیں نہیں بتاتا کہ تو خوفزدہ ہو جائے گی تو نہیں جانتی کشکا کہ مجھے کیا محسوس ہوتا ہے۔ میں ہر لمحہ اپنے ارد گرد سانپوں کی پھنکاریں سنتا ہوں۔ وہ میرے بدن کے چاروں طرف سرسراتے پھرتے ہیں اور میں دہشت سے سکڑ کر رہ جاتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس سحر سے کیسے نجات حاصل کروں۔''

''بالکل سیدھی سی بات ہے کہ بستی والوں کو حقیقتیں بیان کر دو اور ان سے کہو کہ تمہیں اس مشکل کا حل بتائیں۔'' کشکا نے کہا۔

''ایسا ہی کروں گا' میں ایسا ہی کروں گا۔''

ادھر بستی کے لوگ اپنے سردار سے بہت پیار کرتے تھے۔ اب تک ہمباریہ نے اپنی سرداری کے دور میں ہر شخص کے ساتھ انصاف کیا تھا۔ ہمباریہ کی بیماری نے سارے لوگوں کے چہرے اتار دیئے تھے اور لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ سوہا کے سردار کو کیا بیماری درپیش ہے کہ حکیم بھی اسے نہیں پکڑ پاتے۔ آخر وہ اتنی طویل بیماری کا شکار کیوں ہو گیا ہے؟ یہاں تک کہ ایک دن منادی کی گئی کہ ہمباریہ اپنی بستی کے لوگوں سے کچھ کہنا چاہتا ہے اور محبت میں ڈوبے ہوئے لوگ ہمباریہ کے گھر کے

سامنے جمع ہو گئے۔ ہمباریہ کے بڑے جھونپڑے کے سامنے ایک وسیع و عریض میدان
تھا جس میں ساری بستی سوہا کے رہنے والے جمع ہو گئے۔ ہمباریہ اتنا کمزور اور لاغر ہو
گیا تھا کہ خود اپنے پیروں سے نہیں چل سکتا تھا۔ چنانچہ اسے اٹھا کر لایا گیا اور لوگوں
نے اسے دیکھ کر انتہائی دکھ کا اظہار کیا۔ پھر جب ہمباریہ نے اپنے ہاتھ بلند کیے تو
وہاں اتنی خاموشی چھا گئی کہ سانسوں کی آوازیں بھی ابھرنے لگیں۔ ہمباریہ نے اپنی
کمزور آواز میں کہا۔

''میری بستی کے رہنے والو! میرے بھائیو! یہ بات تم میں سے ہر شخص اچھی
طرح جانتا ہے کہ میں نے اب تک اپنی زندگی میں تمہاری خدمت کو ہی اپنا مقصد بنایا
ہے اور کوشش کی ہے کہ کہیں بھی تمہیں میری وجہ سے کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہنچے
میں نے ہر مشکل سے مشکل مرحلے پر تم لوگوں کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے
لیکن اب یہ مسئلہ آ گیا ہے کہ مجھے تم لوگوں کا سہارا لینا پڑ رہا ہے۔ میں ایک بار پھر
تمہاری توجہ اس خوفناک عورت کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جس کا نام نردانہ ہے
اور بدبخت گیرن اسے اپنے ساتھ یہاں لے آیا تھا۔ وہ عورت درحقیقت دادی سحر کی
ساحرہ نہیں تھی بلکہ اس کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں اور ان معلومات
پر مجھے مکمل یقین ہے۔ آہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ دریائے لانا جس جانب بہتا ہے وہاں
کیا ہے اور اس کا اختتام کہاں ہوتا ہے۔ اگر کوئی یہ بات جانتا ہے تو مجھے اس کا
جواب دے۔'' ہمباریہ نے ایک ایک کی صورت دیکھی لیکن کسی کے منہ سے کوئی آواز
نہیں نکلی تو ہمباریہ نے کہا۔

''میں یہ بات جانتا ہوں کہ دریائے لانا بہت دور جانے کے بعد زمین کی
گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور اس کے اوپر دوسری زمین آباد ہے اور جہاں یہ دوسری
زمین آباد ہے وہاں کا ایک علاقہ ناگ نگر کہلاتا ہے اور ناگ نگر میں ناگوں کی سلطنت
ہے اور سانپوں کی اس سلطنت پر ایک حسین عورت حکمران ہوتی ہے کیونکہ وہاں
زہریلی بدصورتی کا راج ہے اور بہت کم خوبصورت عورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ بتایا
گیا ہے کہ جو سب سے زیادہ خوبصورت عورت ہوتی ہے وہی اس بستی کی ملکہ ہوتی

سانپوں کی اس سلطنت میں جو کچھ بھی ہے' یہ ان کا اپنا معاملہ ہے لیکن یہ بات تم
لوگوں کے لیے باعث حیرت ہوگی کہ نردانہ دریائے لانا میں سفر کرتی ہوئی یہاں
پہنچی اور گیرن اس کا شکار ہو گیا۔ نردانہ کی بیٹی انتہائی خوبصورت ہے اور نردانہ ملکہ
لیکن خود چونکہ نردانہ اتنی خوبصورت نہیں تھی' چنانچہ اسے ایک ملکہ کی تلاش ہوئی
آخرکار انسانوں کی اس سرزمین پر آ کر اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا۔ بے شک وہ
وقت ہماری نگاہوں میں نہیں ہے لیکن سانپوں کی سلطنت کی ساحرہ مجھ سے ناراض
گئی ہے کیونکہ اس کا خیال ہے کہ میں نے اس کا مقصد پورا ہونے میں رکاوٹیں پیدا
کی ہیں اور اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ اپنی بیٹی کو یہاں پروان
چڑھائے اور اس کے بعد مقررہ وقت پر یہاں سے چلی جائے گی لیکن ہمارے
نوجوانوں نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ آپ سب کے لئے ناقابل قبول تھا اور
سردار کی حیثیت سے مجھ پر لازم تھا کہ میں اس کام کو ختم کراؤں' چنانچہ میں نے نردانہ
کو بستی سے نکالا اور اس کے بعد اس جگہ اس کی جھونپڑی کو جلوا دیا جہاں ہمارے
نوجوانوں کو پہنچنے میں دقت نہیں ہوتی تھی اور جہاں پہنچنے کیلئے وہ مجرمانہ کارروائیوں پر
اتر آئے تھے۔ تم سب جانتے ہو برائی بہت جلد پھلتی پھولتی ہے اور اس پھلتی پھولتی
برائی کو ہم نہیں روک سکتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ بے شمار حادثے رونما ہوتے اور
ہماری اس آبادی کیلئے دکھوں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی۔ یہ سب کچھ میں نے اسی
جذبے کے تحت کیا ہے' لیکن میرے دوستو! ان جذبوں کا بہت بڑا نقصان بھگتنا پڑ رہا
ہے مجھے۔ میری بیماری کی بنیاد یہی ہے۔ نردانہ مجھ پر انتقام کے سائے ڈال رہی ہے
اور میں ہر وقت اپنے چاروں طرف ناگوں کو لہراتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔ میں اب
تم لوگوں کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب میں سرداری کے قابل نہیں رہا ہوں۔ مجھے
گوشہ نشینی اختیار کرنے کا موقع دو اور اپنے لئے کوئی بہتر سردار منتخب کر لو۔ میں جو کام
نہیں کر پاتا اس سے چپٹے نہیں رہنا چاہتا۔ اسی لئے میں نے آج تم سب لوگوں کو
اپنے سامنے جمع کر لیا ہے۔'' بستی والے پہلے تو یہ سن کر دنگ رہ گئے۔ اس کے بعد وہ
اتنا چیخے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ وہ چیخنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ

ہمباریہ جیسے سردار کو نہیں چھوڑنا چاہتے۔

''میرے دوستو! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہاری محبت مجھے ہمیشہ ز
رکھے گی' لیکن ہمیں اس مشکل کا حل ضرور تلاش کرنا ہے۔ میں سیانوں کو دعوت د
ہوں کہ وہ کوئی تدبیر سوچیں' کچھ لوگوں نے کہا۔

''عظیم ہمباریہ! کچھ عرصے کے بعد سرداری آخر کار طارس کو ملے گی تو
کام ابھی کیوں نہ کرلیا جائے۔''

''آہ تم لوگ جانتے ہو کہ طارس ابھی چھوٹا ہے اور سرداری کا اسے ک
تجربہ نہیں ہے۔''

''نہیں بے شک وہ چھوٹا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ کتنا ذہین اور زیرک
ہے۔ اسے ضرور سردار بنا دیا جائے اور ہم میں سے ہر شخص سردار کی نگرانی کرے گا او
اسے ہر لمحہ اپنی مدد فراہم کرے گا۔''

''مگر میرے بھائیو!''

''نہیں سردار ہمباریہ! تمہاری بیماری کی وجہ سے ہم تمہیں یہ اجازت ضرو
دے دیتے ہیں کہ تم بذات خود سردار نہ رہو اور طارس کو سردار بنا دو' لیکن سرداری کس
اور خاندان میں جائے یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔''

''دیکھو میں تمہیں بتاؤں اس کے بہت سے مخالف بھی ہیں جو طارس کی
سرداری کی حیثیت کو پسند نہیں کریں گے۔''

''ہم اس مخالفت کو ختم کر دیں گے' اس مخالفت کا مقابلہ کریں گے سردا
ہمباریہ!''

''میرے دوستو......!''

''نہیں ہمباریہ! ہم نے تمہاری بات مان لی اب تمہیں بھی ہماری یہ بات
ماننا پڑے گی اور براہ کرم ہماری اس آواز کو بند نہ کرو۔''

''ٹھیک ہے اگر تم یہ چاہتے ہو تو میں خاموش ہو جاتا ہوں۔'' تمام لوگ خوشی
سے چیخنے لگے۔ اس کے بعد انتظامات کیے جانے لگے کہ طارس کو سردار بنا دیا جائے

ہر چند کہ ہمباریہ یہ نہیں چاہتا تھا لیکن لوگوں نے یہی فیصلہ کیا تھا اور جو کچھ انہوں نے
چاہا تھا اس پر عمل بھی کر ڈالا گیا۔ یعنی کچھ دن کے بعد طارس کو قبیلے کا سردار بنا دیا
گیا۔

طارس سردار بن چکا تھا' لیکن پہلی ہی رات اس پر بہت بھاری پڑ گئی۔ اس
وقت جب طارس تمام ہنگاموں سے تھک کر اپنی آرام گاہ میں پہنچا اور نیند اس کی
آنکھوں میں داخل ہونے لگی تو اس کی ماں کشکا نے اس کی پیشانی پر اپنی انگلیاں پھیر
کر اسے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا اور ماں ہمیشہ اپنے بیٹے کو ایسے ہی سلاتی تھی۔
جب طارس گہری نیند سو گیا تو وہ اپنے شوہر کے پاس پہنچی جو اب بھی بیماری سے تھکا
تھکا سا محسوس ہو رہا تھا' لیکن عام دنوں کی نسبت کسی قدر خوش نظر آ رہا تھا۔ دونوں
باتیں کرتے رہے۔ طارس کی سرداری کے بارے میں اور باپ کی آنکھوں میں محبت
کے چراغ روشن ہو گئے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم یقین کرو کشکا! مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری آدھی بیماری ختم ہو گئی
ہے۔ بے شک میرا جسم کمزور ہے' لیکن اپنے بیٹے کے سردار بن جانے کی خوشی نے
پھر مجھے توانا کر دیا ہے۔ آہ میری آنکھیں اپنے بیٹے کو سرداری کے منصب پر دیکھ رہی
ہیں اور میری آرزو ہے کہ وہ اپنی سرداری کے نظام کو بہتر طریقے سے چلائے۔''

''کیوں نہیں عظیم سردار! تو نے اپنی سرداری کے زمانے میں لوگوں کو ہمیشہ
خوش رکھا ہے اور ابھی تو ہی یہاں کا سردار ہے۔ یہ تو ایک مجبوری ہے کہ طارس کو
سرداری کا درجہ دینا پڑا' لیکن اچھا ہے جو کام اسے کل کرنا تھا وہ آج شروع ہو گیا۔
میری طرف سے مبارکباد قبول کر۔'' ہمباریہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے مسکرا
کر کہا۔

''آؤ ذرا دیکھیں تو سہی ہمارا سردار سوتے ہوئے کیسا لگتا ہے؟'' کشکا بھی
مسکرا دی اور دونوں دبے پاؤں طارس کی آرام گاہ کی طرف چل پڑے لیکن جب وہ
طارس کی آرام گاہ میں داخل ہوئے تو اچانک ہی ہمباریہ کے حلق سے ایک دلخراش چیخ
نکل گئی۔ طارس کے سرہانے ایک بہت ہی بڑا ناگ پھن پھیلائے بیٹھا ہوا تھا اور اس

کا ہولناک سایہ طارس پر پڑ رہا تھا۔ ہمباریہ کی دہشت زدہ چیخ نے کشکا کو بھی دہشت زدہ کر دیا۔ اس نے بیٹے کی شکل دیکھی' لیکن اس کے عقب میں اس کی نگاہ نہیں پڑی تھی جبکہ ہمباریہ کو وہی سب کچھ نظر آیا تھا۔ ہمباریہ دہشت زدہ انداز میں چیخا۔

''سانپ سانپ...... آہ سانپ...... اسے مارو اسے بھگاؤ...... اچانک ہی ہمباریہ نے دیکھا کہ سانپ ایک دم وہاں سے غائب ہو گیا ہے اور طارس اسی طرح گہری نیند سو رہا ہے۔ ہمباریہ نے کانپتے لہجے میں کہا۔

''دیکھو تو سہی ذرا' آہ! دیکھو تو سہی کہیں اس نے میرے بیٹے کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا دیا۔ کشکا پاگلوں کی طرح طارس کے قریب پہنچی اور اس کے پورے چہرے اور جسم کو دیکھنے لگی' پھر اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''دیوتاؤں کی مہربانی ہے کہ سانپ نے طارس کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ طارس میرے بیٹے اٹھ جاؤ' اٹھو اپنے باپ کو تسلی دو' اٹھ جاؤ' نیند تو بعد میں بھی آ جائے گی لیکن اس وقت ہمباریہ تمہارے لئے کس قدر بے چین ہے۔ اپنی نیند سے جاگو۔''

کشکا نے طارس کو جگا لینا مناسب سمجھا' لیکن اتنا ہنگامہ ہو گیا تھا۔ طارس اب بھی اسی طرح بے حس و حرکت تھا' جبکہ ہمباریہ کی زوردار چیخ اور اس کے بعد کے شور سے قبر میں سوتے ہوئے شخص کی آنکھ بھی کھل جائے' لیکن طارس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوئی وہ بدستور گہری نیند سو رہا تھا اور اس کی سانس آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ جیسے سوتے میں چلتی ہے' لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ اتنے شور کے باوجود اس کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ ادھر کشکا اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا رہی تھی' لیکن طارس کے اندر کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو رہی تھی۔ دونوں پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ادھر آس پاس موجود لوگوں نے چیخوں کی آوازیں سنیں تو صورتحال معلوم کرنے کیلئے اندر آ گئے' اور پھر یہ بات سب کی زبان تک پہنچ گئی کہ طارس زندہ ہے' لیکن مردوں کی مانند وہ گہری نیند سو رہا ہے اور جاگتا نہیں اور آنکھیں نہیں کھولتا۔ خیال یہ تھا کہ کوئی ایسی بات ہو گئی ہے جس نے طارس کی نیند اتنی گہری کر دی ہے۔

رات گزر گئی پھر سورج نکل آیا' سورج بھی گزر گیا' لیکن طارس کے جسم میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ اس کی سانسوں کی آمد و رفت بدستور تھی' لیکن آنکھیں بند تھیں اور دیکھنے والے دیکھتے تھے کہ وہ جیسے اطمینان کی گہری نیند سو رہا ہے کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وید' حکیم' وچ ڈاکٹر سب جمع ہو گئے' لیکن طارس کی نیند نہ ٹوٹی اور گزرتا وقت اس کے چہرے پر نقاہت پیدا کرنے لگا' کیونکہ اس کے جسم میں غذا یا پانی کا کوئی ذرہ نہیں جا رہا تھا اور اب حکیم اسے دیکھ کر تشویش سے کہہ رہے تھے۔

''اگر اس کی نیند نہ ٹوٹی اور یہ اسی طرح بھوکا پیاسا رہا تو عالم بے ہوشی میں مر جائے گا۔''

''طارس کو سردار بنے ہوئے کچھ لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ اس پر موت کی نیند طاری ہو گئی تھی اور ہمباریہ شدت غم سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس کی بیوی کشکا بھی پاگلوں کی طرح سر پیٹتی رہی تھی اور پھر بے ہوش ہو گئی تھی' پھر وہ بھی ایسی بے ہوش ہوئی کہ اسے بھی ہوش نہ آیا۔ اس طرح ہمباریہ کا ہنستا بستا گھر مصیبتوں کی آغوش میں جا سویا۔ کشکا تو خیر کچھ دن کے بعد ہوش میں آ گئی تھی' لیکن طارس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ ہمباریہ ایک ایک سے کہتا پھر رہا تھا۔

''آہ! مجھے سرداری نہیں چاہئے۔ میں نے تو یہ سب کچھ تمہارے لئے کیا تھا۔ بستی والو! مجھے بتاؤ میرا گھر کیوں برباد ہو گیا؟ میں کیوں لٹ گیا؟ مجھے بتاؤ وہ زہریلی ناگن میرے بیٹے کو کھا گئی۔ میں نے اسے اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ میرے بچے پر اپنا سحر پھونک گئی۔ اب میں کیا کروں۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟''

لیکن بستی والے بھلا کیا جواب دے سکتے تھے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ پوری بستی پر غم کی تاریکیاں چھا گئی تھیں۔ یوں دن کے تعاقب میں رات اور رات کے تعاقب میں دن آتے جاتے رہے۔ ہمباریہ کے اکلوتے بیٹے کی نیند نہ ٹوٹی۔ اس کے چہرے پر موت کی پرچھائیاں رقص کرتی رہیں۔ تب ہمباریہ نے اپنی بیوی سے کہا۔

''کشکا ! بستی والے ہمارے درد کی دوا کیا کر سکیں گے' بے شک ہم
سے کہیں گے کہ جان دے دو تو وہ ہمارے لئے جان دے سکتے ہیں' لیکن جو کام
کے بس میں نہ ہو وہ بھلا کیسے کریں گے۔ اب تو صرف ایک ہی صورت رہ جاتی
اور میرا خیال ہے میں اس پر عمل کروں۔'' کشکا نے نگاہیں اٹھا کر اپنے مغموم شوہر
دیکھا اور بولی۔

''ہم کیا کر سکتے ہیں ہمباریہ؟''

''طارس کو لے کر بستی سے نکل جاتے ہیں۔ ویسے بھی اب اس بستی میں
ہمارا کیا کام؟ میں تو ناکارہ ہو کر رہ گیا ہوں۔ ایسی زندگی سے کیا فائدہ جس میں ایک
جوان بیٹا میری نگاہوں کے سامنے زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہو اور میں بے بس
سے بیٹھا اسے دیکھتا رہوں۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں نے نردانہ کے
ساتھ زیادتی کی تھی' لیکن میں کیا کرتا وہ زیادتی بستی والوں کی بھلائی کیلئے تھی اور اس
نے مجھے ان سب کے بدلے میں سزا کا مستوجب قرار دیا' لیکن ظاہر ہے کسی کا قصور
نہیں کہا جا سکتا' ہاں اگر نردانہ ہمیں مل جائے اور ہم اس سے معافی مانگیں تو شاید
طارس کی زندگی بچا سکیں۔''

''تم نردانہ سے معافی مانگو گے؟''

''ہاں......''

''مگر وہ ہمیں کہاں ملے گی؟''

''ہم لانا کے کنارے کنارے سفر کریں گے' ہو سکتا ہے اس نے دریائے لانا
کے دور دراز گوشوں کو اپنایا ہو۔ ایسے گوشے جہاں انسانی قدم نہ پہنچتے ہوں گے اور اگر
ایسا ہوا تو میں دریائے لانا کے اس آخری سرے تک پہنچنے کی کوشش کروں گا جہاں وہ
زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا ہے اور بوڑھے خومان نے یہی تو کہا تھا اور خومان
سے بہتر بھلا اس بارے میں اور کون جان سکتا تھا؟ وہ نردانہ ہی کی نسل کا باشندہ تھا۔
ہم سفر کریں گے کشکا اور اپنی تقدیر کا فیصلہ ہونے کا انتظار کریں گے۔ کشکا خاموشی
سے اپنے شوہر کو دیکھتی رہی تو ہمباریہ نے کہا۔

''اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے میرے پاس اور میں یہ بھی کہتا
ہوں تجھ سے اگر تو میرا ساتھ نہ دے سکے تو۔'' کشکا نے اپنے شوہر کے ہونٹوں پر
ہاتھ رکھ دیا اور روتے ہوئے بولی۔

''بھلا میرے لئے اس زندگی میں کیا رکھا ہے ہمباریہ! لیکن کیا بستی والے
ہمیں جانے دیں گے؟''

''میں ان سے ہاتھ جوڑ کر کہوں گا کہ میں اب ان کے قابل نہیں رہا۔ وہ
میری مدد کریں اور مجھے یہاں سے جانے دیں۔'' ہمباریہ نے رو رو کر بستی والوں سے
یہ بات کہی تو چاروں طرف سے رونے کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ بستی کے ہر نوجوان
اور صاحب دل نے کہا کہ وہ ہمباریہ کے ساتھ دریائے لانا کے آخری سرے تک سفر
کرے گا' لیکن ہمباریہ نے ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں میرے پیارے بچو! میرے دوستو! میرے بھائیو! تمہاری اپنی زندگی
تمہاری اپنی ہے۔ تمہاری ان محبتوں کا شکریہ۔ میں مصیبتوں کا شکار ہوں۔ مجھے تنہا ہی
جانے دو۔ یہ تمہارا اپنے سردار پر احسان ہو گا۔''

اور جب ہمباریہ نے بہت زیادہ منت خوشامد کی تو وہ سب گردنیں جھکا کر
خاموش ہو گئے۔ البتہ ہمباریہ کے رخصت ہونے کا منظر بڑا دلدوز تھا۔ اس نے اپنے
ساتھ بہت مختصر سامان لیا تھا۔ کلہاڑی' بندوق' خنجر' گھوڑے اور اس کے علاوہ تھوڑا سا
کھانے پینے کا سامان جو گھوڑوں پر بار کر دیا گیا تھا۔ ایک گھوڑے پر اس نے بڑی
احتیاط سے اپنے بیمار بیٹے کو بٹھایا اور خود اس کی پشت کو اپنے سینے سے لگا کر اسے
اپنے گھوڑے پر سنبھال لیا۔ دوسرے گھوڑے پر اس کی بیوی کشکا اپنی بندوق سنبھال
کر بیٹھ گئی اور اس طرح ہمباریہ اپنی بے سر و سامانی کے عالم میں ایک نامعلوم سفر پر
روانہ ہو گیا اور بستی والوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی' لیکن آہستہ
آہستہ بستی کا آخری نقش بھی ہمباریہ کی نگاہوں سے دور ہو گیا۔ بس وہ اپنے بیمار بیٹے
کو سینے سے لگائے آہستہ آہستہ لانا کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں سے وہ اس کے

کنارے کنارے سفر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

پھر یہ سفر اس وقت شروع ہوا جب سورج نے سر بھی نہیں ابھارا تھا اور اس وقت تک جاری رہا جب تک سورج سر پر چمکتا رہا۔ اس طویل سفر سے ہمباریہ خود بھی تھک گیا تھا۔ ویسے بھی وہ خود بھی بیمار تھا اور اس کی بیماری نے اسے مزید بدحال کر دیا تھا' لیکن اس کی بیوی کشکا نے بڑی ہمت سے ساری صورتحال سنبھالی ہوئی تھی۔ ہاں جب آگے کے سفر کی ہمت باقی نہ رہی تو ہمباریہ نے کشکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہمیں بائیں سمت چلنا ہو گا ادھر ترائیوں میں جو جگہ نظر آ رہی ہے وہ سرسبز و شاداب ہے اور یقینی طور پر ہمارے لئے کچھ وقت گزارنے کا پرسکون سامان فراہم کرے گی۔ کیا تو مجھ سے اتفاق کرتی ہے؟'' کشکا نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں ہمباریہ! جو تیرا فیصلہ ہے وہی میرا ہے۔'' ہمباریہ نے گھوڑوں کا رخ تبدیل کیا اور وہ بائیں سمت کے نشیب میں چل پڑے' پھر وہ اس سرسبز و شاداب خطے میں پہنچے جہاں درخت لہلہا رہے تھے اور گھاس کی بھرمار تھی۔ زمین سرسبز و شاداب تھی اور پانی دریائے لانا سے ایک شاخ کی شکل میں پھوٹ کر ایک جھیل کی شکل اختیار کر گیا تھا اور یہ واقعی بے حد حسین جگہ تھی۔ یہاں بے حد سکون محسوس ہوتا تھا۔ ہمباریہ نے بڑی احتیاط سے طارس کے بے ہوش بدن کو اتار کر گھاس پر لٹایا اور کشکا بیٹے پر نثار ہونے لگی۔ ہمباریہ گھوڑوں سے سامان اتارنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس کا تھکا ہوا جسم بری طرح نڈھال ہو رہا تھا' لیکن اسے یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا۔ گھوڑے سرسبز گھاس پر ٹوٹ پڑے اور ہمباریہ بیوی کے نزدیک سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ یہ جگہ نہایت پرسکون تھی اور یہاں سے کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ سورج کا سفر آخری منزل طے کرنے لگا۔ دونوں میاں بیوی نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ ان کی نگاہیں تو اپنے بیمار بیٹے پر جمی ہوئی تھیں جو زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار تھا۔ پتہ نہیں اس کی نیند کبھی ختم ہو گی یا نہیں۔ بہت ہی برا وقت گزر رہا تھا ان دونوں پر۔ پھر نجانے کتنی دیر گزری کہ انہیں کہیں دور سے ہلکی ہلکی سی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی مدھم

آواز میں گا رہا تھا' ایک بے ہنگم اور بے سری سی آواز فضا میں ابھر رہی تھی اور گھنگروؤں جیسی جھنکار بھی سنائی دے رہی تھی۔ دونوں نے حیران ہو کر اس طرف دیکھا اور جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ شاید ایسا تھا جس پر انہیں کبھی یقین نہ آئے۔

وہ ایک بوڑھا شخص تھا جس کے بدن پر لباس نام کی کچھ دھجیاں بندھی ہوئی تھیں۔ سفید بال بکھرے ہوئے تھے اور اس کی حالت دیوانوں جیسی لگتی تھی۔ وہ اچھل رہا اور ناچ رہا تھا اور اس کے پیروں میں گھنگرو بندھے ہوئے تھے۔ وہ اسی طرح یہاں ناچتا رہا اور پھر ان کی جانب دوڑ پڑا' کچھ ہی لمحوں میں وہ ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس کا جسم لاغر تھا' لیکن آنکھوں کی چمک ناقابل یقین سی تھی۔ ان کے قریب پہنچ کر اس نے غور سے طارس کو دیکھا اور پھر بولا۔

''آسمان سفید ہے زمین سرخ' ماں ہے باپ ہے بیٹا ہے اے بیوقوف سردار! مجھے کیا بتاتا ہے۔ لمبی کہانی ہے اور وقت نزدیک۔ میں تو تیرا انتظار کر رہا تھا۔ آ گیا نا تو آ گیا اور اسے ساتھ لے آیا ہے چل اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا سکتا ہے نا اسے۔''

بوڑھے کی باتوں میں جنون تھا لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمباریہ کے بدن میں اس قدر قوت نہیں تھی کہ وہ بیٹے کو اٹھا سکے لیکن اندر کی قوتیں کام کر رہی تھیں۔ باپ کے دل کی لگن زندہ تھی اس نے طارس کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور بوڑھا اپنے گھنگرو بجاتا ہوا ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ وہ انہیں لئے ہوئے ایک ٹیلے کے عقب میں پہنچ گیا۔ دور سے سرسبز و شاداب گھاس کا ٹیلہ نظر آتا تھا لیکن اس کا دوسرا حصہ کھوکھلا تھا اور اس میں ایک غار بنا ہوا تھا جس کا فرش شفاف تھا۔ بوڑھے نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اسے یہاں لٹا دے اور جا ان درختوں کے پتے توڑ لا۔ وہ دیکھ وہ تین درخت تیرے انتظار میں قطار میں کھڑے ہوئے ہیں۔ جتنے پتے توڑ کر لا سکتا ہے توڑ لا۔ تجھے پھر ان کے پتے حاصل کرنا ہوں گے۔ محنت کرنا پڑتی ہے نا کہانی بہت لمبی

ہے' لیکن اس لمبی کہانی میں وقت تیرا ساتھ دے گا جا جلدی کر اور عورت! تو میرے
کھانے پینے کیلئے کچھ بندوبست کر میں بھوکا ہوں۔ ارے جا احمق سردار تو کھڑا میرا
منہ کیا دیکھ رہا ہے۔ کیا میری باتوں کو جھوٹ سمجھتا ہے؟ جا ان درختوں کے پتے توڑ کر
لا......'' اور مجبوراً ہمباریہ کو وہاں تک جانا پڑا۔ بوڑھا شخص دیوانہ ضرور لگ رہا تھا' لیکن
جو باتیں وہ کر رہا تھا وہ سمجھ میں آنے والی تھیں۔ درختوں کے پتوں کا انبار لے کر
ہمباریہ جب غار کے نزدیک پہنچا تو کشکا بوڑھے کو کھانے کیلئے اشیاء پیش کر چکی تھی
اور وہ بڑے مزے سے کھا رہا تھا۔ اس نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔

''ان پتوں کو زمین پر بچھا دے اور ان پر اپنے بیٹے کو لٹا دے۔ اس کے
بعد باقی پتوں سے اس کا بدن ڈھک دے اور سمجھ رہا ہے نا تو احمق اس کے جسم میں
غذا نہیں جا رہی لیکن اب یہ پتے اس کے جسم کو غذا دیں گے۔ باہر کی غذا اس کے
سینے میں نہیں اتر سکے گی۔ راستے بند کر دیئے ہیں لیکن درختوں کی جڑ پتوں کو نمی دیتی
ہے نا۔ اس وقت یہ درختوں کی جڑ ہے اور یہ پتے اس کی غذا۔ کہانی بہت لمبی ہے اور
اس لمبی کہانی میں جس وقت وہ دونوں شامل ہو جائیں گے تو کہانی مکمل ہو جائے گی
اور انتظار کرنا پڑے گا تجھے ان دونوں کا...... شامان اور روبا...... وہ آئیں گے اور ضرور
آئیں گے۔ وقت یہی کہتا ہے۔ ابے بیوقوف! میری شکل دیکھ رہا ہے تو پاگل ہے۔
لوگ مجھے پاگل کہتے ہیں مگر تو پاگل ہے۔'' بوڑھا ہنسنے لگا' لیکن اس نے جو الفاظ کہے
تھے وہ قابل غور تھے اور سمجھ میں آنے والے بھی۔ ہمباریہ نے پتے جلدی جلدی نیچے
پھیلائے اور طارس کو ان پر لٹا دیا۔ اس کے بعد اس نے بیٹے کو ان پتوں سے ڈھک
دیا۔ اس کا دل رو رہا تھا' لیکن مرتا کیا نہ کرتا' اس وقت اسے اسی پاگل دیوانے پر
اعتبار کرنا تھا جو خود عقل سے عاری تھا۔ اس نے کہا۔

''اور اب میں جا رہا ہوں واپس نہیں آؤں گا' لیکن درختوں کے یہ پتے
تیرے معاون ہوں گے اور یہ پتے کبھی کم نہ ہوں گے۔ اس کے نیچے سے پتے نہ
نکالنا' لیکن اوپری جسم پتوں سے ڈھکتے رہنا۔ اچھا تو میں جا رہا ہوں اور تجھے انتظار

کرنا ہو گا۔ ان دونوں کا جن کے نام میں نے تجھے بتائے۔ تجھ یاد ہے نا۔ ان میں
سے ایک کا نام شامان اور دوسرے کا روبا ہے۔ آرام کر' تو بھی کچھ کھا پی لے ورنہ مر
جائے گا۔ جینا ہے تجھے کہانی بہت لمبی ہے۔ بوڑھا کھڑے ہو کر پھر رقص کرنے لگا اور
اسی طرح چھنچھناتا ہوا ان کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ دونوں میاں بیوی ایک
دوسرے کی صورت دیکھتے رہے پھر ہمباریہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ کشکا بھی سسکنے
لگی تھی۔ دونوں پر بہت برا وقت آ پڑا' لیکن کیا کیا جاتا کہانی بہت لمبی تھی۔ بقول اس
بوڑھے کے اور وہ غور کر رہے تھے اس بات پر کون ہیں جو ان کی مدد کرنے والے
ہیں؟ کون ہوں گے جو ان کے مددگار ہوں گے؟

☆......☆......☆

بستی سوہا کی مانگ اجڑ چکی تھی۔ ویسے تو سردار پوری آبادیوں کے لیے
قابل توجہ اور آبادیوں کا چہیتا ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اپنی بستی میں رہنے والوں کے لیے
ایک اچھا انسان بھی ثابت ہو' لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سردار ایک باپ کا درجہ
اختیار کر جائے اور بستی میں رہنے والے اس پر اتنا اعتبار کریں جتنا اپنے ماں باپ پر
نہ کرتے ہوں۔ ایسا ہی ہمباریہ کے ساتھ تھا۔ سوہا بستی کے لوگ اسی لیے ہمباریہ کو
نہیں بھلا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ہمباریہ کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ ایسی غمناک
بات تھی کہ کوئی بھی اسے نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ ہمباریہ کا اپنا تو کوئی
قصور ہی نہیں تھا۔ بستی کا ایک عاقبت نا اندیش' ایک بلا کو اپنے ساتھ بستی میں لے آیا
اور اس بلا نے بستی کے نوجوانوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ہمباریہ
نے ایک سردار کی حیثیت سے اپنے فرائض پورے کیے اور اس طرح وہ ایک مصیبت کا
شکار ہو گیا۔ طارس کو سردار بنایا گیا' لیکن وہ بیچارہ ایک دن بھی سرداری نہ کر سکا۔
بہرطور بستی کے لوگ بہت غمزدہ تھے ہر طرف ہمباریہ کی کہانیاں گردش کرتی
رہتی تھیں۔ وہ نوجوان بھی اب شرمندہ تھے جنہوں نے اس خوفناک ناگن کی ہم نشینی
اختیار کی تھی اور اس کی وجہ سے اپنی بستی کے سردار کے لیے مصیبت بن گئے تھے۔
وقت گزرتا رہا لوگ ہمباریہ کو بھلانے کی کوششیں کرتے رہے' لیکن ہمباریہ کو بھلانا کوئی
آسان کام نہیں تھا۔ البتہ یہ بات بڑی سنجیدگی سے سوچی جا رہی تھی کہ بستی کو اب نیا
سردار کون سا دیا جائے کیونکہ سردار کے بغیر بستیاں بے تاج کی بستیاں کہلاتی ہیں اور
وہاں کوئی بھی بڑی برائی جنم لے سکتی ہے۔ اس بات کو سب ہی جانتے تھے' بہت سے
نام پیش کیے گئے یہ سب بہت بڑے لوگ تھے اور بستی کے معتبر مانے جاتے تھے' لیکن

جب ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی تو خود ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
راده نے کہا۔
"ہمباریہ کو اتنی آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ہم میں سے کوئی
سرداری کے قابل نہیں ہے۔ افسوس ہم یہ منصب قبول نہیں کر سکتے کیونکہ اگر ہم
ہمباریہ کے تخت پر بیٹھیں گے تو وہ ہمیں لمحہ بہ لمحہ یاد آئے گا اور ہم اپنا سرداری کا
منصب ادا نہیں کر پائیں گے۔ وہ تو بہت ہی بڑا انسان تھا۔ اس جیسا انسان اگر مل
سکے تو اسے سردار بنا دو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" لیکن ہم میں سے کوئی اس قابل
نہیں ہے۔ تمام بڑے اور سرداری کے قابل لوگوں نے اس عہدے کو قبول کرنے سے
انکار کر دیا ہے۔ بستی کے بزرگوں کے لیے بڑی پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے
کہا۔
"لیکن کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔ کسی نہ کسی کو تو سوہا کا سردار بننا ہی
پڑے گا۔ بات بڑی عجیب ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم مظلوم ہمباریہ
کو فراموش نہیں کر سکتے۔ جس نے ہمارے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اب نجانے
کہاں بھٹک رہا ہو گا۔"
"آہ کاش ہم اس کی مدد کر سکتے۔"
"ہم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور اس کا ہمیں انتہائی دکھ ہے' لیکن ہم
اس کے تخت پر قبضہ بھی نہیں کر سکتے۔ آہ۔ ایک خواب تو دیکھ سکتے ہیں ہم' کہ شاید کبھی
ایسا ہو جائے کہ وہ واپس آئے اور اپنی یہ جگہ سنبھال لے۔" جب لوگ حد سے زیادہ
جذباتی ہو گئے تو بزرگوں میں سے ایک نے کہا "اگر تم پسند کرو تو میرے ذہن میں
ایک تجویز ہے۔"
"کیا۔ معزز بزرگ۔"
ہمباریہ کے تخت کو اسی طرح خالی رہنے دیا جائے اور جب سرداری کا اجلاس
ہو تو اس تخت پر ہمباریہ کی تلوار اور اس کی ٹوپی رکھ دی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی
کچھ ایسے الفاظ منتخب کر لیے جائیں جو ہمباریہ کے نام پر سرداری کے فرائض پورے

کریں۔ یہ تجویز انوکھی' لیکن قابلِ غور تھی اور کم از کم اس سے بہتر تھی کہ تخت
رہے کیونکہ قبیلوں کے دستور کے مطابق خالی گدی پر کوئی بھی قبضہ کر سکتا ہے اور جو شخص
بھی طاقتور ہو وہ اس مسند کو حاصل کر سکتا ہے جبکہ بستی کے طاقتور لوگ اس کے لیے
تیار نہیں تھے۔ ہاں اگر یہ طریقہ کار اختیار ہوجائے تو سوہا میں ہمباریہ کے نام پر
حکومت جاری رہے۔ لوگوں نے یہ فیصلہ ایک دم منظور کر لیا تھا اور پھر اس کے لیے
تیاریاں شروع ہوگئیں۔

پوری بستی کو جمع کر کے ہمباریہ کا تخت بچھایا گیا اور اس پر اس کی پگڑی اور
کلہاڑی رکھ دی گئی۔ پانچ بڑے اور ذہین لوگوں نے فیصلوں کا حق سنبھال لیا۔ یہ اس
بستی میں ایک نئی روایت کا آغاز ہوا اور اس کے تحت سرداری کے معاملات طے ہونے
لگے۔ پانچ افراد کسی بھی مشکل مرحلے پر فیصلے کیا کرتے تھے اور اس طرح ہمباریہ کا نام
اس بستی میں زندہ جاوید ہوگیا۔ وقت بیتتا رہا' ہمباریہ اب صرف ایک داستان بن گیا
اور یہ داستان شاید لوگوں کے ذہن سے محو بھی ہو جاتی کیونکہ وقت کی ایک خوبی ہے
لمحوں میں تصورات اڑا لے جاتا ہے۔ اگر ہمباریہ کے نام سے سرداری کا یہ انوکھا
سلسلہ جاری نہ ہوتا اور کوئی سرداری کا منصب سنبھال لیتا تو پھر ایسا ہی ہوتا' لیکن
ہمباریہ کی کہانیاں بستی میں اب بھی دوہرائی جاتی تھیں۔ اس کے بارے میں اب یہ
تصور البتہ قائم کر لیا گیا تھا کہ اب وہ زندہ نہیں ہوگا۔ اگر وہ زندہ ہوتا اور اس کی
مشکل کا حل نکل آیا ہوتا تو وہ یقیناً بستی سوہا واپس آتا۔

یوں وقت گزرتا رہا اور ہمباریہ کی کہانی سوہا بستی میں اسی طرح جاری رہی۔
ایثار اور محبت کی ایسی داستانیں آسانی سے ختم نہیں ہوتیں البتہ برائی ہر جگہ موجود ہوتی
ہے اور یہ داستان تبوریہ نے سنی۔ تبوریہ کی کہانی اپنے طور پر الگ سے تھی۔ اس
پراسرار دنیا میں ایک بدترین انسان کی حیثیت سے وہ جگہ جگہ مشہور ہوگیا تھا اور اس
کے گروہ کے لوگ بہت سی ایسی بری عادتوں کے شکار تھے جو قبیلوں کے لیے ناقابل
قبول اور تکلیف دہ تھیں۔ چنانچہ تبوریہ نے یہ کیا کہ کسی ایک قبیلے میں نہ رہتا اور قبیلے
بدلتا رہتا تھا۔ اس کے شناساؤں میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ جن دنوں کی بات ہے

وہ اتفاق سے بالکل تنہا رہ گیا تھا۔ اس کا گروہ منتشر ہوگیا تھا اور اس تنہائی کے عالم
میں اس نے ایک نئے قبیلے کا رخ کیا تھا' لیکن اس قبیلے کے ایک خطرناک شخص
منردانہ سے اس کا تصادم ہو گیا اور منردانہ نے تبوریہ کو شکست دی۔ تبوریہ بدترین
شکست سے دوچار ہوا تھا۔ اس نے منردانہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو
اسے پتہ چلا کہ منردانہ دو افراد کا ایک جاندار مرکب ہے اور ان دو افراد کی قوت
پراسرار طور پر اس کے وجود میں شامل ہے جس میں سے ایک کا نام شامان اور دوسرے
کا روبا تھا۔ اصل کھیل نردانہ کا نہیں تھا بلکہ شامان اور روبا کا تھا۔

بہرحال وقت گزرتا رہا اور پھر ایک بار اسے موقع مل گیا تو اس نے تنہائی
میں منردانہ کا سر اس کے شانوں سے اتار کر پھینک دیا اور فرار ہوگیا' لیکن نردانہ چھ
بیٹوں کا باپ تھا اور چھ بیٹے باپ کی موت کا انتقام لیے بغیر سکون سے نہیں بیٹھ سکتے
تھے۔ تبوریہ تو یہ کارنامہ سرانجام دینے کے بعد فرار ہوگیا' لیکن منردانہ کے چھ بیٹے اس
کی زندگی کے گاہک بنے ہوئے تھے اور چپے چپے پر اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔
تبوریہ جانتا تھا کہ وہ لڑکے اپنے باپ کی موت کے بعد اس بات کو نظرانداز کر دیں
گے کہ ان کی اپنی زندگی کیا ہے اور تبوریہ کی تلاش میں وہ دن رات ختم کر دیں گے'
لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ تن تنہا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور یہی ہوا آخر کار ایک جگہ
ویرانے میں منردانہ کے دو بیٹوں نے اسے دیکھ لیا اور اس کی زندگی کے درپے ہو
گئے۔ تبوریہ نے بہت دیر تک ان کا مقابلہ کیا پھر جب وہ ان کی گولی سے زخمی ہوگیا تو
اس نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔ انتہائی زخمی حالت میں
گھوڑے کی پشت پر لدا ہوا بستی سوہا میں داخل ہوا تھا۔

اس نے منردانہ کے بیٹوں کو اتنا پیچھے چھوڑ دیا تھا کہ اب اسے خطرہ نہیں تھا
کہ منردانہ کے بیٹے اس تک پہنچ جائیں گے۔ تبوریہ کو درحقیقت اپنے بھتیجے سخارہ کی
تلاش تھی اور برائی کسی ایک انسان تک محدود نہیں رہتی بلکہ بعض لوگ خاندانی طور پر
برے ہوتے ہیں۔ تبوریہ کا بھتیجا سخارہ بھی ایک گندا خون تھا۔ سخارہ کا باپ مر چکا تھا
اور اس نے تبوریہ کی تربیت میں پناہ حاصل کی تھی اور تبوریہ ہی نے اس کی تربیت کی

تھی۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا۔ جتنی برائیاں تبوریہ کے اپنے جسم میں تھیں وہ ساری اس نے
سخارہ میں منتقل کر دی تھیں۔ چنانچہ سخارہ برائیوں کے راستے میں اتنی دور نکل گیا تھا کہ
وہ باقاعدہ ڈاکے ڈالنے لگا تھا۔ اس کا گروہ بیس افراد پر مشتمل تھا۔ جن کے پاس
بہترین ہتھیار تھے۔ بہرحال یہ بات طے تھی کہ منردانہ سے دشمنی چلنے کے بعد تبوریہ
نے یہی سوچا تھا کہ پہاڑوں میں گھوم پھر کر سخارہ کو تلاش کرے اور اس کے بعد
منردانہ کے بیٹوں سے نمٹ لے' لیکن وقت نے اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہونے
دی تھی اور آخر کار وہ زخمی ہو گیا تھا۔

ادھر سوہا کے نیک دل لوگوں نے صرف یہ سوچا تھا کہ ایک زخمی ان کی پناہ
میں آیا ہے تو اس کی مدد کی جائے۔ چنانچہ وہ اس کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئے
اور اس طرح تبوریہ کو یہاں ایک نئی زندگی ملی' لیکن اس نے اپنا نام یہاں تبوریہ نہیں
بتایا تھا اور ایک بدلے ہوئے نام سے وہ ان لوگوں کے سامنے روشناس ہوا تھا تاکہ
اس کی شخصیت تاریکی میں رہے۔ بہرحال وہ شر کا بیوپار کرنے کے لیے اور برائیوں کو
پھیلانے کے لیے بستی سوہا میں داخل ہو گیا تھا۔ اسے سب سے زیادہ خوف ان دو
افراد کا تھا جن میں سے ایک کا نام شامان اور دوسرے کا روبا بتایا گیا تھا۔ نجانے کیوں
یہ دو نام اس کے خوابوں میں گردش کرتے رہتے تھے۔ جب بھی یہ دونوں نام اس کے
سامنے آتے اس پر خوف کا ایک عجیب سا احساس طاری ہو جاتا تھا۔ بہرحال سوہا بستی
والوں نے اس کی اتنی خدمت کی کہ وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

اس نے بستی والوں کو ایک ایسی کہانی سنائی جو اس کے لیے بستی والوں کی
ہمدردی حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔ چنانچہ اسے یہاں رہنے کے لیے تھوڑی
سی جگہ دے دی گئی۔ تبوریہ نے سوچا تھا کہ ذرا وقت گزر جانے دے' حالات بہتر
ہو جانے دے اس کے بعد اپنے بھتیجے سخارہ کو تلاش کرے گا اور اپنے اس مقصد کی
تکمیل کر لے گا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ منردانہ کے چھ بیٹوں میں سے ایک کو بھی
زندہ نہیں چھوڑے گا' لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کے لیے قوت کا حصول بے حد ضروری
ہے۔ بہرحال وہ سوہا میں وقت گزارتا رہا اور یہیں اسے سوہا کے انوکھے سردار ہمبارہ

کی کہانی سننے کو ملی۔ ایک انوکھی کہانی جو صرف اب ایک داستان بن چکی تھی' لیکن
تبوریہ کے شیطانی ذہن کے لیے یہ داستان بڑی دلکش تھی اور اس کا ذہن اس داستان
کو سننے کے بعد ایک عظیم منصوبے کی ترتیب میں مصروف ہو گیا تھا۔

اسے یہ علم ہو گیا تھا کہ سرداری کی مسند خالی ہے اور اس تخت پر کوئی بھی
طاقتور آدمی قبضہ کر سکتا ہے اور یہ طاقتور آدمی اس کے بھتیجے خارہ کے علاوہ اور کون ہو
سکتا تھا۔ چنانچہ ایک صبح جب سورج نہیں نکلا تھا اور بستی کے لوگوں میں زندگی کے
آثار نہیں نمودار ہوئے تھے۔ تبوریہ خاموشی سے اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر وہاں سے نکل
گیا۔ منردانہ کے بیٹے بھی شاید اس کی تلاش سے مایوس ہو چکے تھے کیونکہ اب وہ آس
پاس کہیں نظر نہیں آتے تھے۔ تبوریہ پہاڑیوں میں بھٹکنے لگا۔ وہ اپنی تمام تر ذہانتوں
سے کام لے کر ایسی جگہوں کا رخ کر رہا تھا جہاں سخارہ کے مل جانے کے امکانات
تھے۔ آخر کار اس نے سخارہ کا پتا لگا لیا۔ جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں لاتعداد غار
بکھرے ہوئے تھے اور یہ جگہ اس کے اندازے کے مطابق سخارہ کا مسکن تھی۔ تو سخارہ
کے آدمیوں نے اسے گھیر لیا اور بندوقوں کی زد پر رکھ لیا' لیکن تبوریہ جانتا تھا کہ یہ
سخارہ کے آدمی ہیں۔ چنانچہ وہ بالکل نہ گھبرایا اور یہی ہوا سخارہ کے آدمی اسے گھیر کر
سخارہ کے سامنے لے گئے اور جب نوجوان بھتیجے نے ادھیڑ عمر چچا کے چہرے کو پہچان
لیا اور اس کے گلے آ لگا تو ان سب لوگوں کے سر احترام سے جھک گئے۔ تبوریہ نے
سخارہ کو دیکھتے ہوئے کہا:

"سخارہ! احمق' بیوقوف' کیا میں نے زندگی بھر تجھے یہی تربیت دی تھی کہ تو
ساری زندگی یونہی پہاڑوں میں گزار دے" جواب میں سخارہ ہنس پڑا اور بولا

"تم نے مجھے یہ تربیت دی تھی کہ انسان کو اتنا دولت مند ہونا چاہیئے کہ سب
اس کے خزانوں کے آگے سر جھکائیں۔ کیا تم میرے خزانوں کو دیکھنا پسند کرو گے عظیم
چچا۔" جواب میں تبوریہ مسکرا دیا اور بولا

"بیوقوف لڑکے کیا اس کے بعد کے الفاظ تجھے یاد نہیں ہیں۔ کہ میں نے تجھ
سے کیا کہا تھا۔"

''ہاں ہاں' اس کے بعد کے لیے بھی تم نے کچھ کہا تھا عظیم چچا!'' سخارہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میں نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ جب دولت کے انبار اکٹھے ہو جائیں اور انسان ان پر چل سکے تو پھر اسے زمین پر سب سے بڑی حکمرانی حاصل ہونی چاہئے۔ سب سے بڑی حکمرانی جو ان خزانوں سے بڑا خزانہ ہوتی ہے۔ کیا سمجھا بیوقوف لڑکے۔ تو صرف بیس آدمیوں پر حکمرانی کرتا ہے اور بے شمار قبیلے تیری دشمنی پر آمادہ ہیں۔ کیا تو ان بیس آدمیوں سے کسی ایک قبیلے پر حملہ کر سکتا ہے۔ جو تجھے مٹانے کا ارادہ رکھتا ہو۔'' سخارہ سوچتا رہا پھر بولا

''نہیں چچا یہ تو نہیں ہو سکتا۔''

''کیا تو نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ تیرے پاس ایک اتنا بڑا گروہ ہو جس کے ذریعے تو اپنے ہر دشمن کو نیچا دکھا دے۔''

''میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے یہ بات کبھی نہیں سوچی چچا!''

''تو پھر اب سوچ بھتیجے۔''

''مگر چچا میرے سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے میں اتنا بڑا گروہ نہیں جمع کر سکتا۔''

''آہ۔ تیرے چچا نے تجھے سب کچھ سکھایا مگر تو نے کبھی مجھ سے اس بارے میں مشورہ کیا۔''

''ہاں۔ اس بات کا مجھے اعتراف ہے' لیکن آج تم میرے سامنے ہو عظیم چچا! مجھے بتاؤ کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔''

''کسی قبیلے کی سرداری کر کے۔'' تبوریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا قبیلوں کی سرداری کہیں بٹ رہی ہے چچا! جو آسانی سے حاصل ہو جائے یا وہ کہیں بک رہی ہے۔''

''یہ کام بھی تیرا چچا ہی کر سکتا ہے۔'' تبوریہ نے سینہ تان کر کہا۔

''بھلا وہ کیسے۔'' سخارہ دلچسپی سے بولا اور تبوریہ پرخیال انداز میں گردن

ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا اس وقت میں بستی سوہا سوا ستیا سے آ رہا ہوں اور ان علاقوں میں ایسے احمقوں کی کمی نہیں ہے جو عجیب و غریب کہانیاں جنم دیتے ہیں۔ بستی سوہا میں بھی آج کل ایسی ہی ایک دلچسپ داستان بکھری ہوئی ہے۔ وہاں ایک سردار ہمباریہ تھا جو مصیبتوں کا شکار ہو کر بستی چھوڑ کر چلا گیا۔

بستی والوں نے اس کی عقیدت میں کسی اور کو سردار نہیں بنایا بلکہ وہاں ایک مسند بچھائی جاتی ہے اور اس پر ہمباریہ کی پگڑی اور اس کا کلہاڑا رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے تحت پانچ افراد سرداری کی ذمہ داریوں کو اٹھاتے ہیں۔ گویا سرداری کا تخت خالی ہے اور کوئی بھی سوہا کی طرف متوجہ نہیں ہے کہ ان کی مدد کر سکے۔ یہ بھی اچھا ہے کہ سوہا والوں کو اس دوران میں کسی دشمن کا سامنا نہیں کرنا پڑا' لیکن اب میرے بھتیجے وہ تخت تیرے لیے ہے اور اپنی ذہانت سے تو وہ تخت حاصل کر سکتا ہے' سمجھ رہا ہے میری بات۔

تیرے یہ بیس ساتھی تیرے معاون رہیں گے' لیکن جو کچھ میں تجھے سمجھاؤں گا وہ ذرا مختلف ہو گا اور اس پر تو نے بڑی کامیابی سے عمل کرنا ہے۔ سن جو کہانی میں سوہا سے لایا ہوں اس میں ایک ایسی عورت کا ذکر ہے جو ناگن تھی اور اس نے سوہا کے ایک مرد سے شادی کر لی تھی اور اس کے بعد حالات عجیب و غریب رخ اختیار کر گئے تھے۔ یہ کہانی تو ذہن نشین کر لے کیونکہ سوہا میں تجھے یہ کہانی دوہرانی ہے۔ گویا تو ایک ایسی قوت کا مظاہرہ کرے گا جس میں اس کہانی سے منسوبیت بھی ثابت ہو۔

''وہ کیسے چچا۔'' سخارہ نے دلچسپی سے پوچھا اور تبوریہ بہت دیر تک اسے تفصیلات سمجھاتا رہا۔ سخارہ کے ہونٹوں پر بار بار مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ یہ تمام کہانی اسے ذہن نشین کرانے کے بعد تبوریہ نے کہا:

''میں واپس چلا جاؤں گا اور اس کے بعد وہیں پر قیام کروں گا پھر تو وقت مقررہ پر وہاں پہنچے گا اپنے بیس ساتھیوں کو مختلف سمتوں سے سوہا میں داخل کرنا اور تو دیکھنا کہ اگر سوہا والے خاموشی سے مان گئے تو بہتر ہے ورنہ اس کے بعد اس تخت پر قبضہ کرنا تیرا کام ہو گا۔'' سخارہ نے اپنی بندوق اٹھاتے ہوئے کہا:

''بے فکر رہو چچا! تمہاری ہدایت کے مطابق تمام عمل اسی طرح ہوگا جیسا آپ نے بتایا ہے۔''

''تو پھر میں واپس جا رہا ہوں اور تجھے جلد سوہا پہنچنا ہے۔''

''تم بے فکر رہو۔'' سخارہ نے جواب دیا اور تبوریہ مسکراتا ہوا وہاں سے واپس چل پڑا۔ اس نے ایک تیر سے دو شکار کھیلنے کا منصوبہ بنایا تھا وہ اپنے دشمنوں سے بدلہ بھی لے سکتا تھا اور اپنے بھتیجے کو ایک قبیلے کا سردار بنا کر خود بھی حکمراں بن سکتا تھا۔

☆......☆......☆

پھر ایک صبح جب سورج پہاڑیوں کے درمیان سے سر ابھار رہا تھا اور سوہا بستی کے لوگ اپنے اپنے کاموں کا آغاز کر رہے تھے۔ اچانک بدن پر سیاہ رنگ کا لباس پہنے ایک شخص صبح ہی صبح اس بستی میں داخل ہوا۔ اس کے لباس کی آستینیں چمگادڑوں کے پروں کی مانند پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے دونوں ہاتھ فضاؤں میں بلند تھے۔ یہ سخارہ تھا جو ایک عجیب پر ہیبت انداز میں وہاں پہنچا تھا اور پھر وہ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا آخر کار ہمباریہ کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا پھر جب بستی میں لوگوں نے ایک عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا تو عجیب سے انداز میں چہ مگوئیاں کرنے لگے۔ یہ پراسرار اور انوکھا انسان جو قد و قامت میں دیوزاد تھا اور انوکھے لباس میں ملبوس اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے پتھر کا بت ہو۔ تو پوری بستی میں یہ بات جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ وہ سمٹ کر وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ وہ پانچوں بھی وہاں پہنچ گئے جو سرداری کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ بستی کے تمام لوگوں کے سامنے پہنچ کر ان میں سے ایک شخص نے اس سے پوچھا جو عجیب و غریب ہیبت کا مالک تھا۔

''اے شخص تو کون ہے؟ اور ہمارے سردار ہمباریہ کے گھر کے سامنے اس طرح کیوں آ کھڑا ہوا ہے۔''

''سوہا سواستیا کے لوگو □! نہ میں تمہارے سردار کے گھر کا مالک بننا چاہتا ہوں اور نہ مین تمہاری کسی چیز پر قبضہ جمانے کا خواہش مند ہوں۔ میرا نام سخارہ ہے سخارہ سورج کے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور سورج سے ایک ٹکڑا ٹوٹ کر سوہا کی سرداری کے لیے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ دیوتاؤں کا حکم ہے کہ میں ہمباریہ کے تخت پر جا کر بیٹھ

جاؤں۔ جسے تم نے اتنے عرصے سے خالی رکھ چھوڑا ہے اور جس کے بارے میں بے شمار قبائل آپس میں یہ فیصلے کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون اس تخت پر قابض ہو جائے۔ بستی سوہا کے لوگو تم جن خطرات میں گھرے ہوئے ہو تم نہیں جانتے اور مجھے آسمانوں سے اس مصیبت کو ٹالنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

نہ میرے دل میں سرداری کا کوئی جذبہ ہے میں تو ایک درویش ہوں اور میرا نام سخارہ ہے۔ یعنی سورج کا ٹکڑا۔ تم لوگوں کو دوسرے قبیلوں کی برائیوں سے بچانے کے لیے آیا ہوں اور تم مجھے اپنا سردار تسلیم کرو اور وہ شخص اپنا ہاتھ اٹھائے جو مجھے سردار ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔ آسمانی قہر اس پر نازل ہوگا اور وہ اپنے اس ہاتھ سے محروم ہو جائے گا۔ دیکھو تمہارے درمیان میں آیا ہوا ہوں اور میری درویشیت مسلمہ ہے۔ اٹھاؤ اپنا ہاتھ اور وہ تماشا دیکھ لو کہ تمہارا یہ ہاتھ تمہارے جسم پر نہ رہے۔ لوگوں نے اس کی پرہیبت آواز سنی اور ایک دوسرے سے کانا پھونسی کرنے لگے۔ کسی کے اندر یہ جرأت نہیں ہو سکی تھی کہ وہ اپنا ہاتھ بلند کر سکے۔ تب فیصلہ کرنے والے سرداروں میں سے ایک نے کہا۔

''اگر تو سوہا کی سرداری کر سکتا ہے اور تجھے آسمانوں سے بھیجا گیا ہے تو بھلا ہم تیرا راستہ روکنے والے کون ہیں' لیکن تو اپنے بارے میں کچھ تو بتا' کہاں سے اتر کر آیا ہے تو۔''

''بیوقوف لوگو' آسمانوں سے اتر کر آنے والوں کا ٹھکانہ صرف آسمان ہوتا ہے۔ مجھے تسلیم کرو اور دیکھو میں چاہتا ہوں کہ تم میری مخالفت میں ہاتھ اٹھاؤ تاکہ تمہیں اندازہ ہو جائے کہ آسمان سے گرنے والی بجلیاں کیسے تمہارے سارے بدن کو خاکستر کر دیتی ہیں۔ یہی میرا ثبوت ہوگا۔''

''نہیں ہم مخالفت نہیں کرنا چاہتے۔ اگر تو سوہا کی تقدیر کے لیے بہتر ثابت ہو سکتا ہے تو ہمیں تیری سرداری قبول ہے۔''

یہ بات سب لوگوں نے کی تھی اور سب نے گردنیں جھکا دی تھیں۔ معصوم لوگوں میں سے کسی کو اتنی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ مخالفت کرے۔ ہاں بعد میں انہوں

نے یہ بات ضرور کہی کہ اگر یہ شخص ہماری حکمرانی کے لیے بہتر ثابت نہ ہوا تو ہم اسے اس منصب سے اتار بھی دیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ آسمانی دیوتا کیا کہتے ہیں۔

یوں سخارہ کو بغیر کسی خون خرابے کے سوہا کا حکمران تسلیم کر لیا گیا اور سخارہ نے اپنی لوٹ کے سارے خزانے سوہا میں منتقل کر لیے اس طرح وہ سوہا کا سردار بن گیا' لیکن تمام کاوشوں کا سہرا صرف ایک شخص کے سر تھا اور جس کا نام تبوریہ تھا۔

تبوریہ کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ سخارہ نے کچھ عرصے تو اسے نظرانداز کیا' لیکن اس کے بعد تبوریہ کو اس کے مشیر خاص کی حیثیت سے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ یہ بات آہستہ آہستہ قبیلوں میں مشہور ہوتی جا رہی تھی کہ تبوریہ اب سوہا کے سردار سخارہ کے ساتھ رہتا ہے اور سخارہ وہ ہے جو تبوریہ کا بھتیجا ہے' لیکن مخالفت کا عمل ابھی تک شروع نہیں ہوا تھا اور لوگ صرف ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہتے تھے۔ البتہ منردانہ کے بیٹے اس بات پر تیار ہونے لگے تھے کہ اب بحالت مجبوری انہیں سوہا بستی سے جنگ کرنا پڑے گی اور انہوں نے اس کے لیے تیاریاں بھی شروع کر دی تھیں۔

ان تیاریوں کی اطلاع سخارہ کو بھی مل رہی تھیں چنانچہ اس نے بھی آہستہ آہستہ اپنے پاؤں پھیلانا شروع کر دیئے اور ایک دن آخر کار اس نے سوہا کے نوجوانوں کو طلب کر لیا اور ان سے کہا کہ سوہا کو بچانے کے لیے ان نوجوانوں کا مضبوط سپاہی کی حیثیت سے منظرعام پر آنا بہت ضروری ہے اور ان کی تربیت کے لیے اس نے اپنے ان بیس افراد کو مقرر کر دیا جو اس کے ساتھ لوٹ مار میں شریک ہوا کرتے تھے۔ یوں امن کی بستی میں ایک تباہ کن زندگی کا آغاز ہو گیا' لیکن سخارہ نے اس بات کا خیال بھی رکھا تھا کہ سوہا کے لوگوں کو خود سے برگشتہ نہ ہونے دے اور اس کے لیے وہ ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا اور ہر مشکل کا شکار ہونے والے کی مدد کرتا تھا۔ اس طرح اس نے اپنے لیے ایک بہتر ماحول پیدا کر لیا تھا۔

ایک سردار کی حیثیت سے یہ سب کچھ ضروری بھی تھا۔ سردار بھی وہ جس نے ہمباریہ جیسے نیک انسان کی جگہ لی ہو' لیکن افسوس اسے مشورے دینے والا تبوریہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس طرح اصل میں تبوریہ سوہا پر حکمرانی کر رہا تھا اور یہ کام

بڑی خوش اسلوبی سے چل رہا تھا۔ تموریہ کے شیطانی ذہن میں بہت سے شی
منصوبے تھے اور اس سلسلے میں وہ اپنے بھتیجے سے گفتگو کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دا
اس نے کہا

''باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ میں قبیلے والوں سے جنگ کر سکتا ہوں' لیک
ایک داستان جو بڑی سنسنی خیز ہے ان دوافراد کے بارے میں ہے جن میں سے ایک
کا نام شامان اوردوسرے کا روبا ہے۔ یہ دو کردار بڑے سنسنی خیز ہیں اورمیں نے ا
کے بارے میں جو تفصیلات سنی ہیں وہ بڑی ہی پریشان کن ہیں۔ یہ سنا گیا ہے کہ ی
دونوں کردار یہاں ہر برائی کا خاتمہ کرنے کے لیے تخصیص کیے گئے ہیں اور اگر یہ کب
بھی آبادی تک پہنچ گئے تو اس آبادی میں خاصی تبدیلیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور تو جان
ہے کہ ہم صحیح راستوں سے منظر عام پر نہیں آئے۔ یعنی جو غلط راستے اختیار کرنے
والے ہیں انہیں ان دو کرداروں سے شدید نقصان پہنچے گا۔''

''لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بستی کے لوگ تو ہم سے ناخوش نہیں ہیں
عظیم چچا۔''

''بے شک۔ ہاں' لیکن بات وہی ہے کہ یہ دونوں دھوکے بازی کو پسند نہیں
کرتے۔''

''مگر تمہیں اس کے بارے میں یہ ساری معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟''

''اس لیے کہ میں آنکھیں اورکان کھلے رکھتا ہوں۔ یہ دونوں فساد کی جڑ ہیں
اور جو کوئی بھی منصوبہ کسی کے خلاف ہوتا ہے یہ اس کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ جن
کیخلاف یہ منصوبہ بنایا جاتا ہے اور ان سے بہت سے لوگوں کو شدید خطرات کا سامنا
رہتا ہے۔ جس میں ہم بھی شامل ہیں۔''

''کیا یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔''

''انہیں نجانے کس کی مدد حاصل ہے شاید کسی بڑے دیوتا کی یا شاید مدبر
اعلیٰ کی کیونکہ مدبر اعلیٰ ایسے لوگوں کی ہمیشہ مدد کرتا ہے۔''

''میں کسی مدبر اعلیٰ کو نہیں مانتا۔''

''میں بھی تو نہیں مانتا' لیکن یہ سوچ لے کہ یہ دونوں بہت چالاک اور
خطرناک ہیں اگر ہمیں ان دونوں سے نجات مل جائے تو یوں سمجھ لو کہ بیشتر قبیلوں پر
ہمارا قبضہ ہو سکتا ہے اور ہم عظیم شہنشاہ بن سکتے ہیں۔ ہم ایک ایسی طاقت قائم کر لیں
گے جس کا کوئی توڑ نہیں ہوگا' لیکن اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ان دونوں سے
نجات حاصل کر لی جائے۔''

''اس کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے عظیم چچا؟''

''آہ۔ انہیں تلاش کر اور جب یہ دونوں مل جائیں تو انہیں دوستوں کی طرح
مدعو کر اور جب وہ یہاں آ جائیں تو انہیں گرفتار کر لے اور قید میں ڈال دے اور اس
کے بعد ہمارے لیے مشکل نہیں ہو گی کہ ہم انہیں ختم کر دیں۔''

''لیکن چچا! یہ کام اتنا آسان ہو گا؟''

''ہر وہ کام آسان ہو جاتا ہے جس کے لیے بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔''

''تو وہ منصوبہ بندی کیا ہو سکتی ہے۔''

''ان خطرناک لوگوں کو تو اپنی مدد کے لیے طلب کر اور مدد کے نام پر اگر تو
انہیں بلائے گا تو وہ یقیناً یہاں آ جائیں گے اوران کے ساتھ پورے گروہ نہیں چلتے۔
دو آدمیوں کو گرفتار کر لینا مشکل نہیں ہو گا۔''

''کیا وہ اتنے ہی احمق ہیں کہ میری طلبی پر یہاں چلے آئیں گے۔''

''ہاں' انہیں ایک مخصوص نام پر پہنچنا چاہئے کیونکہ وہ کسی بھی نام سے یہاں
آ سکتے ہیں۔''

''کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔''

''میں اس کے لیے تیاری کر سکتا ہوں۔ سن دو ایسے آدمیوں کو وہاں بھیجنا ہو
گا جو انہیں مظلوم بن کر یہاں لے آئیں۔''

''اس کے لیے تو خود ہی انتخاب کر چچا' تو میرا مشیر ہے۔''

''ہاں میرے ساتھ ایک ایسا بوڑھا آدمی ہے جو بے حد چالاک ہے اوراس
کے ساتھ ایک لڑکی ہے جو اس سلسلے میں اس کی شریک کار ہے۔ اگر ان دونوں کو

ہوشیاری کے ساتھ بھیج دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔"

"بوڑھا کون ہے؟"

"اس کا نام ہومال ہے۔"

"اور لڑکی............؟"

"لڑکی کا نام ربابہ ہے۔"

"یہ دونوں تمہاری خواہش کے مطابق عمل کر سکیں گے۔"

"ہاں۔ بالکل عمل کر سکیں گے۔ میں انہیں سردار غزال کے نام پر بھ
ہوں۔ جو دوبا کا سردار اور دوبا بستی ان لوگوں کی شناسا بستی ہے۔"

"ٹھیک ہے چچا! اگر تم ایسا کرتے ہو تو ضرور کرو۔"

چنانچہ تمام گفتگو ہو گئی۔ ہومال اس کے لیے تیار ہو گیا تھا اور ربابہ بھی ا
کی بیٹی کی حیثیت سے سفر کرنے کے لیے تیار تھی اور دونوں پوری طرح تیار ہو گ
تھے۔ بہرحال ان دونوں کو روانہ کرنے کے بعد ساری صورتحال سمجھائی گئی اور اس وقت
سخارہ اور تبوریہ کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ ہومال اور ربابہ بڑ
آسانی سے شامان اور روبا کو گرفتار کر کے لے آئے ہیں۔

ان دونوں کو اس طرح ان کے قبضے میں پہنچ جانے کی امید نہیں تھی۔ جب
ان دونوں تک اطلاع پہنچی تو وہ خوشی سے دیوانے ہو گئے اور ایک دوسرے سے لپٹ
کر خوشیاں منانے لگے۔ تبوریہ نے کہا

"آہ۔ تو دیکھ شامان اور روبا کیسے شاندار نوجوان ہیں۔"

"کیا تو انہیں پہچانتا ہے عظیم چچا! لو میں نہ پہچانوں گا تو اور کون پہچانے گا۔
تو نہیں جانتا یہ نام بڑے پراسرار ہیں۔ ان کے بارے میں یہی سنا گیا ہے کہ یہ
صرف لوگوں کی مدد کرنے کے لیے آتے ہیں۔ ذرا دیکھیں ہم ان دونوں کو کہ وہ کس
حال میں ہیں۔"

اور ایک دلچسپ طریقہ کار کا آغاز ہونے لگا۔ یعنی بیچارہ انگون اور اس کا
ساتھی زاما جو اپنی دانست میں شامان اور روبا بن کر یہاں مدبر اعلیٰ کی حیثیت حاصل

کیا چاہتے تھے۔ ان لوگوں کے چنگل میں پھنسے تھے اور یہ یہی سمجھ رہے تھے کہ انہوں
نے اصلی شامان اور روبا کو گرفتار کر لیا ہے۔ جبکہ شامان اور روبا کی پراسرار داستانیں ذرا
مختلف تھیں۔ وہ روحانی قوتوں کے مالک تھے اور نجانے کس طرح یہ داستانیں ان
علاقوں میں پھیل گئی تھیں۔ بیچارہ جہانگیر شاہ اور کمال جو ایک حادثے کا شکار ہو کر
یہاں آ گئے تھے اور یہ انگون ہی تھا جس نے انہیں شامان اور روبا کا درجہ دیا تھا۔
جنہوں نے یہ نام بہر طور قبول کر لیا تھا۔

☆......☆......☆

ایک طرف انگون اور زاما انتہائی برے وقت سے گزر رہے تھے۔ قید خانے میں پڑے پڑے زاما نے انگون کو ہزاروں سنا ڈالی تھیں۔ اور انگون اس بات پر سخت پریشان تھا کہ دیکھواب کیا ہوتا ہے۔ زاما اس پر خوب طنز کر رہا تھا' لیکن ابھی انہیں زیادہ موقع نہیں ملا تھا کیونکہ دوسری طرف تبوریہ کے دل میں مسرتوں کے طوفان امڈ رہے تھے وہ اپنے آپ پر فخر کر رہا تھا اور اسے یقین تھا کہ اب اس کے راستے کی ہر مشکل ختم ہوگئی ہے۔ اس کے لیے اگر کوئی رکاوٹ تھی تو صرف شامان اور روبا جن کی روحانی کہانیاں بہت مشہور تھیں' لیکن اب تبوریہ انہیں اپنے قبضے میں کرنے کے بعد یہ سوچ رہا تھا کہ بعض کہانیاں بلاوجہ ذہنوں کو پریشان کر دیا کرتی ہیں جبکہ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔

اسے یقین تھا کہ اس کے سب سے بڑے دشمن اب اس کے قبضے میں ہیں۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی ان دونوں پر ہاتھ ڈال سکے گا۔ اب بھلا انہیں میرے چنگل سے کون نکال سکتا ہے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ دوسری طرف ستارہ بھی خوش تھا کیونکہ چچا کے مشورے سے اس نے اب تک سرداری کا نظام بہترین طریقے سے چلایا تھا اور اپنے ذہین چچا پر اسے مکمل طور پر اعتماد تھا۔ شامان اور روبا کی گرفتاری ان لوگوں کے لیے ایک عظیم کارنامہ تھی۔ ادھر اس پر دونوں بہترین تبصرہ آرائی کرتے رہے تھے۔

چنانچہ اس وقت بھی وہ دونوں تیار ہو کر اس قید خانے کی طرف چل پڑے جہاں ان دونوں کو لا کر رکھا گیا تھا۔ راستے میں ستارہ نے کہا

''اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بزرگ ہومال نے اور اس لڑکی ربابہ

نے ہمارے لیے بہترین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔''

''خوب یاد دلایا۔ ان دونوں کو ساتھ لینا بہت مناسب ہوگا۔ آؤ ہم ذرا انہیں ان کی اس کاوش پر سراہیں اور انہیں خوش کر دیں۔''

بہرحال ان دونوں کو طلب کر لیا گیا اور حسین لڑکی بوڑھے کے ساتھ ان کے قریب پہنچ گئی۔ تبوریہ نے انہیں مبارکباد دیتے ہوئے کہا

''بزرگ ہومال تو نے میرے لیے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا تھا اور یقینی طور پر اس کارنامے کے صلے میں تجھے اتنا کچھ ملے گا کہ تو حیران رہ جائے گا۔ ہاں ذرا یہ تو بتا کہ انہیں لانے کے سلسلے میں تجھے کسی پریشانی کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا۔''

''یہ بھی تیری ہی ذہانت تھی عظیم تبوریہ! اور میں نے تیری ہدایت پر پورا پورا عمل کیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس لڑکی نے میرا بہترین ساتھ دیا۔'' ربابہ ہنس کر بولی

''اور وہ احمق شامان! جسے تم لوگ بہت زیادہ چالاک کہتے ہو وہ تو اتنا چالاک نہیں نکلا اور بڑی آسانی سے میرے چنگل میں پھنس گیا اور مجھ سے محبت کا اظہار بھی کر دیا۔ راستہ بھر اس نے ہمارا خیال رکھا اور اس طرح رکھا جیسے ہم اس کے لیے بڑی محترم شخصیتیں ہوں۔ اور ہم نے جو بھی چاہا اس نے کیا۔ وہ بے شک رحم دل ہے اور تیری طلبی پر ہمارے ساتھ کھنچا چلا آیا ہے' لیکن اگر تو اس بات کو محسوس نہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ میں پاگل پن کی باتیں کر رہی ہوں تو اس میں ایک بہت بڑی حقیقت بھی ہے کہ وہ میرے حسن کے طلسم میں بھی گرفتار ہو گیا تھا۔''

''اور یہ بات میرے لیے سب سے زیادہ باعث حیرت ہے کیونکہ شامان کے بارے میں تو ہمیشہ یہ سنا گیا ہے کہ عورت اس پر اثر انداز نہیں ہوتی' لیکن تو نے اگر اسے اپنے حسن کے جال میں بھی پھانسا ہے تو میں اسے تیرا فن قرار دیتا ہوں۔ چلو اب تم دونوں بھی ہمارے ساتھ چلو۔ تمہاری موجودگی میں ہی ان سے ملاقات کی جائے گی اور ہم ان سے یہ پہلی ملاقات کر رہے ہیں۔''

چنانچہ تبوریہ نے انہیں بھی اپنے ساتھ لے لیا اور کچھ دیر کے بعد وہ اس
خانے پہنچ گئے۔ یہاں ان کی دانست میں شامان اور روبا قید تھے۔ سخارہ ان
بارے میں گفتگو کرتا آ رہا تھا۔ اس نے کہا

''اور میں نے سنا ہے کہ روبا دنیا کا شاطر ترین انسان ہے اور ان آبادی
میں اس سے زیادہ چالاک اور کوئی نہیں ہوسکتا' لیکن یہی تدبیر کارگر تھی کہ انہیں جذبا
طور پر پھنسایا جائے ورنہ شاید ان پر قابو پانا آسان نہیں ہوتا۔'' بہرحال یہ تمام گف
ہوتی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ قید خانے کے دروازے پر پہنچ گئے اور یہاں انہو
نے شامان اور روبا کو دیکھا اور ان کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ دو بیوقو
آدمی ان کے سامنے موجود تھے جن کی حالت خراب تھی۔ اور وہ اس حال میں نظ
آتے تھے جیسے ان کا دم ہی نکل جائے گا۔ تبوریہ کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا
لگی اور اس نے خونیں نگاہوں سے ہومال اور ربابہ کو دیکھا اور پھر اپنے بھتیجے کی طرف
۔ پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولا

''شامان اور روبا کہاں ہیں۔'' اس کی آواز اتنی زور سے نکلی تھی کہ وہ سب
بری طرح خوفزدہ ہو گئے۔ خود سخارہ بھی چونک کر اپنے چچا کو دیکھنے لگا۔ ہومال اور ربا
کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ انہوں نے بڑی مشکل سے انگلی سے ان دونوں کی طرف
اشارہ کیا اور بولے

''سردار تبوریہ! کیا یہ شامان اور روبا نہیں ہیں۔''

''تو پاگل ہو گیا ہے پاگل کتے! اور تو پاگل ہو گئی ہے کتیا! کیا میرے اور
تیرے درمیان مذاق کا رشتہ ہے۔ کیا تم دونوں مجھ سے مذاق کر رہے ہو اور کیا یہ تم
نہیں جانتے کہ مجھ سے مذاق کرنے کا نتیجہ کیا ہوسکتا ہے۔ کہاں ہیں شامان اور روبا۔''
تبوریہ کے منہ سے غصے کے عالم میں جھاگ نکل رہی تھی۔ اور یہ سن کر ہومال اور ربا
کا دم نکل گیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ پھر بمشکل تما
ہومال نے کہا

''یہ شامان ہے اور یہ روبا۔'' تبوریہ کے دانت بھنچ گئے۔ اس کی گردن کی

رگیں پھول گئیں اور اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا

''سخارہ۔ ان دونوں کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دے۔ میں انہیں
اس مذاق کی ایسی سزا دوں گا کہ یہ دونوں زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ ہومال خوف سے
تھرتھر کانپنے لگا اور پھر اس نے کہا

''نہیں سردار نہیں' نہیں سردار سخارہ اور نہیں اے بزرگ! ہمارا کیا قصور
ہے۔ پوچھ لو ان کم بختوں سے اگر یہ شامان اور روبا نہیں ہے تو انہوں نے خود کو ہمیں
شامان اور روبا ہی کہہ متعارف کرایا ہے۔ یہ ذلیل انسان خود کو شامان کہتا رہا ہے اور یہ
دوسرا اپنے آپ کو روبا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہم بے قصور ہیں۔ ان دونوں نے تو ہمیں
یہی بتایا تھا ان سے پوچھ لو۔ ہم بالکل ان کی شکلوں کو نہیں پہچانتے تھے۔'' سخارہ نے
بمشکل کہا۔

''کیا یہ دونوں شامان اور روبا نہیں میرے چچا۔''

''کیا تو ان دونوں کو نہیں پہچانتا۔''

''افسوس میں نے ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا۔''

''تو پھر سن نہ یہ شامان ہے اور نہ یہ روبا احمق بیوقوف کتے کے بچو تم اپنے
منہ سے کیوں نہیں پھوٹتے کہ تم کون ہو۔'' تبوریہ نے ان دونوں کی طرف رخ کر
کے گرج کر پوچھا۔

ان دونوں کی حالت تو بہت ہی خراب تھی اور زاما بھی بری حالت میں تھا۔
دونوں تھرتھر کانپ رہے تھے' ان دونوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کانپتے ہوئے کہا۔

''عظیم سردار مجھ گدھے کا نام انگون ہے اور یہ میرا دوست زاما ہے۔ ہم
دونوں بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں سردار! خطا معاف کر دو ہماری۔ ہمیں
کوئی سزا نہ دو۔ ہم تو ویسے ہی مصیبتوں کا شکار ہیں۔'' انگون رونے لگا۔

''ان دونوں کو یہ شبہ کیسے ہوا کہ تو شامان ہے اور یہ روبا۔'' تبوریہ نے ان
دونوں سے پوچھا۔

''قصور ہم دونوں ہی کا ہے عظیم سردار۔ قصور ہم دونوں کا ہے۔ شامان اور

روبا دوایسے عظیم نام تھے جن سے بہت سی کہانیاں وابستہ تھیں۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ روحانیت کے علمبردار ہیں اور مستقبل میں وہ مدبراعلیٰ بنیں گے۔ عظیم سردار یہ تصور میرے ذہن میں بہت عرصے سے تھا۔ اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں مدبراعلیٰ بنوں۔ بس یہی سودا ہمارے سر میں سمایا تھا اور بس یہی سودا ہمیں پریشان کرتا تھا۔ ہم دونوں سروایا کے رہنے والے ہیں اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم دونوں اس کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کریں۔ مجھے سچے خواب دیکھنے کا مرض ہے اور ان سچے خوابوں میں' میں نے اپنے آپ کو شامان محسوس کیا جب مجھے روبا کی تلاش ہوئی تو میں نے زاما کا انتخاب کر لیا۔ آہ۔ ہمیں معاف کر دو۔ ہم تو صرف بڑے آدمی بننا چاہتے تھے۔'' انگون کی حالت خوف سے خراب ہو رہی تھی۔ تبوریہ خونیں نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے سخارہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

''سب سے پہلے تو اس بوڑھے ہومال اور اس لڑکی ربابہ کو گرفتار کر اور انہیں سزا دے۔ اس کے بعد میں کوئی دوسری بات سوچوں گا۔'' وہ دونوں پھر گڑگڑانے لگے۔ سخارہ نے انہیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر آہستہ سے تبوریہ سے بولا۔

''اگر یہ دونوں شامان اور روبا نہیں ہیں تو اس کا مطلب ہے چچا! کہ ہم اب تک اپنی کوششوں میں نہ صرف ناکام رہے ہیں بلکہ اس سلسلے میں اب ہمیں مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑیگا' لیکن اگر تو اجازت دے میرے چچا! تو میں ان دونوں سے یہ پوچھوں کہ آخر انہیں یہ شبہ کیسے ہوا۔ اور اس کے بعد سخارہ نے انگون اور زاما کو اپنے ساتھ لیا اور وہاں سے چل پڑا۔ ادھر تبوریہ نے خونخوار لہجے میں ہومال سے کہا۔

گدھے کے بچے تو نے جو کام اپنے سپرد لیا تھا اور جس کے سلسلے میں تو اتنی خوشیوں کا اظہار کر رہا تھا اس میں تو نے ہمارے لیے مشکلات ہی مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔ ذرا یہ تو بتا کہ تجھے اس بات کا علم کیسے ہوا کہ یہ شامان ہے اور یہ روبا۔ ہومال نے کانپتی آواز میں کہا۔

''سردار! ہم ان دونوں کو صورتوں سے نہیں پہچانتے تھے جب ہم ان کے راستے میں آئے تو یہ شخص ہمیں ملا۔ ہم نے اس سے معلومات کیں تو اس نے اپنے

کو شامان اور دوسرے نے روبا کہا۔ ہم دونوں چونکہ ان کے چہروں سے شناسا نہ تھے چنانچہ ہم نے ان کی بات پر یقین کر لیا۔''

''تم دونوں کو اس کی سزا دی جائے گی۔'' ربابہ اور ہومال گڑگڑاتے رہے' لیکن سردار تبوریہ اتنا غصے میں تھا کہ اس نے ان دونوں کی ایک نہ سنی اور انہیں قید خانے میں ڈلوا دیا۔ اور پھر وہ قید خانے سے نکل کر سخارہ کے پاس آیا اور بولا۔

''ان دونوں احمقوں کو میرے سامنے لے کر آ۔ میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔'' سخارہ نے گردن ہلا دی۔ بہرحال چچا کے حکم سے انحراف اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مصیبت کے مارے دونوں بیوقوف تبوریہ کے سامنے پہنچ گئے۔ تبوریہ انہیں خونخوار نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر اس نے انگون سے کہا۔

''کیا تو نے بوڑھے ہومال سے یہ بات کی تھی کہ تو شامان ہے۔'' انگون پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اس کی حالت خوف سے خراب ہو رہی تھی۔ اسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی تھی' لیکن اچانک ہی تبوریہ نے اپنا کلہاڑا سیدھا کر لیا اور اسے ہلاتا ہوا بولا۔

'' اگر تو نے میری باتوں کا صحیح جواب نہیں دیا تو اس کلہاڑے سے میں تیرے سر کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔'' انگون نے کلہاڑا دیکھا اور رونا دھونا چھوڑ کر خوفزدہ نگاہوں سے تبوریہ کو دیکھنے لگا پھر بولا۔

''آہ اگر میرے ہاتھوں سے میری زندگی کی لکیر مٹ چکی ہے تو میں تجھے کیسے روک سکتا ہوں عظیم سردار! میری تقدیر تو ہمیشہ مجھے دھوکا دیتی رہی ہے۔ لیکن رب عظیم کے لیے مجھ پر ذرا سا غور کر میں تو بیوقوف آدمی ہوں اور میرے ذہن میں مدبراعلیٰ بننے کا خبط سمایا ہوا تھا۔ ہاں اب مجھے اس کا موقع مل گیا ہے کہ زندگی جانے والی ہے اور جب انسان زندگی سے ہارنے لگتا ہے تو اس کی عقل اس کا ساتھ دینا شروع کر دیتی ہے۔

آج میں یہ سوچ رہا ہوں کہ واقعی جو کچھ اب تک کرتا رہا ہوں وہ غلط ہے۔ عظیم سردار مجھے موقع دے کہ میں یہ ثابت کر کے دکھا سکوں کہ میں بیوقوف نہیں ہوں

اوراگر تو مجھے یہ موقع دے گا تو میں شامان اور روبا کو تلاش کر کے تیرے سامنے لا کھڑا
کر دوں گا۔ اگر ہم ایسا نہ کر سکیں تو' تو سمجھ لے کہ جو تیرا جی چاہے کرنا اس کے علاوہ
اگر تو ان دونوں سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو وہ کام ہمارے سپرد کر کے دیکھ ہوسکتا
ہے ہمارے لیے رب عظیم نے یہی منصب مقرر کیا ہو۔ اور ہم اس کام کو سرانجام دے
لیں۔ عظیم سردار ایک بار' صرف ایک بار ہمیں موقع دے۔ اگر ہم وہ نہ کر سکے تو تیری
دی ہوئی موت قبول کر لیں گے۔''

انگون جس طرح کانپ کانپ کر' رو رو کر یہ ساری باتیں کر رہا تھا اسے دیکھ
کر اچانک ہی تبوریہ کو ہنسی آ گئی۔ یہ احمق گدھا وہ کرنا چاہتا تھا جو بہت ہی مشکل کام
تھا۔ اس کی احمقانہ گفتگو سے بڑا لطف آ رہا تھا اور یہ جان کر تبوریہ کو حیرت ہو رہی تھی
کہ یہ گدھا اپنے آپ کو مدبر اعلیٰ کہلانے کا خواہش مند ہے۔ اسے ہنستے دیکھ کر انگون
کو کسی قدر اطمینان محسوس ہوا۔ اس نے کہا۔

''اور اگر تم دونوں ایسا نہ کر سکے تو۔''

''تو پھر اس کلہاڑے سے ہمارے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔'' انگون
نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک۔ ہوں۔ اگر میں تم سے کہوں کہ شامان اور روبا کو موت کے گھاٹ
اتار سکو تو کیا تم یہ کام سرانجام دے سکو گے۔''

''آہ۔ ہم تو اپنی زندگی بچانے کے لیے ان آبادیوں کو آدھے سے زیادہ
موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔''

''تو پھر یہی کام ہے میرا تم دونوں سے اور اگر تم اس کام کو سرانجام نہ دے
سکے تو پھر اس بات کو یاد رکھنا کہ میرا نام تبوریہ ہے۔ اور میں جس بات کا عہد کر لیتا
ہوں اس کی تکمیل کیے بغیر سکون کی نیند نہیں سوتا۔ شامان اور روبا کو قتل کرنا تمہاری ذمہ
داری ہے۔ اگر تم دونوں یہ کام سرانجام نہ دے سکے تو سب سے پہلے میں تم دونوں کو
موت کے گھاٹ اتار دوں گا اور اس کے لیے تم زمین پر اپنے لیے کوئی پناہ گاہ تلاش
نہ کر پاؤ گے کیونکہ میں ایسے کام آسانی سے کرتا ہوں۔''

''صرف ایک بار۔ بس ایک بار عظیم آقا۔ ہمیں اس کا موقع دے اور پھر
لڑکہ ہم یہ کارنامہ کیسے سرانجام دیتے ہیں۔ شامان اور روبا کو قتل کرنا ہمارے لیے کوئی
شکل کام نہیں ہے۔ بہت جلد ہم تمہیں یہ خوشخبری سنائیں گے۔'' تبوریہ پوری طرح
ی انداز ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''ان دونوں کو قتل کرنے کے لیے تم کیا طریقہ کار اختیار کرو گے کیونکہ
یدان جنگ میں انہیں موت کے گھاٹ اتارنا تمہارے بس کی بات نہیں ہو گی۔''

''یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں' لیکن تو فکر نہ کر ہمارا دماغ بہت تیز
ہے۔ ہم ضرور کوئی ایسی ترکیب سوچیں گے جس سے یہ کام ہو جائے۔''

''اچھا ایک بات بتا تو کیا تو ان دونوں کو زہر دے سکتا ہے۔'' یہ سوال
بوریہ نے انگون سے کیا تھا۔

''آہ۔ یہ سب سے آسان طریقہ کار ہو گا۔ یہاں سے واپسی پر میں اس
ات کا اظہار کروں گا کہ میں ان دونوں سے بہترین دوستی کا خواہش مند ہوں۔ ان کی
عوت کروں گا اور اپنے گھر میں طلب کر کے انہیں زہر دے دوں گا۔''

''لیکن سنا ہے کہ روبا بے حد چالاک ہے کیا وہ زہر کھا لے گا۔''

''میں روبا سے اس قدر محبت کا اظہار کروں گا اور اسے دولت کی چمک
کھاؤں گا۔ اصل میں میرا باپ ایک بہت بڑا رئیس ہے اور بستی سروایا میں اس کی
ہت عزت اور عظمت ہے۔ اس طرح لوگ ہم سے متاثر رہتے ہیں' اور میں اکثر سروایا
کے باشندوں کی دعوت کرتا رہتا ہوں۔ تو یہ سمجھ لے کہ شامان کو قتل کرنا میرے لیے
ہت مشکل کام نہیں ہو گا۔''

''تو پھر وہ خطرناک زہر میں تجھے فراہم کروں گا۔ کیا نام ہیں تم دونوں
کے؟''

''انگون اور زاما۔'' انگون نے جلدی سے کہا۔

''تو سن انگون اب تیری زندگی کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ تو
شامان اور روبا کو قتل کر دے۔ اگر تو نے ایسا کر دیا تو یہ سمجھ لے کہ جو کچھ تو چاہے گا

اس میں' میں تیرا ساتھ دوں گا۔ میں تجھے ان دونوں سے زیادہ شہرت اور عزت دلاؤں گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے اور میں جو کہتا ہوں اس سے انحراف نہیں کرتا۔''

''رب عظیم تجھ پر برکتیں نازل کرے۔ جو کام تو نے میرے سپرد کیا ہے اب اسے انجام دینا میری زندگی کا پہلا مقصد ہے اور یہ مت سمجھنا کہ میں کسی صلے کے عوض یہ کام کروں گا بلکہ اب یہ میرے لیے انتہائی ضروری ہے۔''

تبوریہ نے گردن ہلائی اور اس کے بعد ان دونوں کو واپس قید خانے میں نہیں پہنچایا گیا بلکہ انہیں ایک جھونپڑے میں رہنے کے لیے جگہ دی گئی اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست کر دیا گیا۔ پھر کئی دن یہاں گزر گئے اور اس دوران تبوریہ ان کی واپسی کی تیاریاں کرتا رہا۔ آخر کار اس نے انگون کو زہر کا ایک پیالہ دیا اور بتایا کہ اسے احتیاط سے اپنے لباس کے اندر چھپا لے اس زہر کی تھوڑی سی مقدار ان دونوں کا کام تمام کرنے کے لیے کافی ہو گی۔

اس نے انہیں بتایا کہ ان دونوں کی واپسی کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ دو اعلیٰ نسل کے گھوڑے' اس کے علاوہ ساتھ لے جانے کے لیے کھانے پینے کی اشیاء بھی وافر مقدار میں مہیا کر دی گئی ہیں۔ وہ ان گھوڑوں کو لے جا سکتے ہیں۔ انگون پرسکون ہوا تھا ورنہ شاید اسے آخری وقت تک اس بات کی امید نہیں تھی کہ زندگی جس مشکل کا شکار ہو گئی ہے' اس سے نجات حاصل ہو سکے گی۔ آخر کار تبوریہ نے انہیں بستی کے سرے پر الوداع کیا اور انگون کی تیز رفتاری دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ کیونکہ انگون اس وقت جس شان سے گھوڑا دوڑا رہا تھا وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ زاما بار بار پیچھے رہ جاتا تھا۔ یہ تیز رفتاری انگون نے اس وقت تک جاری رکھی جب تک کہ سورج زمین سے اپنے سائے سمیٹ کر رخصت نہ ہو گیا اور فضا میں اندھیرا نہ اتر آیا۔ تب کہیں جا کر گھوڑے کی رفتار میں تھوڑی سی کمی واقع ہوئی تھی۔ زاما حیران تھا کہ انگون میں یہ قوتیں نجانے کہاں سے آ گئیں' لیکن جب انگون گھوڑے سے اترا تو زمین پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے آسمان کو گھور رہا تھا جیسے اس کی جان نکل رہی ہو اور یہ اس کے آخری لمحات ہوں۔ زاما اس کے قریب پہنچ گیا۔

''کیا بات ہے رئیس اعظم! اس وقت تو تو نے گھوڑ سواری میں شامان ہی کا نمونہ پیش کیا ہے۔ تیری شہ سواری دیکھ کر آج میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مستقبل میں تو یقیناً مدبر اعلیٰ بنے گا۔''

''دیکھ اگر تو نے بکواس کی تو میں تیری زبان کھینچ کر تیرے ہاتھ پر رکھ دوں گا۔ گدھے کے بچے! میری کمر کی ہڈی بالکل اکڑ کر رہ گئی ہے۔ احمق میں شہ سواری کا مظاہرہ کر کے کوئی کارنامہ سرانجام دینے کی کوشش نہیں کر رہا تھا بلکہ اس منحوس بستی سے اتنی دور نکل آنا چاہتا تھا کہ اس کا نشان تک نظر نہ آئے۔ آہ۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ کمینہ سردار اپنا ارادہ نہ بدل دے اور دوبارہ مجھے گرفتار کرنے کی کوشش نہ کرے۔ میرا جوڑ جوڑ ہل کر رہ گیا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں شہ سواری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ آہ۔ شاید میں کئی دن اس جگہ سے اٹھنے کے قابل نہ رہوں۔''

زاما نے بمشکل تمام اپنی ہنسی دبائی تھی' تو یہ تھا انگون کی شہ سواری کا راز۔ بہرحال وقت گزرتا رہا انگون واقعی اس طرح زمین پر پڑا تھا کہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ رات کو بمشکل تمام اس نے تھوڑا بہت کھایا پیا اور ساری رات کمر میں درد ہونے کی وجہ سے کراہتا رہا۔ زاما کو بار بار ہنسی آ رہی تھی' لیکن وہ جانتا تھا کہ اگر اس وقت اس کی ہنسی انگون نے سن لی تو شاید سب سے پہلے وہ اسے ہی زہر کا شکار کرنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ احتیاطاً وہ خاموش ہی رہا تھا۔ ویسے واقعی وہ اس بستی سے اتنی دور نکل آئے تھے کہ عام حالات میں شاید کئی دن اس سفر میں کٹ جاتے۔

☆......☆......☆

کچھ دیر تک تو دونوں خاموشی سے یہ آوازیں سنتے رہے۔ کمال نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ جہانگیر شاہ نے اسے دیکھا اور بولا۔

''کیوں خیریت۔''

''آہ۔ اس برے وقت کوکوس رہا ہوں جب یہ سب کچھ ہوا تھا۔ کیا انوکھی زندگی ہو گئی ہے۔ اب یہ آوازیں خدا کی پناہ! میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ یقیناً بدروحوں کی آوازیں ہیں۔

''اگر بدروحیں بھی ہیں۔ تب بھی ہمیں دیکھنا چاہئے کمال! یار تو کمال کا آدمی ہے۔ باہر کی دنیا میں اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی دلچسپیاں تھیں' لیکن ایسے کتنے لوگ ہوتے ہیں جو ایک ایسی انوکھی دنیا کو دیکھیں جس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو' لیکن جو دلچسپ ہو۔ اب تک ہمارے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں کیا وہ دلچسپ نہیں ہیں۔ ذرا آ تو سہی دیکھیں یہ کس کی آوازیں ہیں۔'' کمال نے کوئی جواب نہیں دیا' لیکن جہانگیر شاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چٹان کی دوسری جانب پہنچ گیا۔ چٹان سے کچھ فاصلے پر اسے ایک انسانی ہیولا نظر آیا۔ رونے کی آوازیں اسی کے منہ سے خارج ہو رہی تھیں۔ جہانگیر شاہ چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا۔ وہ جو کوئی بھی تھا گھٹنوں میں منہ دبائے بڑے دلدوز انداز میں رو رہا تھا۔

رونے والے کی آواز سے اندازہ ہو گیا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ ایک کمزور اور لاغر عورت۔ وقت تبدیل ہو گیا تھا ان لوگوں کی فطرتیں بدل گئی تھیں۔ بدلی ہوئی ہواؤں میں وہ اپنے آپ کو پہلے سے بہت مختلف محسوس کرتے تھے۔ جہانگیر شاہ بھی

وہ جہانگیر شاہ نہیں رہا تھا۔ اس کے دل میں ہمدردی ابھر آئی اور وہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا اس عورت کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اس کے بعد اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے؟ کون ہے تو اور کیوں رو رہی ہے؟'' عورت نے سہمی ہوئی نگاہوں سے جہانگیر شاہ کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر مظلومیت چھائی ہوئی تھی' بالوں میں ہلکی ہلکی سفیدی تھی۔ شاید غربت اورافلاس نے اسے اس حالت تک پہنچا دیا تھا۔ اس کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور آنکھوں سے مظلومیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ جہانگیر شاہ کے دل میں ہمدردی کا جذبہ مزید بڑھ گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیا بات ہے ماں جی' تم کیوں رو رہی ہو؟ اول تو اس ویرانے میں تمہاری تنہا موجودگی میرے لیے باعث حیرت ہے'' عورت نے کسی قدر لرزتی آواز میں کہا۔

''آہ۔ میرے بچے کیا تو وہی ہے جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا۔ کیا کومان نے مجھ سے تیرے ہی بارے میں کہا تھا' اگر ایسا ہے میرے بچے تو تو نے بہت دیر کر دی ہے۔ میں بے حد پریشانیوں کا شکار ہوں ۔ بے حد مظلوم ہوں میرے شوہر کی حالت انتہائی خراب ہو گئی ہے۔ وہ موت کے قریب پہنچ گیا ہے اگر وہ مر گیا تو میں اس ویرانے میں اکیلی رہ جاؤں گی اور آخر کار میں بھی بھوک سے بلک بلک کر مر جاؤں گی' لیکن ابھی میرے مرنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے جینا ہے مجھے جینا ہے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک .... جب تک۔'' عورت نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''کہاں ہے تیرا شوہر اور اسے کیا تکلیف ہے۔ ہمیں جو تکلیف ہے اس کے بارے میں تو میں تمہیں ابھی کیا بتاؤں۔ اگر ہو سکے تو میرے شوہر کی مدد کرو تمہارا اتنا احسان مانوں گی کہ اس کے بعد احسان کا درجہ ختم ہو جائے۔''

''آپ میرے ساتھ آیئے اور بتایئے آپ کا شوہر کہاں ہے۔'' جہانگیر شاہ نے نرم لہجے میں کہا۔ ادھر پیچھے سے کمال بھی اس کے قریب پہنچ گیا تھا اور جب

دونوں آگے بڑھے تو کمال ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ اسے اس بات پر حیرت تھی اب بھی اس کے دل میں شکوک تھے کہ بھلا اس ویرانے میں کسی انسان کے وجود کا جواز ہو سکتا ہے۔ یہ جگہ تو آبادی سے بہت دور تھی اور کوئی بھی یہاں زندگی نہیں بسر سکتا تھا۔ پھر یہ عورت کون ہے۔ بہرحال وہ جہانگیر شاہ کو لیے ہوئے غار کے قریب پہنچ گئی۔ غار کے اندر سے مدھم مدھم روشنی آ رہی تھی۔ جہانگیر شاہ بغیر کسی خوف کے غار کے اندر پہنچ گیا حالانکہ کمال کے اندر تھوڑا سا خوف تھا' لیکن اس وقت اس کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ پھر اس نے اس شخص کو دیکھا جو ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔

وہ زمین پر لیٹا ہوا تھا اس کے بال سفید تھے اور داڑھی سینے پر بکھری ہوئی تھی۔ لباس بوسیدہ تھا حالت کافی خراب نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں اس کے قریب پہنچ گئے اور جہانگیر خان جھک کر اسے دیکھنے لگا۔ بوڑھے کی سانس چل رہی تھی وہ زندہ تھا۔ جہانگیر شاہ نے ایک بار پھر عورت سے پوچھا۔

''مگر انہیں کیا تکلیف ہے۔''

''دو دن ہو گئے اس طرح لیٹے ہوئے ہیں' پہلے دن سینے میں درد بتا رہے تھے۔''

''اچھا میں کوشش کرتا ہوں کہ ان کے لیے کچھ کروں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے عقب میں دیکھا کمال کے چہرے پر بھی اب ہمدردی کے آثار نظر آ رہے تھے۔'' اس نے کہا

''کمال! فوراً ہی خشک لکڑیاں لے کر آگ جلا دو۔ اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ اس کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔'' کمال نے اس وقت جہانگیر شاہ کی بات کو نظرانداز نہیں کیا تھا کیونکہ معاملہ ایک انسانی زندگی کا تھا۔ وہ خاموشی سے باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد اس نے آگ روشن کر دی۔ اور جہانگیر شاہ نے آگ پر تھوڑا سا پانی گرم کیا اور اس کے بعد اس میں چند بوٹیاں بھگو کر ان کی چائے جیسی چیز بنائی اور اس کے بعد وہ اس غار میں آ گیا۔ بوڑھے شخص کے ہونٹوں کو کھول کر اس چائے کے قطرے اس کے منہ میں ٹپکائے اور اس کے ساتھ ہی اس کے سینے کی مالش بھی

شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد بوڑھے کی حالت میں خاصی تبدیلی رونما ہونے لگی اس نے آنکھیں کھول دیں' لیکن اس کی آنکھیں جہانگیر شاہ کے چہرے پر اس طرح رہ گئیں جیسے اس کی آنکھوں میں بینائی موجود نہ ہو۔ بہرحال جہانگیر شاہ اس کی تیمارداری کرتا رہا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد بوڑھے کی طبیعت خاصی بہتر ہو گئی۔ اس نے ہاتھوں کو جنبش دی اور سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی تو جہانگیر شاہ نے نرم لہجے میں کہا۔

''نہیں محترم بزرگ لیٹے رہو ابھی اپنی توانائی کو خرچ نہ کرو۔ بوڑھے کی آنکھوں میں جیسے روشنی واپس آ گئی تھی اس نے جہانگیر شاہ کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

''مجھے اٹھا کر بٹھا دے نوجوان میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری مدد کی۔'' بہرحال جب جہانگیر شاہ نے دیکھا کہ بوڑھا اٹھنے کے لیے ضد کر رہا ہے تو اس نے بوڑھے کو اٹھا کر ایک دیوار سے ٹیک لگا دی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے کر عورت کو دیکھنے لگا عورت کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو رہے تھے کہ منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔

''آہ۔ رب عظیم ان لوگوں کو زندگی کی ہر خوشی نصیب کرے۔ ہمباریہ تو بچ گیا ہے ہمباریہ۔ میرے بچو! میں تمہیں کیا دعا دوں۔ کون سی دعا دوں میں تمہیں۔ میری دعائیں بے اثر ہیں' لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکوں گی کہ رب عظیم دنیا کی تمام نعمتوں سے تمہیں نوازے۔'' عورت کی آواز بھرا گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''تمہاری یہ دعا ہمارے لیے بہت قیمتی ہے اماں بی۔ لیکن تم اور تمہارا شوہر اس ویرانے میں کیا کر رہے ہیں۔ تم دونوں نے ان ویرانوں کو اپنا مسکن کیوں بنا رکھا ہے۔''

''میں...... میں تمہیں کیا بتاؤں۔ بہتر ہے کہ اس بارے میں ہمباریہ ہی فیصلہ کرے۔'' عورت نے کہا۔ دونوں بے حد غمزدہ نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے

بعد ہمباریہ نے گردن اٹھائی اور بولا۔

آہ۔ کیا بتاؤں میں تمہیں تم نے جو ہم پر احسان کیا ہے نوجوان تمہیں تمہا
خواہش پر اپنے بارے میں بتائے دیتا ہوں۔ حالانکہ عرصہ بیت گیا ہم کسی انسان
نہیں ملے۔ بس یہاں ہم زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں بلکہ یوں سمجھو موت کا انتـ
کر رہے ہیں۔ سنا ہے موت تمام غموں سے آزاد کر دیتی ہے۔ ہم اپنے درد کا مداوا
نہیں کر سکتے لیکن سنا ہے کہ موت تمام چیزیں بھلا دیتی ہے۔ آہ۔ ہم اسی دلکش مو
کا انتظار کر رہے ہیں۔ بہرحال چونکہ تم نے ہم سے ہمارے بارے میں پوچھا ہے ا
لیے اخلاقی طور پر تمہیں بتانا بھی ضروری ہے۔

میرا نام ہمباریہ ہے اور یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بستی آباد ہے نجا
کتنی پرانی بات ہے۔ اب تو یوں لگتا ہے جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔ کتنے موسم بہ
گئے ہوں۔ پہلے میں سوہا بستی کا سردار تھا اور سوہا کے سردار کی حیثیت سے میں۔
سوہا کے لوگوں کی محبتیں سمیٹی ہوئی تھیں۔ پھر یوں ہوا کہ ہماری بستی کے شخص نے ایک
عورت کو دریا کی لہروں میں بہتا ہوا پایا۔ اس کا جسم جھاڑیوں میں اٹک گیا تھا۔
شخص اس عورت کے سحر میں گرفتار ہو گیا جو زندہ تھی اور بعد میں اس نے اس عورت
سے شادی کر لی۔ اس عورت کا نام نردانہ تھا' لیکن واقعات اور حالات نے ثابت کیا
کہ وہ غیر انسانی مخلوق تھی۔ اس کے بعد ان تمام باتوں کی تصدیق ہو گی۔

وہ ناگ نگر کی نگینہ تھی اور ناگ نگر کی ایک طلسمی آبادی ہے جہاں سانپ
رہتے ہیں صرف سانپ۔ طلسمی دنیا کی روائتیں عجیب ہیں۔ یہ سنا گیا ہے کہ وہاں کی
عورت سب سے خوبصورت ہوتی ہے وہی اس جگہ کی حکمراں ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی
نردانہ اپنی ماں کی موت کے بعد سرداری حاصل نہ کر سکی کہ وہ ان کے معیار کی
خوبصورت نہیں تھی۔ اس لیے ملکہ نہیں بن سکتی تھی پھر وہ دریائے لانا کی جانب نکل
آئی۔ جہاں اسے کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جس کی قربت حاصل کر کے وہ ایک
خوبصورت لڑکی کو جنم دے اور یہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہی ہوا' لیکن بستی
سوہا میں اس کی وجہ سے غیر اخلاقی قدروں کا اضافہ ہو گیا۔ جس کی بنا پر میں نے

کی موت کے بعد اس عورت کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر وہ دریائے لانا کے کنارے
آباد ہو گئی' لیکن میرے اس عمل سے اسے مجھ سے دشمنی پیدا ہو گئی۔ اس نے مجھ سے
انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا یہاں تک کہ جب میں نے اپنے بیٹے طارس کو تخت پر بٹھایا
اور اسے سرداری سونپی سوہا کے لوگوں کی ہدایت کے مطابق تو اس نے طارس پر اپنا
سایہ ڈال کر اسے بے ہوش کر دیا۔

طارس زندگی اور موت کے درمیان معلق ہو گیا نہ اسے موت آتی تھی اور نہ
ہی وہ زندگی پا سکتا تھا۔ میری دنیا تاریک ہو گئی کیونکہ طارس میرا اکلوتا بیٹا' میری کل
کائنات تھا۔ میں اسے لے کر چل پڑا ناگ نگر کی تلاش میں جہاں میں اسے عورت
سے رحم کی بھیک مانگنا چاہتا تھا' لیکن ایک بوڑھے درویش نے میرا راستہ روک دیا اور
کہا کہ میں انتظار کروں ان لوگوں کا جو میرے پاس آئیں گے اور میری مشکل کا حل
دریافت کریں گے۔ اب تو طویل عرصہ بیت گیا ہے کہ میں یہاں ہوں کہ کوئی میرے
پاس نہیں آیا۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے ایک عرصے کے بعد مجھ سے ملاقات کی ہے۔
سوہا والے مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے' لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ میں کہاں ہوں'
کہاں آباد ہو گیا ہوں۔ وہ کچھ نہیں جانتے میرے بارے میں اور میں نے بھی انہیں
اپنے بارے میں نہیں بتایا۔ آہ۔ وہ افراد جو میرا مسئلہ حل کریں گے ان میں سے ایک
کا نام شامان اور دوسرے کا روبا ہے۔ بہرحال یہ الفاظ سن کر جو بھی کیفیت ان دونوں
کی ہو سکتی تھی وہی ہوئی۔ وہ سکتے میں رہ گئے تھے۔ خاصی دیر تک خاموشی طاری رہی
پھر بوڑھے نے دوبارہ سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

''میرا بیٹا طارس ڈھکا لیٹا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کا جسم جوں کا توں
ہے۔ نہ وہ زندہ ہے اور نہ مردہ وہ سو رہا ہے۔ گہری نیند ان کے انتظار میں جو اس کی
مشکل کا حل دریافت کریں گے۔'' جہانگیر شاہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ کمال بھی حیران تھا
سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے بظاہر بوڑھے ہمباریہ کی کہانی ناقابل
یقین سی تھی۔ ایسی باتوں پر یہاں کم از کم ان پراسرار وادیوں میں یقین کیا جا سکتا تھا
کیونکہ بہت سی داستانیں اس دوران ان لوگوں کے سامنے آ چکی تھیں۔ لہٰذا ہمباریہ

نے اول تا آخر تمام داستان انہیں سنا دی۔ بہرحال جہانگیر شاہ نے کہا۔

''بے شک یہ بڑی حیران کن کہانی ہے' لیکن میرے معزز! بزرگ تم نے جو کچھ کہا غلط نہیں کہا ہوگا۔ یہ بتائیں کہ ناگ نگر میں واقعی عورت کی حکمرانی ہے۔''

''جادو کی بستیوں کے اسرار بھی عجیب ہوتے ہیں۔ کاش میں اس بات کو غور کر کے تمہیں صحیح طور پر جواب دے سکتا' لیکن مجھے یہی بتایا گیا تھا اور یہ کہنے والا وہ بوڑھا درویش جو خود بھی ایک سانپ یعنی ناگ نگر ہی کا باشندہ تھا کیونکہ میں نے اور میری بیوی کشکا نے اپنی آنکھوں سے اسے وہ کچھ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ کشکا تو ذرا اس نوجوان کو یہ بات بتا۔ بوڑھے درویش کا واقعہ کیا ہے۔'' کشکا نے درویش کی پوری کہانی سنا دی۔ یہ کہانی سن کر جہانگیر شاہ نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر اس نے سوال کیا۔

''کیا تیرا بیٹا طارس یہیں کہیں قریب ہی موجود ہے؟''

''ہاں۔ ہم نے اسے ایک اور غار میں رکھا ہے اور وہیں ہم اس کی پرورش کر رہے ہیں۔ تم یقین کرو ہم اسے ننھے سے بچے کی طرح پال رہے ہیں۔''

''کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟'' جہانگیر شاہ نے کہا اور اس نے کمال کے چہرے پر اطمینان کے آثار پائے۔ گویا کمال کے ذہن میں بھی یہ بات موجود تھی کہ کم از کم اس واقعہ کی تصدیق کرنے کے لیے دیکھا تو جائے۔ بزرگ فوراً تیار ہو گیا۔ اس نے کہا۔

کیوں نہیں جوان! اس کہانی سے واقف ہو چکا ہے تو اسے دیکھ بھی لے تو کیا حرج ہے۔ آہ۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ بوڑھا درویش بھی یہیں موجود ہے۔ اسے ہم نے کئی بار دیکھا ہے۔ وہ یہیں انہی پہاڑوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے وہ۔ ویسے وہ بے حد ضعیف ہو گیا ہے اور طویل عرصے سے بیمار ہے۔ میں اگر ان حالات کا شکار نہ ہوتا تو ضرور اس کی تیمارداری کرتا۔ ہمارے لیے وہی غنیمت ہے کہ کبھی کبھی ہمارے پاس آ جاتا ہے' ہمیں اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ ایک نہ ایک دن بہرحال کچھ لوگ آئیں گے جو ہمارے بیٹے کے لیے زندگی بن جائیں گے۔

کبھی کبھی وہ اپنی دیوانگی میں عجیب وغریب باتیں کرتا ہے اور ہمارے دلوں میں امید کی روشنی جلا دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ آخر تک یہی کہتا رہے گا طارس زندگی پائے گا اسے وہ تمام مسرتیں حاصل ہوں گی جس کا تصور ہمارے دلوں میں ہے۔ بہرحال جہانگیر شاہ نے کمال کی طرف دیکھا۔ کمال نے دوسری جانب منہ کر لیا۔ وہ ذرا سا الجھن میں تھا۔

ناگ نگر کا قصہ یقینی طور پر بہت ہی دلچسپ تھا اور دریائے لانا کا وہ اختتام بھی ان کے لیے نہایت پراسرار تھا۔ جس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ دریائے لانا زمین کی گہرائیوں میں گم ہو جاتا ہے اور اوپر سے صحیح راستہ نظر آتا ہے۔ ایسا دریا اس سے پہلے نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ بھلا اس دلچسپی سے انکار کیسے کیا جا سکتا تھا۔ اور کمال کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا' لیکن جہانگیر شاہ اس وادی میں آنے کے بعد خاصی دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ اسے بہت ہی لطف آ رہا تھا ان جنگلوں' پہاڑوں میں گھومنے پھرنے میں۔ خاص طور سے انہیں جو دو نام ملے تھے وہ بڑی دلکشی کا باعث تھے۔ گویا وادیوں میں یہ نام پراسرار حیثیت کے حامل ہیں۔ اور ان ناموں کے ساتھ ہر قسم کی بھلائی وابستہ کر دی گئی ہے۔ کمال کی کیفیت بھلا کیسے نہیں جانی جا سکتی تھی۔ کیونکہ اس کا بھی اس دنیا میں کوئی بھی نہیں تھا۔ بہرحال انہوں نے بوڑھے کو سہارا دے کر اٹھایا۔ بوڑھے نے کہا۔

''اپنے بیٹے کے پاس جا رہا ہوں اور نجانے کیوں مجھے یہ لگ رہا ہے جیسے میرے جسم میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی ہے۔ میں تیرے ساتھ چل سکتا ہوں جوان اور ایسے بھی اس غار کا فاصلہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ کشکا تو میرا سہارا بن۔'' بوڑھے نے کہا اور عورت بوڑھے کے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر وہ سب آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے اور کچھ دیر کے بعد اس غار کے قریب پہنچ گئے۔ جس کے اندر طارس سو رہا تھا۔ جہانگیر شاہ نے اس نوجوان کو دیکھا جو پتوں میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ تروتازہ تھا اور آنکھیں بند تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ گہری نیند سو رہا ہو۔ جہانگیر شاہ کو اس بات کا احساس ہوا کہ طویل عرصے تک بغیر کسی خوراک کے وہ ان پتوں میں ڈھکا ہوا

زندہ ہے۔ تو اسے بوڑھے ہمباریہ کی بات پر یقین آ گیا کہ وہ کسی پراسرار کیفیت کے زیراثر ہے۔ طارس کو دیکھ کر جانے کیوں جہانگیر شاہ کو ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔ کیسا خوبصورت جوان ہے اور کیسی مصیبت کا شکار۔ یقینی طور پر ناگ نگر کی ناگن نزدانہ نے اسے گہری سانسوں کے ذریعے سلا دیا ہے۔ وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا

''وہ درویش کہاں ہے۔ کیا تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہیں۔''

''ہاں کیوں نہیں وہ جو سامنے پتھریلا غار نظر آ رہا ہے۔ وہ جس کی چوٹی پر چھوٹے چھوٹے درخت لگے ہوئے ہیں درویش انہی غاروں میں رہتا ہے اور اس وقت وہ یہیں موجود ہے۔''

''اگر میں تجھ سے کہوں کہ ہمیں اس درویش کے پاس لے چل تو کیا تو ہمارے ساتھ چل سکتا ہے۔''

''آہ۔ میرے دوستو میرا دل نجانے کیسے کیسے احساسات کا شکار ہے۔ تم نہیں جانتے کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میرے عزیز ساتھیو! اس وقت اگر تم مجھے اس کائنات کے آخری سرے تک بھی لے چلو تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''تو ٹھیک ہے بزرگ عورت۔''

''ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آؤ ہم تمہیں اس درویش کے پاس لے چلیں۔ تب انہوں نے ایک آخری نگاہ سوتے ہوئے طارس پر ڈالی اور پھر سب غار کے دہانے سے باہر نکل آئے۔ فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس غار کے قریب پہنچ گئے جس کے اندرونی حصے میں ایک مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی ایک عقبی سوراخ سے اندر آ رہی تھی۔ مدھم روشنی میں بوڑھے درویش کا ڈھانچہ نما جسم زمین پر ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ اگر جسم میں کوئی جنبش ہوتی تو اسے زمانہ قدیم کا کوئی پراسرار وجود سمجھا جا سکتا تھا۔ بوڑھے کے جسم پر ہڈیوں کے علاوہ کھال تھی، گوشت کا نام و نشان نہیں تھا' لیکن اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور پھر اس کی لاغر

آواز نے ان کا استقبال کیا۔ اس نے گردن گھما کر جہانگیر شاہ اور کمال کو دیکھا اور پھر چونک پڑا پھر اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔

آ گئے۔ ہاں۔ ان دونوں کو تمہارا ہی انتظار تھا۔ میں کہتا تھا ہمباریہ کہ وقت اپنی کہانی خود بخود آگے بڑھاتا ہے۔ میں نے انہی کے بارے میں پیش گوئی کی تھی اور یہ دونوں تیرے پاس پہنچ گئے۔ ان میں ایک شامان ہے دوسرا روبا۔ شامان اور روبا تیری مشکل کا حل۔ اور اسی وقت ہمباریہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور بولا

''آہ۔ میرا دل مختلف انداز میں دھڑک رہا تھا میں نے کہا تھا نا تم سے کہ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں اور اس سوچ نے ہی میرے جسم میں توانائی دوڑا دی ہے۔'' ہمباریہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ بوڑھے درویش نے ایک انگلی اٹھائی اور جہانگیر شاہ کو اپنے پاس بلانے کا اشارہ کیا پھر آہستہ سے بولا۔

''سنو۔ میرا علم بے معنی نہیں ہے۔ زمانہ قدیم اور زمانہ جدید میں گہرا رشتہ ہے۔ اگر تم یہ سوچو کہ تم وہ نہیں ہو جو تمہیں کہا جا رہا ہے تو وہ غلط ہے۔ تاریخ میں نجانے کیا کیا انوکھے پراسرار واقعات درج ہوتے ہیں۔ اس وقت اس علاقے کی بہت سی مصیبتیں تمہارے لیے موجود ہیں اور تقدیر نے تم پر بہت سے فرائض عائد کیے ہیں۔ تمہارا پہلا فرض بوڑھے ہمباریہ کی مشکل کو دور کرنا ہے اور یہ تم ہی کرو گے۔ یہ نہ سوچنا کہ تم وہ نہیں ہو۔ جنہیں ایک اجنبی نام سے پکارا گیا۔ یہ کائنات کے پراسرار کھیل ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے تاحد نظر بکھری ہوئی کہکشاں جن میں سیارے کا اپنا ایک عمل ہے۔ ہر سیارہ اپنی انوکھی داستانیں اور کہانیاں رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کے بعد ہاتھ پاؤں سیدھے کر لیے۔''

وہ لوگ اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک ہی یوں محسوس ہوا جیسے بوڑھے کے اندر زندگی کا عمل ختم ہو گیا ہو۔ اس حیران کن واقعہ کو غور سے دیکھا گیا تو اندازہ ہوا کہ وہ مر چکا ہے اور اب اس کا بدن بے جان ہے۔ گویا وہ انہی کے انتظار میں تھا۔ وہ سب اس کے نزدیک بیٹھ گئے اور ہمباریہ کی آواز ابھری۔

"آہ۔ دیکھو کچھ لوگ کسی مقصد کے لیے جیتے ہیں' لیکن اس نے میری زندگی میں اضافہ کر دیا ہے۔ اگر کوئی اسے دیوانہ سمجھے تو یہ خود اس کی دیوانگی ہے۔ میرے بچو میں تم سے کیا کہوں۔ وقت نے تمہیں توانائی دی ہے اور تم پر لازم ہے کہ کمزوروں کی مدد کرو۔ ہم اس بزرگ کی تدفین کریں گے۔ کیا تم ہمارا ساتھ دو گے؟"

"کیوں نہیں۔" جہانگیر شاہ نے کہا۔ کمال نے اس دوران مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی' لیکن ان واقعات کا اس کے ذہن پر بھی اثر تھا۔ بہرحال بوڑھے کو ایک جگہ گڑھے میں اتار کر اس پر پتھروں کے ڈھیر رکھ دیئے گئے اور اس کے بعد وہ لوگ انہیں لے کر اپنے غار میں آ گئے۔ کھانے پینے کے لیے جو انتظام کیا جا سکتا تھا وہ کیا گیا اوراس کے بعد وہ لوگ شکم سیر ہو گئے۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے ایک گوشتہ اپنایا۔ تو جہانگیر شاہ ہنس کر بولا۔

تجھ پر عجیب سی خاموش طاری ہو گئی ہے کمال! کیا تو ان واقعات میں دلچسپی نہیں لے رہا۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ ہم اس دنیا سے بالکل ہی کنارہ کش ہو چکے ہیں اور ہماری زندگی کے بقیہ لمحات اسی دنیا میں گزریں گے۔"

"تیری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی اس دنیا میں ہمارے لیے کون سی شاندار زندگی تھی وہ تو شکر ہے ڈاکٹر گریٹ کا کہ اس نے ایک گریٹ عمل کیا ہے۔ ارے پاگل! اس دنیا کے لوگ ہمیں بھلا کہاں چھوڑتے اگر اسی دنیا میں ہمارا کوئی سہارا حاصل ہو جائے تو سمجھ لے زندگی بہت دلچسپ گزرے گی۔"

"مگر مصیبت تجھ جیسے خشک آدمی کی ہے۔ اگر کوئی حسین چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا بھی ہے تو تو اسے ہضم نہیں کر پاتا۔ میں نے تو اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ میری زندگی میں کوئی بھی حسین عورت آئے گی تو میں اسے اپنی زندگی میں شامل کر لوں گا۔"

"چاہے وہ نردانہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک خوبصورت ناگن۔"

"ہاں زندگی کے کچھ لمحات تو دلکش گزر جائیں گے اس کے بعد موت تو ہر

رف موجود ہے۔" کمال نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی اگر کوئی صورتحال پیش آئی تو میں تیرے راستے میں نہیں آؤں گا۔" پھر وہ لوگ کھانے پینے کا بندوبست کرنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد وہ شکم سیری کر رہے تھے۔ اس دوران کمال نجانے کیوں گہری نگاہوں سے جہانگیر شاہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ کھاتے ہوئے اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"اور مجھے وہ بیوقوف یاد آ رہے ہیں جن میں سے ایک کا نام انگون اور دوسرے کا مجھے یاد نہیں کیا تھا' لیکن بہرحال وہ تھے بڑے بیوقوف نجانے کیسی مصیبت کا شکار ہوئے ہوں گے۔"

"جہنم میں جائیں۔ کیا میں شامان اور تو روبا ہے۔ اصل میں یہ ساری آبادی ہی الٹی ہے۔ اگر کبھی ہمیں ڈاکٹر گریٹ تک پہنچنا نصیب ہوا تو اس سے اس آبادی کے بارے میں سوال ضرور کریں گے۔ کچھ پتہ ہی نہیں چل رہا کہ اس کا سر پیر کہاں ہے۔ اب یہ کہانی جو ان دونوں مظلوموں کی زبانی سننے کو ملی اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔"

"سوائے ایک بات کے۔"

"وہ کیا؟"

"ناگ نگر کی نگینہ فراخدل تھی۔ بے شک سوہا کے لوگ اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال دیتے تھے' لیکن بات تو وہی آ جاتی ہے زندگی خطرے میں ڈالے بغیر بھلا ہو بھی کیا سکتا ہے۔ ویسے تیرا کیا ارادہ ہے؟"

"میرا ارادہ تو خود جانتا ہے۔ مجھے ناگ نگر کی اس ناگن سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو صرف دیکھنا چاہتا ہوں کہ سانپوں کی آبادی کیسی ہوتی ہے۔ یہ بھی میری زندگی کا ایک بہترین تجربہ ہو گا۔ میں وہاں جاؤں گا اور کوشش کروں گا کہ اس مظلوم بڑھے کی مشکل دور ہو سکے اور طارس اپنی دنیا میں واپس آ سکے۔ ویسے بھی کہانی بہت دلکش ہے۔ ذرا دیکھیں تو سہی کہ دریا زیر زمین کیسے جاتا ہے اور ذرا یہ بھی دیکھیں کہ

سانپوں کی مملکت میں زندگی کس طرح سانس لیتی ہے۔''

جہانگیر شاہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ صبح جب تیری آنکھ کھلے گی تو تو دیکھے گا کہ اس ویرانے میں کسی انسان کا وجود نہیں ہے۔ یہ جنگل کی کہانیاں ہیں جو مختلف شکلوں میں سامنے آتی رہتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارا پراسرار چکر ڈاکٹر گریٹ ہی کا ہے۔ نہ کسی بوڑھے ہمباریہ کا وجود ہے نہ اس کی بیوی اور بیٹے کا اور ایسا ہی وہ درویش بھلا کوئی ماننے والی بات ہے کہ سانپوں کی مملکت سے ایک عورت آئے اور ایسی پراسرار کہانیاں جو دادی اماں سنایا کرتی تھیں۔ اس سائنس کے دور میں بھی وجود میں آجائیں۔'' جہانگیر شاہ ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔

''یہ سائنس کا دور نہیں ہے تو اس بات کو بھول گیا کہ ہم ڈاکٹر گریٹ کی انوکھی مشین کے ذریعے نجانے دنیا کی عمر کے کون سے حصے میں ہیں۔''

''ایسی احمقانہ باتیں' پاگل سائنسدان یا پھر اخبار والے یا پھر بے پر کی اڑانے والے مصنف کیا کرتے ہیں۔ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔''

''تو پھر تو اس مشین کے ذریعے اس نئی دنیا میں ٹرانسفر کیسے ہو گیا۔'' جہانگیر شاہ نے سوال کیا اور کمال خاموش ہو گیا۔ بہرحال کمال اسے سمجھاتا رہا اور جہانگیر شاہ ہنستا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

''اگر تاریخ نے ہمیں اپنے کسی دور میں الجھا لیا ہے تو یہ ایک دلچسپ مسئلہ ہے ذرا دیکھیں تو سہی کہ تاریخ اس سے آگے کیا کہتی ہے اور اگر تو یہ کہتا ہے کہ نہ بوڑھے ہمباریہ کا وجود ہے نہ اس کی بیوی کشکا کا اور نہ ہی اس کہانی کا جسے نردانہ جیسی پراسرار ناگن کی حیثیت سے مشہور کیا گیا ہے تو پھر تو یہ سمجھ لے کہ ہماری کوئی مشکل' مشکل نہیں رہ جاتی۔ صبح کو اگر یہاں کوئی نمودار نہ ہوا تو ظاہر ہے اس کے بعد ناگ نگر کی تلاش ایک احمقانہ عمل ہو گا اور ہم اسے سرانجام نہیں دیں گے۔ لیکن اگر وہ دونوں موجود ہوئے تو پھر ظاہر ہے ہمیں ناگ نگر کی تلاش کرنی پڑے گی۔''

''بڑی خوشی سے۔ ہم دونوں یہاں تک ساتھ آئے ہیں' لیکن آگے چل کر اگر تو میرا ساتھ نہ دے تو مجھے کوئی شکایت نہیں ہو گی تجھ سے تو جہاں بھی چاہے جا

سکتا ہے۔ اپنے لیے واپسی کے راستے تلاش کر سکتا ہے۔

میں واپسی کے راستے تلاش کرنے کے بجائے اس معصوم آدمی کو تلاش کروں گا جو نجانے کون سے سچے خواب دیکھتا ہے۔ یار ایسا لگتا ہے جیسے واقعی مصیبت نے ہمارا پیچھا گھیر لیا ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ جیل میں ہی زندگی گزارتے۔''

''اب فضول باتیں کتنی دیر تک کرے گا۔ میں سونا چاہتا ہوں۔'' جہانگیر شاہ نے کہا اور کمال گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ جہانگیر شاہ تو گہری گہری سانسیں لے کر اپنے سونے کا اظہار کرتا رہا تھا' لیکن کمال بہت دیر تک جاگتا ہوا نجانے کیا کیا سوچتا رہا تھا۔

☆......☆......☆

لیکن بہرحال کمال کی تقدیر میں وہ سب کچھ نہیں تھا جو وہ خواب کے عالم میں سوچتا رہتا تھا۔ یعنی یہ کہ آنکھ کھلے تو اسے پتہ چلے کہ جو واقعات بیت رہے تھے وہ صرف ایک خواب تھے اور اب یہ خواب ختم ہو گیا ہے۔ وہ صبح کو جاگا تو وہی ماحول تھا' وہی سب کچھ تھوڑے فاصلے پر بوڑھا ہمباریہ اور اس کی بیوی کشکا موجود تھے اور جہانگیر شاہ ان دونوں کی بہت خدمت کر رہا تھا۔ اس کے پاس جو کچھ بھی موجود تھا وہ اس نے ان دونوں کو دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے آس پاس سے شکار کر کے اتنا گوشت کا ذخیرہ ان کے پاس جمع کر دیا تھا کہ وہ طویل عرصے تک اسے اپنے استعمال میں لا سکیں۔ یہی نہیں بلکہ اس نے ان کے لیے باقاعدہ کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ایک شاندار شخصیت کا مالک تھا اس نے جانوروں کا شکار کر کے ان کی کھالیں ان کے لیے اکٹھی کی تھیں۔ تاکہ وہ کسی وقت کا شکار نہ ہوں۔ کمال بھی ان کا ساتھ دے دیا کرتا تھا اور ہمباریہ اور اس کی بیوی ان کے اس رویے کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان دونوں کا شکریہ کس طرح ادا کریں۔ وہ ان کے بڑے ممنون تھے۔ ہمباریہ تو اب ان دونوں پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگا تھا پھر ایک دن جہانگیر شاہ نے کہا۔

''معزز بزرگ! ہم کون ہیں' کیا ہیں۔ اس بارے میں جانے دو۔ تم ہمیں شامان اور روبا سمجھتے ہو تو یہی سمجھو۔ ہمیں اپنی دعاؤں کے ساتھ یہاں سے رخصت کی اجازت دو۔ ہم نہیں جانتے کہ ناگ نگر پہنچ کر ہمیں کیا کرنا ہے لیکن جیسا کہ بوڑھے درویش نے پیش گوئی کی تھی کہ وقت خود ہماری رہنمائی کرے گا تو ہم بھی وقت کی رہنمائی کا انتظار کریں گے اور تمہارے بیٹے طارس کے لیے زندگی لے کر واپس آئیں

بوڑھی عورت کشکا نے روتے ہوئے جواب دیا۔

''میرے بچو! رب عظیم تمہیں اپنی برکتوں سے نوازے۔ ہماری دعائیں رے ساتھ ہیں اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ تم جس نیک کام کے لئے آگے بڑھ ہو اس میں رب عظیم تمہاری ضرور مدد کرے گا۔ ہمارے لیے تم نے جو کچھ کیا ہم اس کے لیے بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کوئی صلہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ عاؤں کی شکل میں نہ عمل کی شکل میں۔'' کمال البتہ ایسے موقعوں پر برا سا منہ ئے الگ کھڑا رہتا تھا۔ ویسے اس نے اس سلسلے میں کسی قسم کی مداخلت ترک کر دی اور یہاں بڑے صبر وسکون سے دن گزارے تھے۔ تاہم وہ اس بات کی آس ئے رکھتا تھا اور ہمیشہ جہانگیر شاہ سے کہتا تھا کہ دیکھ لینا ایک دن ہماری آنکھ کھلے تو ہم اپنے گھر میں ہوں گے۔ اور یہاں یہ سب کچھ موجود نہیں ہو گا۔ بہرحال ان وں نے تیاریاں کر لیں۔ یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے جہانگیر شاہ نے ایک بار ر کمال سے کہا۔

''حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اس پُراسرار اور اجنبی دنیا میں تنہا تو کچھ بھی نہیں ر پائے گا نہ تیرا دل لگے گا نہ تیرے بغیر میرا' لیکن میں اب بھی کہتا ہوں کہ ان ادیوں میں حسین لڑکیاں بھی ہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ تو اگر چاہے تو ایسی ی آبادی میں جا کر اپنے لیے زندگی تلاش کر سکتا ہے۔ مجھے اپنے مقصد کے لیے انا ہے۔ میں خوشی سے تجھے اجازت دیتا ہوں کہ ''تیرا جہاں دل چاہے چلا جا۔''

''اور اگر یہ میری دنیا ہوتی تو تو یقین کر جہانگیر شاہ۔ میں تیرے سائے ے بھی بھاگتا' لیکن اب میں ایسا نہیں کر سکتا ظاہر ہے اس پراسرار دنیا میں نہ تو تنہا ہ سکتا ہے اور نہ ہی میں تجھے سانپوں کے طلسماتی دنیا میں جانے دے سکتا ہوں؟ ہرحال میری اور تیری تقدیر کے تار اس طرح بندھ گئے ہیں کہ شاید ہی ہم دونوں گ ہو سکیں۔''

''ٹھیک ہے۔ اب جو کچھ بھی ہے تو جان اور تیرا کام جانے۔ چل پھر اب ری ہمت کے ساتھ آگے کا سفر کر۔ یہ جنگل شکار سے بھرے پڑے ہیں اور ہم ہاتھ

پاؤں کے کمزور نہیں ہیں اور پھر میں نے تو شکار کرنے کے بہت سے مناسب طریقے سیکھ لیے ہیں۔''

''ویسے یہاں کے موسم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ آگے چل کر اگر سردی زیادہ ہو گی تو لباس کا کیا کرو گے۔''

''وہ جانور ہیں وہ یقینی طور پر اپنی کھال ہمیں استعمال کے لیے دے دیں گے جو اس دنیا میں نہ ہوں گے' ہم انہیں شکار کریں گے اور ایک جفاکش زندگی گزاریں گے۔ کمال خاموش ہو گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی زندگی تھی تو بہت حسین۔ بہرحال وہ آگے بڑھتے رہے۔ کافی فاصلہ طے ہو جانے کے بعد ایک جگہ قیام کیا گیا اور اس کے بعد یہاں جہانگیر شاہ نے تین وحشی جانور شکار کر لیے اور احتیاط سے لمبے چاقو سے ان کی کھالیں اتار لیں۔ اس کے بعد کئی دن یہاں رک کر کھالوں کے سوکھنے کا انتظار کیا گیا۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ کھالوں کو کس طرح خشک کر کے اسے استعمال کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ریچھ کی کھال کی موٹی پوستین کمال کے لیے تیار کی گئی جسے پہن کر کمال کو گرمی لگنے لگی تھی۔ ایسی ہی ایک پوستین جہانگیر شاہ نے اپنے لیے تیار کی۔

اس طرح سے ان کے لباس کا مسئلہ حل ہو گیا۔ گوشت کی بھلا کیا کمی ہو سکتی تھی۔ جہاں چاہتے چھوٹا موٹا شکار کرتے لکڑیاں جلاتے اور شکار کا گوشت بھون کر کھا لیتے۔ اس طرح اب یہ سفر کافی تسلی بخش ہو گیا تھا۔ ویسے جہانگیر شاہ کا خیال تھا کہ دریائے لانا کے کنارے کنارے آگے بڑھتے ہوئے' ہو سکتا ہے کوئی ایسی بستی بھی مل جائے جہاں سے کھانے پینے کی دوسری اشیاء حاصل کی جا سکیں اور یہ کام مشکل نہیں تھا' لیکن دریائے لانا کے کنارے لمبے ہوتے چلے گئے۔ اس کے اطراف میں گھنے جنگل' پہاڑ' ریگستان اور ہر وہ چیز نظر آئی جو خوفناک اور ہیبت ناک ہو سکتی تھی' لیکن انسان کا یہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ یقینی طور پر دریائے لانا کے وہ ساحل شروع ہو گئے تھے جن کے کنارے آبادی ناممکن تھی۔ ویسے اس طویل راستہ پر کسی آبادی کا نہ ہونا بھی ان کے لیے حیرت کا باعث تھا۔ نجانے اس علاقے میں لوگوں نے آباد ہونا

پسند نہیں کیا تھا حالانکہ لانا کے ساحلی علاقے بہت زیادہ زرخیز تھے۔ وہاں اگر زندگی گزاری جاتی تو یہاں رہنے والوں کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ خصوصی طور پر یہاں کا موسم بے حد خوشگوار تھا۔ اس میں نہ زیادہ سردی تھی نہ زیادہ گرمی۔ خوشگوار ٹھنڈی ہوائیں ہر وقت چلتی رہتی تھیں۔ درختوں کی بہتات تھی اور ان میں بے شمار بہترین پھلوں کے درخت موجود تھے۔ کمال البتہ دوران سفر یہی کہتا رہا تھا۔

''ہم دونوں کی زندگی صرف کھو رہی ہے' ماضی کی ایسی تیسی یہ حال ہی ہے اور ہم حال کا کوئی ایسا حصہ طے کر رہے ہیں جس کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں۔'' لیکن نجانے کیوں جہانگیر شاہ کو اس بات کا یقین تھا کہ کہیں نہ کہیں ناگ نگر کا وجود ضرور ملے گا۔ دریائے لانا کا کنارہ مسلسل ان کے ساتھ لگا رہا اور یہ اندازہ ہوتا جا رہا تھا کہ یہ ایک طویل ترین دریا ہے اور اس کا کوئی سرا ہی نہیں ہے۔ جب کمال یہ بات کہتا تو جہانگیر شاہ ہنس کر ٹال دیتا۔ یوں سورج نکلتا رہا' چاند نکلتا رہا اور انہوں نے دریائے لانا کا ساحل نہیں چھوڑا حالانکہ قدم قدم پر شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور بعض جگہ راستے اس قدر ناقابل عبور ہو جاتے کہ انہیں آگے بڑھنا مشکل ہو جاتا' لیکن ان کے گھوڑے ان کا ساتھ دے رہے تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اپنی ہمت کو صحیح طور پر استعمال کر رہے تھے۔ البتہ کمال روتا پیٹتا ہی رہتا تھا۔

یہاں تک کہ وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئے۔ دریائے لانا کے بہنے کی رفتار طوفانی ہو گئی تھی۔ ایسا شور بلند ہو رہا تھا کہ سمجھ میں نہ آئے۔ تھوڑے فاصلے پر پہنچے تھے کہ شور کی آواز بلند ہوئی یوں لگ رہا تھا جیسے پتھر ہوا میں بلند ہو رہے ہوں اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر گڑگڑاہٹ پیدا کر رہے ہوں۔ شور کی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی' لیکن رفتہ رفتہ آگے بڑھتے گئے تو شور بھی بڑھتا چلا گیا اور آخر کار انہوں نے وہ ہیبت ناک منظر دیکھا جس میں دریا اچانک ہی آگے جا کر زمین کی گہرائیوں میں گم ہو جاتا تھا۔ یہیں سے یہ زبردست شور پیدا ہو رہا تھا۔ اختتام پر پہنچ کر ان کے روئیں روئیں دہشت سے کانپ رہے تھے کیونکہ منظر بہت ہی ہولناک تھا۔ پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ جس کی مثال نہیں دی جا سکتی تھی' لیکن زمین کی گہرائی میں جا کر گم ہو جاتا

ہے اور یہ خوفناک گڑگڑاہٹ پیدا ہو رہی تھی۔ حالانکہ انتہائی پتھریلی زمین تھی، لیکن پانی کی اس آواز سے یہ زمین بھی ہل رہی تھی۔ کمال واقعی بہت زیادہ خوفزدہ ہوگیا۔ اس نے کہا

''اوراب کچھ لمحے جاتے ہیں جب یہ زمین پھٹ جائے گی۔ ہم ان گھوڑوں سمیت زمین کے کسی اورطبق میں پہنچ جائیں گے۔ جہانگیر شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموشی سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اسے بوڑھے درویش کے الفاظ یاد آ رہے تھے۔ کم ازکم بوڑھے نے جو کچھ کہا تھا اس کی پہلی جھلک یہاں موجود تھی۔ جہانگیر شاہ کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ یقیناً ناگ نگر کو یہیں کہیں آس پاس ہی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کہاں؟

☆......☆......☆

انگون بڑی مشکل کا شکار تھا اور ایسی ہی کیفیت اس کے ساتھ زاما کی بھی تھی۔ کیونکہ اس طویل سفر نے زاما کے بھی سارے کس بل نکال دیئے تھے' لیکن وہ جانتا تھا کہ انگون کا ساتھ ہی آسائش کی زندگی گزارنے کا باعث بن سکتا ہے۔ تھوڑی بہت دقتیں تو پیش آتی ہیں۔ جان بچ گئی تھی یہی سب سے بڑی بات تھی۔ ادھر انگون پر جانکنی کی کیفیت طاری تھی۔ حالانکہ زاما نے اس کی شہ سواری کا کارنامہ بڑھا چڑھا کر بیان کیا تھا' لیکن انگون کا جسم ہی جانتا تھا کہ اس شہ سواری کی وجہ سے اس پر کیا بیت رہی ہے۔ باقی لوگ کہاں گئے تھے۔ کیا کر رہے تھے اس کے بارے میں انہیں کچھ نہیں معلوم تھا۔ بہرحال وہ ایسا بے سدھ ہو کر زمین پر پڑا کہ اس سے اٹھا ہی نہ گیا اور ساری رات اسی طرح پڑے پڑے گزر گئی۔ زاما بھی گہری نیند سو گیا تھا۔ انگون جیسے رئیس زادے نے بھلا یہ صعوبتیں کہاں اٹھائی تھیں۔ دن بھر گھوڑے کا سفر اس کے بعد کھردری زمین پر شب بسری۔ اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔ پتہ نہیں اس رات اس نے کوئی سچا خواب دیکھا یا نہیں۔ بہرحال صبح کو آنکھ کھلی تو اس نے ویران نگاہوں سے چمکتے ہوئے آسمان کو دیکھا اور پھر زاما کو۔ زاما بھی جاگ گیا تھا۔ انگون نے برا سا منہ بنا کر آنکھیں بھینچ لیں اور زاما نرم اور خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

''آہ۔ عظیم انگون مستقبل کے مدبر اعلیٰ ذرا بتا تو سہی رات کو کوئی تو نے ایسا خواب بھی دیکھا جو ہماری بہتری کے لیے ہو۔''

''تجھ پر لعنت ہو۔ کتنی بار کہا ہے تجھ سے کہ اگر صبح کے وقت میرے قریب ہوتو اپنا یہ منحوس چہرے میرے سامنے نہ لایا کر کیونکہ اسے دیکھنے کے بعد مجھ پر برا

وقت ہی آ پڑتا ہے۔'' زاما ہنسنے لگا پھر بولا۔

''بڑی عجیب بات کہی تو نے امیر زادے۔ حقیقت یہ ہے کہ میری ماں ہمیشہ میرے گھر والوں کو صبح اٹھ کر میری صورت دیکھنے کی ہدایت کیا کرتی تھی اور اس کا ایمان تھا کہ میری صورت دیکھنے کے بعد جس دن کا آغاز ہوتا ہے وہ زندگی کے سنہرے دنوں میں شمار ہوتا ہے۔''

''تیری ماں تو مرگئی ہے ناں۔'' انگون نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ افسوس وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔''

''یقیناً اس نے زندگی میں پہلی بار آنکھ کھول کر تیرا چہرہ دیکھا ہوگا اور وہی اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔'' انگون نے کہا اور زاما برا مان کر خاموش ہوگیا۔ اس نے انگون کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے' لیکن زاما کی کوئی حد نہیں تھی۔ جس مصیبت سے چھٹکارہ ملا تھا اس پر یقین نہیں آتا تھا۔ زندگی سے ہاتھ ہی دھو بیٹھے تھے' دونوں کے دونوں۔ لیکن بھلا ہو اس بوڑھے بیوقوف کا جس نے شامان کی دشمنی میں ان دونوں کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔ زاما دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

''عظیم انگون۔ اٹھے گا نہیں' ہمیں اپنے سفر کا دوبارہ آغاز کرنا ہوگا۔''

''اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میرا کیا ہوگا۔''

''تو یہ سوچ میں کھانے پینے کا انتظام کرتا ہوں۔'' زاما نے کہا۔ ویسے اس چیز کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی کیونکہ تبوریہ نے انہیں جو کچھ دے دیا تھا وہ اتنا تھا کہ کافی عرصے تک وہ سکون کا وقت گزار سکتے تھے۔ زاما نے کھانے پینے کی تیاریاں کیں اور اس کے بعد دونوں کھانے پینے میں مصروف ہوگئے۔ انگون نے کہا۔

''آہ۔ میں خود ہی اپنی مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ اصل میں غلطی ہوئی تھی مجھ سے' میری اپنی کوئی شناخت ہونی چاہئے تھی۔ بلاوجہ میں نے اپنے آپ کو شامان اور تجھے روبا کا روپ دیا۔ حالانکہ اگر سارے کام ہم اپنی حیثیت سے کرتے تو بڑا ہی اچھا ہوتا۔ نہ وہ چالاک لڑکی اور اس کا ساتھی بوڑھا ہمیں شامان و روبا سمجھ کر

ہاں لے جاتے بلکہ ہم خود ہی وہاں جا کر تبوریہ کی مشکل حل کرتے تو کیا نام ہوتا' لیکن کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ میں آج تک غلطی کرتا رہا ہوں اور اب یہاں تک اس بیوقوف تبوریہ کا کہنا ہے کہ میں شامان کو زہر دے دوں تو اول تو یہ کام ہم کریں گے نہیں۔ دوم یہ کہ ہم کر بھی نہیں سکتے اور نجانے کیوں اب میرے دل میں شامان کے لیے ایک قدر سی پیدا ہونے لگی ہے۔ وہ واقعی بہت بڑا ہے اور مدبر اعلیٰ کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ یقینی طور پر اس کے لیے آسمانوں سے طاقتیں مہیا کی گئی ہیں اور ضرور عظیم قوتیں ان کی مددگار ہیں۔ بہرحال اور منصوبے ہم سوچ رہے ہیں کہ اب ہم سے تلاش تو کریں گے' لیکن تبوریہ کی ساری کوششیں اس کے سامنے نمایاں کر دیں گے۔''

''میں خود بھی یہی سوچتا رہا ہوں رات کو۔'' زاما نے کہا

''کیا؟'' انگون اسے گھور کر بولا۔''

''عظیم انگون! کیا تو اس بات پر یقین نہیں کرے گا کہ ہمیں اسی کے نام پر زندگی ملی ہے۔ یعنی شامان کے نام پر تو کچھ سوچ۔ اس نے شامان کی دشمنی میں ہمیں آزادی دی ہے۔ دوسری کسی شکل میں کیا ہم آزاد ہو سکتے تھے۔ رب عظیم ہم پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ وہ خونخوار وحشی تو ایک لمحے میں کسی کو بھی زندگی سے محروم کر سکتے ہیں اور موت کی نیند سلا سکتے ہیں۔ بھلا ان کو کیا پڑی کہ ہمارے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتے۔ یہ شامان ہی کا نام ہے جس پر انہوں نے ہمیں رہا کیا۔ گویا اس وقت شامان نے ہمارے سامنے موجود نہ ہوتے ہوئے بھی ہماری زندگی بچائی۔'' انگون گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا

''آہ۔ میں واقعی غلط کہتا رہا ہوں۔ میں نے کبھی زندگی میں کوئی سچا خواب نہیں دیکھا۔ بلکہ صبح کو اٹھ کر میں اپنے تراشے ہوئے خوابوں کی کہانیاں لوگوں کو سناتا تھا اور میں نے شامان اور روبا کو بھی زبردستی شامان اور روبا بنانے کی کوشش کی تھی۔ بڑی غلطی کی تھی' بہت ہی غلطی کی تھی' لیکن میں اب چاہتا ہوں کہ ان تمام غلطیوں کا ازالہ کر دیا جائے۔ واقعی تو نے بالکل سچ کہا ہے اور کیوں نہ ہو رب عظیم جنہیں اپنی

برکتوں سے نوازتا ہے وہ بڑی ہی پراسرار قوتوں کے مالک بن جاتے ہیں اور پ نجانے انگون کی ذہنی کیفیت کیا ہوئی تھی۔ وہ مسلسل شامان اور روبا کی شان میں قصیدہ گوئی کرتا رہا تھا۔ آخر کار وہ کھانے سے فارغ ہو گئے اور انگون نے ایک کراہ لے کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اب ہمیں آگے کا سفر کرنا چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک ہے' لیکن آج ہمیں سفر کی رفتار وہ نہیں رکھنا ہو گی جس رفتار سے اب تک کا سفر کیا ہے کیونکہ اس رفتار سے گھوڑے دوڑائے جاتے رہے تو یقیناً ہمارے جسم کی تمام ہڈیاں ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گی اور اس کے بعد ہمارے خشک ڈھانچے ہی الگ رہ جائیں گے۔"

نہیں مجھے اصل میں خوف تھا۔ حالانکہ یہ خوف بے بنیاد تھا۔ تیور یہ اور اس کا بھتیجا تو یہی چاہتے تھے کہ ہم واپس چلے جائیں مگر خیر کوئی حرج نہیں ہے۔ آج ذرا ست رفتاری سے سفر کریں گے۔ پھر یہ ست رفتار سفر جاری ہو گیا۔ وہ لوگ آگے بڑھتے رہے۔ دریائے لانا کے بہنے کی آوازیں مسلسل ان کے کانوں میں گونجی رہی تھیں' لیکن انہوں نے توجہ نہیں دی تھی۔ ہاں دوپہر کے وقت انہوں نے پیاس محسوس کی اور ان کے گھوڑے بھی کچھ اسی انداز میں چوکنے ہو گئے جیسے پانی کی طرف جانا چاہتے ہوں۔ تو انہوں نے گھوڑوں کا رخ دریائے لانا کے ساحل کی طرف کر دیا۔ تیز رفتار دریا کی روانی طوفانی تھی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چند قدم آگے بڑھ کر ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کنارے پر آ جانے والے پانی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ ویسے تو وہ اس دریا کو چھونے کی ہمت بھی نہیں پا رہے تھے۔ اگر اس کے کنارے کٹ کر پانی اس طرف نہ آ جاتا تو شاید وہ اس طرف پہنچنے کی جرأت بھی نہ کر پاتے' لیکن اس شیریں اور صاف ستھرے پانی نے انہیں کافی آسانی پہنچائی۔ انہوں نے پانی پیا' منہ ہاتھ دھویا' گھوڑوں نے بھی پانی پی لیا۔ اطراف میں ہریالی پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ گھوڑوں کے لیے ابھی تک کوئی مسئلہ نہیں پیدا ہوا تھا۔ انگون چاروں طرف نگاہیں دوڑا کر دیکھ رہا تھا۔ اچانک ہی وہ اچھل پڑا اور اس کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری۔

"زاما۔"

"عظیم انگون۔"

"تو نے ایک بات پر غور کیا؟"

"کس بات پر عظیم انگون۔"

"یہ کہ کب کیا ہو گا۔"

"کیوں۔ کیا ہوا۔" زاما کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا سامنے ہی بہت سے خرگوش چوکڑیاں بھر رہے تھے اور وہ انہیں دیکھ رہا تھا۔ انگون نے کہا۔

"کیا تجھے واپسی کا راستہ یاد ہے؟ ہم اب تک جہاں پہنچے ہیں وہاں سے تو کہیں بھی ہمیں کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی جہاں سے گزر کر یہاں تک پہنچے تھے۔ اس بات تو وہ بری عورت جس کا نام ربابہ اور جس نے مجھے بیوقوف بنا دیا تھا اور وہ کمینہ بڈھا جس کا نام ہومال ہمارے ساتھ ہی تھا اور وہ ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ مگر اب ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم راستہ بھول کر ان ویرانوں میں بھٹکتے رہیں۔ اگر ایسا ہوا تو کیا کریں گے۔" زاما بھی گول گول آنکھیں گھما کر ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"تیرا کہنا بالکل درست ہے۔ عظیم انگون! واقعی یہ جگہ ہم نے آتے ہوئے نہیں دیکھی تھی۔ اب کیا ہو گا اگر ہم راستہ بھٹک گئے تو مصیبت پڑ جائے گی' لیکن ہم راستہ تلاش کر سکتے ہیں۔"

"کیسے؟" انگون نے سوال کیا۔

"ہو سکتا ہے آگے چل کر ہمیں کوئی ایسی بستی مل جائے جہاں سے ہم رہنمائی حاصل کر سکیں۔"

"ہوں۔ یہ ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے مگر ایک ذرا سی غلطی کی جو سزا ہمیں بھگتنی پڑ رہی ہے شاید کسی نے ایسی سزا نہ بھگتی ہو گی۔ خیر ٹھیک ہے ہم دیکھیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

''اس کے علاوہ عظیم انگون دریا کے کنارے کنارے آبادیاں زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ لوگ پانی کے اردگرد ہی بستیاں آباد کرتے ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ دریا کے کنارے کو نہ چھوڑا جائے۔ یقینی طور پر اس کے کسی کنارے پر ہمیں کوئی نہ کوئی بستی آباد مل جائے گی اور ہم وہاں سے اپنی آبادی کا پتہ معلوم کرسکیں گے۔ آہ۔ سروایا کس قدر دلکش ہے ۔ اس کا احساس ہو رہا ہے اور میں تو یہی مشورہ دوں گا عظیم انگون کہ کسی بھی طرح شامان اور روبا کے راستے میں آنے کی کوشش مت کرنا۔''

''اچھا اچھا۔ بہت زیادہ ذہین بننے کی کوشش نہ کر اور یہ نہ سمجھ کہ میں تجھے بہت زیادہ اہمیت دے رہا ہوں۔''

''خیر تو مجھے اہمیت دے یا نہ دے میں تو ہمیشہ تیرا وفادار خادم رہا ہوں اور رہوں گا اور فکر کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں۔ میرے ذہن میں ایک اور تدبیر ہے۔''

''کیا؟''

''اگر ہمیں صحیح راستہ نہ مل سکا تو ہم اسی راستے سے جس سے یہاں تک آئے ہیں واپسی کا سفر طے کریں گے اور ایک بار پھر سوہا بستی پہنچ جائیں گے۔ سوہا میں ہمیں یقینی طور پر وہ دونوں چچا بھتیجے مل جائیں گے اور یقینی طور پر اس بار وہ کوئی نہ کوئی رہبر ہمارے حوالے کر دیں گے۔''

''تیرا ستیا ناس ہو۔ احمق، گدھے۔ آخر تو نے وہی کہا جو تیری اپنی عقل میں آ سکا۔ ابے بیوقوف انسان! کیا ہم دوبارہ اس جہنم میں جائیں گے جہاں سے نکلنا ہی مشکل ہو گیا تھا اور جہاں موت ہماری آنکھوں کے سامنے تھی۔ آہ۔ کاش کوئی ایسی ترکیب ہوتی کہ میں تجھے تنہا دوبارہ وہاں بھیج دیتا اور پھر یہ دیکھتا کہ کس طرح تو وہاں سے نکل کر آتا ہے۔ احمق، گدھے، بیوقوف۔''

انگون بہت زیادہ مشتعل ہو گیا اور زاما نے خاموشی اختیار کر لی۔ بہرحال یہ دن بھی گزرتا چلا گیا اور شام کے سائے زمین پر اترنے لگے۔ دور دور تک روشنی کا

سراغ نہیں تھا جس سے کسی بستی کا اندازہ ہو۔ دونوں ہی احمق تھے جو منہ اٹھائے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ ظاہر ہے انہیں علم تھا اس بات کا کہ جس راستے سے وہ آئے تھے وہاں دریائے لانا کا نام و نشان نہیں تھا پھر اس کے کنارے کنارے کسی آبادی کو تلاش کرنا کوئی عقل کی بات تو نہیں تھی، لیکن دونوں ہی بیوقوف تھے ایک بیوقوف اعظم اور دوسرا اس کا خوشامدی۔ رات کو پھر قیام کیا گیا۔ انگون کی قوت اب جواب دے گئی تھی۔ زاما بھی خاموش تھا۔ دونوں نے رات بھر کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ دوسرے دن بھی بس پیٹ بھر لیا گیا تھا اور اس کے بعد گھوڑے آگے بڑھائے گئے تھے لیکن اب خود بھی ان کے دلوں میں مایوسی کی تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ انگون رہ رہ کر ان لمحات کو گالیاں دینے لگتا تھا جب اس نے اپنے آپ کو شامان بنانے کی کوشش کی تھی۔

زاما اس وقت بھی صبر کا دامن تھامے اس کی تائید کر رہا تھا حالانکہ اب اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ ایسے بیوقوفوں کے ساتھ ویرانے میں زندگی کھونے کے علاوہ اور کیا نتیجہ نکل سکتا تھا۔ لیکن ابھی تک اس نے اپنی زبان قابو میں رکھی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انگون دیوانہ ہے اور ان حالات میں اگر ایسی ویسی بات منہ سے نکل گئی تو اول تو وہ تنہا ویرانوں میں بھٹکتا پھرے گا اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انگون اس سے جنگ پر ہی آمادہ ہو جائے۔ وہ اتنا کمزور بھی نہیں تھا کہ انگون سے مقابلہ نہ کر سکے، لیکن بہرحال انگون انگون تھا۔ آخر کار یہ دن بھی گزر گیا اور پھر شام کو دور سے دریائے لانا کا شور تیز محسوس ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً یہاں اس کی روانی اور زیادہ بڑھ گئی تھی اور یہ شور تیز سے تیز تر ہوتا گیا۔ انگون نے گھبرا کر گھوڑا روک دیا۔

''یہ کیا ہے۔'' اس نے سہمے ہوئے لہجے میں زاما سے کہا۔

''کہاں عظیم سردار۔''

''کیا تیرے کان سماعت سے محروم ہو گئے ہیں ارے بیوقوف دریا کے بہنے کی آواز اتنی تیز تھوڑی ہوتی ہے۔'' انگون نے کہا اور زاما بھی غور کرنے لگا۔ پھر خوفزدہ

لہجے میں بولا۔

''یوں لگتا ہے عظیم آقا جیسے یہ سمندر آگے جا کر بلندی سے گہرائی میں گر جاتا ہو' کیسا ہولناک منظر ہوگا وہ یعنی اس سے آگے کے راستے بند' عظیم سردار ہم پر مصیبتوں کا نزول ہوا ہے اور یہ بات تو خود اچھی طرح جانتا ہے کہ .... زاما نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ پریشانی کے عالم میں گردن اٹھائے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا تھوڑی دیر بعد انتظار کرنے کے بعد انہوں نے گھوڑے پھر آگے بڑھا دیئے۔ یہ تجسس بھی دل میں تھا کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس کی آواز اتنی بلند ہو رہی ہے۔ شام تیزی سے ماحول کو نگلتی جا رہی تھی اور دور دور کے مناظر دھندلاتے جا رہے تھے۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد آخر کار انہوں نے مزید گھوڑوں کو آگے بڑھایا اور جوں جوں وہ آگے بڑھتے رہے شور کی آواز تیز سے تیز تر ہوتی رہی۔ رات کے سناٹے میں اب یہ شور پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زمین میں گڑگڑاہٹ ہو رہی ہو انہیں زمین ہلتی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ گھوڑے بھی بری طرح اڑنے لگے تھے۔ زاما نے گھوڑے کی پشت پر اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر آہستہ سے نیچے اتر آیا۔ اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''میں شرمندہ ہوں عظیم آقا اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔'' انگون خود بھی گھوڑے سے اتر آیا اس کی آنکھیں بھی خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ اب انہیں یہ شور وحشت زدہ کر رہا تھا اور زمین ہلتی ہوئی لگ رہی تھی۔ انگون نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''لگتا ہے زلزلہ آ رہا ہے۔ دریا قریب ہی موجود ہے کیا ہوگا۔ رات کی تاریکی میں تو ہم صحیح سمت کا تعین کر کے فرار بھی نہیں ہو سکتے۔ انگون لمبا لمبا زمین پر دراز ہو گیا اور زاما اس کے قریب بیٹھ گیا۔ دونوں کے چہرے اتر گئے تھے۔ یہ آوازیں انہیں دہشت کا شکار کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر تک انگون صبر سے کام لیتا رہا پھر دفعتاً ہی اس کی سسکیاں بلند ہونے لگیں اور وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ زاما بے اختیار

دہک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

''ارے انگون' سردار انگون تو رو رہا ہے۔ مستقبل کا مدبر اعلیٰ۔''

''مجھ پر لعنت۔ تجھ پر لعنت اور ہم سب پر لعنت۔ گالیاں دے مجھے زاما جس قدر گالیاں تجھے یاد ہوں' گالیاں دے مجھے۔''

''لیکن ہو کیا گیا عظیم آقا۔''

''لعنت ہے اس عظمت پر جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ کتنا بیوقوف ہوں میں' کتنا احمق ہوں بلاوجہ پرسکون آرام گاہ چھوڑ کر مصیبتیں مول لے لیتا ہوں۔ آہ۔ میرے باپ تو بھی درست کہتا تھا۔ بلاشبہ میں اس کائنات کا سب سے نکما اور احمق آدمی ہوں ۔ ارے کوئی عقل کی بات کی ہے میں نے زاما! میں شامان بننے چلا تھا۔ شامان' شامان ہے اور میں' میں ہوں۔ میں تجھے سچ بتا رہا ہوں کہ آج تک میں نے کوئی سچا خواب نہیں دیکھا۔ بس میرا دل چاہتا ہے کہ لوگ میری عزت کریں اور میں......... میں بہت بڑا آدمی بن جاؤں۔ آہ۔ میری عقل کہتی ہے کہ شامان سچ مچ عظیم انسان ہے۔ بتا آخر ہم اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔ ارے سارے خواب جھوٹے ہیں میرے' ایک بھی خواب میں نے سچا نہیں دیکھا۔''

''کیا کہا جا سکتا ہے عظیم آقا! ویسے میں بتاؤں ہم یقینی طور پر زندہ واپس جائیں گے یہ میرا دعویٰ ہے کیونکہ میری ماں نے مجھ سے کہا تھا کہ میری موت اس طرح نہیں ہوگی۔ ماں کی دعائیں میرے ساتھ ہیں۔''

''افسوس! میرے ساتھ تو ماں کی دعائیں بھی نہیں ہیں میں کیا کروں۔ دیکھ زمین کیسے ہل رہی ہے۔ آہ یہ ہلتی ہوئی زمین ہمارا کیا حشر کرے گی۔'' رات خوب گہری ہوئی اور دونوں خلاؤں میں آنکھیں پھاڑے گھورتے رہے۔ اس وقت کھانے پینے کو بھی دل نہیں چاہا تھا۔ اچانک ہی زاما کے حلق سے ایک تیز آواز نکل گئی اور انگون اچھل کر کھڑا ہو گیا۔''

''کیا ہوا' کیا ہو گیا۔'' اس نے دہشت بھرے لہجے میں پوچھا۔''

"وہ ادھر انگون...... ادھر دیکھ...... آہ۔ ادھر دیکھو......" زاما تاریکی میں انگلی اٹھائے ایک طرف اشارہ کر رہا تھا۔ انگون کو اس کی انگلی ہی نظر نہیں آ رہی تھی نجانے زاما کدھر اشارہ کر رہا تھا۔ انگون نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گدھے کے پلے تیری ماں پر لعنت ہو' تجھ پر لعنت ہو' نجانے کیا بک رہا ہے' کدھرا اشارہ کر رہا ہے' مجھے کیا معلوم۔" زاما نے انگون کا شانا پکڑ کر اس کا رخ تبدیل کر دیا پھر ایک طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ادھر دیکھ کیا وہ روشنی نہیں ہے میرا خیال ہے وہ آگ ہے آگ کی روشنی۔" انگون نے خود بھی ادھر آنکھیں جمائیں واقعی آگ کے چھوٹے چھوٹے شعلے بلند ہو رہے تھے' لیکن اس کے آس پاس تاریکی تھی۔ گویا آگ صرف ایک جگہ روشن تھی۔ انگون دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے جگہ کا تعین کیا اور آہستہ سے بولا

"زاما۔"

"عظیم آقا۔"

"دیکھ تو مجھے عظیم نہ کہا کر' میں اس کائنات میں سب سے بڑا گدھا ہوں۔"

"ٹھیک ہے عظیم آقا! میرا مطلب ہے جو تو کہے۔"

"کیا خیال ہے ہم اس آگ کی جانب سفر کیوں نہ کریں۔"

"کیا وہاں تک پہنچنا آسان ہو گا۔" زاما نے سوال کیا۔

"آسان ہو یا مشکل اب یہ حالات ہمیں خودکشی کی طرف لے جا رہے ہیں اور جب ہمیں خودکشی ہی کرنی ہے تو آخر کوشش کرنے کے بعد کیوں نہ کریں۔"

"تت...... تیرا مطلب ہے تو وہاں جا کر خودکشی کر لے گا۔"

"وہاں جا کر ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ آگ کیسی ہے' ہو سکتا ہے کوئی نظر ہی آ جائے۔ ایسا رہبر' ایسا شخص جو ہمیں صحیح راستہ ہی بتا دے۔ کیا میری یہ بات تیری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ زاما کی سمجھ میں کچھ آتا ہو یا نہ آتا ہو لیکن اس نے ہمیشہ ہی انگون کی بات سے اتفاق کیا تھا اور اس بات پر بھی اس نے اتفاق کر لیا۔ پھر بولا

"میری ایک تجویز ہے عظیم آقا کہ گھوڑوں کی پشت پر سوار ہو کر ہم نہیں چلیں گے بلکہ ان کی لگامیں پکڑ کر ہم یہ سفر طے کریں گے۔ بے شک تھوڑی سی دیر لگ جائے گی لیکن گھوڑے نادان ہوتے ہیں ان کا ایک غلط قدم ہمارے لیے موت کی وادی تک کا آسان راستہ ہو سکتا ہے۔" انگون نے اس بات سے اتفاق کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد دونوں اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑے ہوئے ایک ایک قدم گن گن کر آگے بڑھانے لگے۔ ان کے دلوں میں دہشت تھی اور وہ انتہائی خوفزدہ تھے' لیکن آگ کی روشنی انہیں اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اسی سمت بڑھ رہے تھے۔

☆......☆......☆

مہذب دنیا میں بھلا ایسا بھیانک منظر کس نے دیکھا ہو گا۔ وہ لوگ اس طرف نکل آئے تھے اور جو کچھ وہ دیکھ رہے تھے وہ دل کی حرکت بند کر دینے کے لیے کافی تھا۔ ایسی خوفناک جگہ شاید ہی دنیا میں کہیں اور ہو۔ جہانگیر شاہ نے کہا۔

''تم دیکھ رہے ہو کمال یقیناً یہ وہی جگہ ہے جس کی نشاندہی اس درویش نے کی تھی۔''

''یعنی سانپوں کی سلطنت۔''

''ہاں۔''

''تم تو یہاں آ کر بہت خوش ہو گے جہانگیر شاہ! تمہیں یہ جگہ اپنی اپنی سی لگ رہی ہو گی۔''

''تو مجھے سانپ کہنا چاہتا ہے۔''

''نہیں میرے کہنے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ بہرحال اب دیکھو کیا تقدیر میں لکھا ہے۔ ویسے میرا مشورہ ہے کہ بہتر طریقہ ہو گا کہ اس گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا جائے اور ہم بھی پانی کے ساتھ ساتھ زمین کی گہرائیوں میں چلے جائیں۔''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ اس بوڑھے جوڑے اور ان کے بیٹے کے لیے، میں یہاں سے زندگی لے کر واپس جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے اگر تو مجھے یہاں سے ساتھ لے جانا چاہتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ تو اس دنیا کا بہت بڑا انسان ہے۔''

''مطلب کیا ہے تیرا۔''

بس میرا دل چاہتا ہے کہ موت کو آہستہ آہستہ قریب نہ بلاؤں بلکہ جلد ہی

اسے اپنا لوں یا پھر ایک اور صورت ہے میرے ذہن میں۔''

''وہ کیا۔''

''اس سے آگے تجھے جو کرنا ہے وہ کر میرے لیے یہ جگہ بری نہیں۔ میں یہیں بسیرا کروں گا اور جب تک میرا دل یہاں لگے گا میں رکوں گا اور اس کے بعد واپس چلا جاؤں گا۔''

''کیا تو سانپوں کی وادی تلاش نہیں کرے گا؟''

''بالکل نہیں۔ یہاں سے آگے ایک انچ نہیں بڑھوں گا میں۔''

''کوئی بات نہیں، میں تنہا ہی یہ سب کچھ کروں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم اپنی مرضی کے مالک ہو جہانگیر شاہ اگر ناگ نگر مل جائے تو مجھے بھی بتا دینا۔'' کمال نے برا سا منہ بنا کر کہا اور رخ تبدیل کر لیا، لیکن جہانگیر شاہ کو شاید یہ بات بہت بری لگی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنے گھوڑے کو آگے دوڑا دیا اور پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ کمال کو اس کی امید نہیں تھی۔ وہ منہ کھول کر رہ گیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب اسے انتہائی خوف محسوس ہو رہا تھا۔ یہ خوفناک علاقہ اسے بہت سخت پریشان کر رہا تھا جہاں دریا زمین کے اندر اتر جاتا تھا اور جس جگہ سے دریا زمین سے اترتا تھا وہاں ایک بہت ہی خوفناک غار بنا ہوا تھا۔ جس کے طول و عرض کا کوئی اندازہ نہیں تھا کیونکہ غار سے پانی کا دھواں بلند ہو رہا تھا اور زمین پر بہت دور تک اونچا اڑ جاتا تھا، لیکن یہ بھی دیکھا تھا اس نے کہ غار کے دونوں طرف کے حصے بہت مضبوط ہیں اور وہاں زمین اسی طرح موجود ہے جس طرح کی زمین پر وہ سفر کرتے ہوئے یہاں تک آئے تھے۔ لیکن یہاں زمین بہت لرز رہی تھی اور یہ عمل مسلسل ہو رہا تھا۔ جہانگیر شاہ تو اسے بھی قدرت کا ایک عظیم کارنامہ سمجھتا تھا۔ اس خوفناک گڑگڑاہٹ کے باوجود وہاں زمین قائم تھی۔

جہانگیر شاہ آگے بڑھ رہا تھا، لیکن اس کا گھوڑا بے حد خوفزدہ تھا۔ وہ اس گھوڑے کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار وہ غار کے بائیں سرے پر پہنچ گیا۔ پھر اس نے زمین کا جائزہ لیا۔ فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا اس نے ہمت کر کے گھوڑے

کو آگے بڑھایا اور وفادار گھوڑا زندگی کی بازی لگا کر اس غار کے قریب کی زمین سے
گزر گیا۔ غار کا عقبی حصہ سامنے کی نسبت بہت زیادہ مضبوط محسوس ہوتا تھا۔ آگے چل
کر یہ جگہ بھی گہرائی میں اتر گئی تھی۔ جہانگیر شاہ آگے بڑھتا رہا اور دن کی روشنی میں
قرب و جوار کا جائزہ لینے سے اسے یہ احساس ہوا تھا کہ اگر انسانی قدم اس جگہ آتے
تو یہ جگہ بھی گمنام نہ رہتی اور سانپوں کو اپنی سلطنت چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔ بھلا انسانوں کا
مقابلہ کسی نے کیا ہے' لیکن اس دور دراز علاقے میں انسانوں کا گزر ہی ممکن نہیں ہو
سکا۔ غرض یہ کہ وہ آگے بڑھتا رہا پانی کے گرنے کی آواز بھی اس سمت سے بہت
تیزی سے آ رہی تھی اور جوں جوں وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا یہ آواز تیز سے تیز تر ہوتی
جا رہی تھی۔

آخر کار تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد آواز مدھم پڑی اور جہانگیر شاہ
اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے گہرائی شروع ہوتی تھی۔ یہ گہرائی بڑی تعجب خیز تھی۔ سبزہ
زاروں سے لدی ہوئی' پھولوں کی جھاڑیاں جگہ جگہ کھڑی ہوئی تھیں۔ درختوں کے
سائے بڑے خوبصورت لگ رہے تھے اور موسم بھی بہت ہی پرفضا تھا' لیکن یہ وادی جو
نشیب کی جانب چلی گئی تھی آگے جا کر مزید گہرائیوں میں اتر جاتی تھی۔ بلاشبہ یہ بڑا
ہی انوکھا' پراسرار علاقہ تھا۔ وہ آگے بڑھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دفعتاً اس کے دل
میں خیال آیا کہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔ بہتر یہ ہو گا کہ یہاں رک کر صورتحال کا
بھرپور جائزہ لیا جائے۔ کمال کے مسئلے کو اس نے ذہن سے جھٹک دیا تھا۔ کمال اگر
وہاں رکنا چاہتا ہے تو رکا رہے ویسے بھی یہ جگہ واقعی بے حد خوفناک تھی۔ جہانگیر شاہ
کمال کی نسبت بہت سرپھرا آدمی تھا۔ اگر کوئی چیز ذہن، کو چڑھ جاتی تو اس کی تکمیل
کیے بغیر نہیں رہتا تھا۔ بہرحال وہ تھوڑی دیر کے لیے وہاں رک گیا۔ گھوڑے کو اس
نے قریب ہی چھوڑ دیا تھا۔ گھوڑے کے انداز سے بھی خوف نہیں محسوس ہو رہا تھا۔
سرسبز و شاداب گھاس دیکھ کر اس کی بھوک بھی چمک اٹھی تھی۔ بہرحال جہانگیر شاہ نے
اس کی پشت سے سامان بھی اتار لیا۔ جو بندوق' کلہاڑی اور کھانے پینے کی کچھ اشیاء
پر مشتمل تھا۔

یہ سامان ایک درخت کی جڑ میں رکھنے کے بعد اس نے گھوڑے کی پشت پر
ہ مارا' گویا اسے اجازت دی کہ وہ اپنا پیٹ بھر لے۔ گھوڑا آہستہ آہستہ آگے بڑھتا
ا گیا۔ جہانگیر شاہ نے خوشگوار نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھا۔ دل میں کہا کہ
وف کمال اگر تو بھی تھوڑی سی ہمت کر جاتا تو اس منظر سے محروم نہ رہتا' لیکن میں
انتا ہوں تو بھی بزدل آدمی نہیں ہے۔ کچھ دیر کے بعد یقیناً تو بھی میرے قریب ہی
دجود ہو گا۔ تھوڑی دیر تک آرام کرنے کے بعد جہانگیر شاہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔
ہ زمین کی گہرائی کے دوسرے حصے کو دیکھنا چاہتا تھا جو بہت زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔
ہتہ آہستہ چلتا ہوا وہ اس جگہ بھی پہنچ گیا جہاں زمین نرم تھی' لیکن یہ احساس بھی ہو
ہاتا تھا کہ نیچے پتھریلی زمین ہے۔ ہاں اس میں پڑنے والی دراڑیں بہت زیادہ تھیں۔
ن دراڑوں سے پھوٹنے والی گھاس ایسی تھی جس نے چاروں طرف کے ماحول کو اپنی
یٹ میں لے کر ان پتھروں کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا تھا جو پیروں کے نیچے بچھے
ہوئے تھے۔

یہ ایک عجیب و غریب حصہ ہے' جہانگیر شاہ نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر
غور کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ واپس جا کر کمال کو گردن سے پکڑ کر کسی نہ کسی
طرح یہاں لانے کی کوشش کی جائے۔ اس ناگ نگر کا آگے کی سمت سے جائزہ لیا
جائے۔ وہ کمال سے کہنا چاہتا تھا کہ دیکھو انسان اپنی بستیوں کو اتنا خوبصورت نہیں بناتا
جتنا سانپوں نے اپنی آبادی کو بنایا ہے۔ سانپ ہیں کہاں جہانگیر شاہ نے سوچا۔
چاروں طرف خاموشی اور گہرے سناٹے کے سوا کچھ نہیں تھا بس تہ در تہ گہرائیاں تھیں
جو نجانے کہاں جا کر ختم ہوتی تھیں۔ ہو سکتا ہے اس سے زیادہ گہرائی میں اترنے کے
بعد کی تیسرے یا چوتھے پرت کا انکشاف ہو' لیکن کمال کے بغیر اسے لطف نہیں آ رہا
تھا۔ تنہا آدمی صرف دیکھ سکتا ہے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ
سوچنے لگا کہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے' کوئی ایسی دلچسپ کہانی جو کمال کو
یہاں تک آنے پر مجبور کر دے۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر واپس پلٹا۔ ان
خیالات میں وہ اس طرح کھو گیا تھا کہ بہت سی باتیں بھول گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ

اس جگہ پہنچا جہاں اس نے گھوڑے کو چھوڑا تھا۔
اس نے گھوڑے کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں' لیکن گھوڑا کہیں نظر نہیں آیا
شاید وہ کہیں دور نکل گیا تھا' لیکن ایک اہم خیال نے اسے فوراً ہی سنجیدہ کر دیا۔ یہاں
کوئی ایسی جگہ تو نہیں ہے جہاں گھوڑا نگاہوں سے گم ہو جائے۔ دور دور تک کے
مناظر نگاہوں کے سامنے تھے پھر گھوڑا کہاں چلا گیا' کہیں وہ واپس تو نہیں دوڑ گیا۔
اس نے تشویش کی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور ایک درخت کے عقب میں اسے
کوئی سیاہ سی چیز نظر آئی۔ درخت کافی فاصلے پر تھا' لیکن دن کی روشنی تھی جہانگیر شاہ
کی نگاہوں نے اس کا اندازہ لگا لیا کہ وہ سیاہ سی چیز اس کا گھوڑا ہی ہو سکتا ہے' لیکن
گھوڑے کا اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بجائے زمین پر لیٹے نظر آنا ایک حیران
کن بات تھی۔ وہ تیزی سے اس کی جانب دوڑنے لگا اور بہت جلد گھوڑے کے قریب
پہنچ گیا۔ اس کی پہلی نگاہ نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ گھوڑے کی آنکھیں بے نور ہیں اور
وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ جہانگیر شاہ کے ذہن کو پہلا دھچکا لگا تھا۔ گھوڑے کی
موت ناقابل یقین تھی۔ وہ اتنی خاموشی سے مر گیا تھا کہ جہانگیر شاہ سوچ بھی نہیں سکتا
تھا۔ وہ تیزی سے گھوڑے کی طرف بڑھا' لیکن اچانک ہی اسے رک جانا پڑا۔
جو منظر اسے نظر آیا وہ اتنا حیران کن تھا کہ دماغ کو اپنی جگہ قابو میں رکھنا
مشکل ہو جائے۔ گھوڑے کے پورے جسم سے ہلکی ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی اور یہ بھاپ
بہت عجیب تھی۔ بس یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی گرم چیز پر پانی ڈال دیا ہو۔ وہ پھٹی
پھٹی آنکھوں سے اس حیران کن منظر کو دیکھتا رہا۔ گھوڑے کے پورے بدن سے وہ
بھاپ اٹھ رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے گھوڑے کے جسم کا
حجم کم ہوتا جا رہا ہو۔ اس کا گوشت بھاپ بن کر اڑ رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی فضا
میں ایک عجیب سی ناگوار بدبو پھیل رہی تھی۔ جہانگیر شاہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ یہ بدبو
اس کے لیے ناقابل برداشت تھی' لیکن اپنے وفادار ساتھی کی یہ حالت دیکھ کر اس کا
دل ڈوبنے لگا تھا۔ بھاپ کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ قرب و جوار کی زمین پر داغ
پڑ رہے تھے۔ جہانگیر شاہ کی نظریں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں پھر ایک درخت کی جڑ میں اس

لمبے سانپ کا جسم دیکھا جو سوراخ میں داخل ہو رہا تھا۔ نجانے اس کے جسم کا
نا حصہ سوراخ میں پہنچ چکا تھا' لیکن جتنا حصہ باہر موجود تھا اسے دیکھ کر دلوں پر
شت طاری ہوتی تھی۔
اتنا لمبا سانپ جہانگیر شاہ نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہرحال اس
ے پورے جسم کو اندر داخل ہونے میں کافی وقت لگا اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو
یا تو جہانگیر شاہ نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ ناگ نگر کا پہلا باسی اس
ی نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔ پھر اس نے گھوڑے کی طرف دیکھا اور گھوڑے کو دیکھ
ر اس کا دل خوف و دہشت سے بند ہونے لگا۔ اب گھوڑے کے جسم کی ہڈیوں کے
ھانچے کے سوا کوئی شے باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس کا پورا گوشت آن کی آن میں
ھاپ بن کر اڑ گیا تھا۔ یہ ناقابل یقین منظر جہانگیر شاہ کے لیے اتنا حیران کن تھا کہ
کچھ دیر کے لیے اس کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ یہ دلدوز سانحہ اس کے لیے بڑا
ریشان کن تھا۔ اب یہاں وہ بالکل تنہا رہ گیا تھا۔ بمشکل تمام اس نے خود کو سنبھالا اور
آہستہ آہستہ قدموں سے وہاں سے واپس پلٹا۔ ابھی کچھ آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک بار
ہر ٹھٹھک کر رک گیا۔ اسے چند افراد نظر آئے تھے جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے
ے۔ وہ ایک قطار میں تھے اور یہ قطار ایک دائرے کی سی شکل میں تھی۔ ان کے
رمیان میں ایک نوجوان عورت تھی اور اس کے دونوں طرف دو دو افراد۔ جہانگیر شاہ کو
ایک دم احساس ہو گیا کہ وہ اس کے قریب آ رہے ہیں' وہ ان کے قریب آنے کا
انتظار کرنے لگا اور پھر اس نے کچھ فاصلے پر ان سب کو رکتے ہوئے دیکھا۔ ان کے
اندر کوئی ایسی خاص بات تھی جو جہانگیر شاہ کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ان کی آنکھیں
تیز اور چمکدار تھیں۔ تبھی اس نے خود کو سنبھالا اور انہیں دیکھتے ہوئے غرا کر بولا۔
''کون ہو تم لوگ اور میرے گھوڑے کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ اگر تم
گوں نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو تم اپنی موت کے ذمہ دار خود ہو گے۔
چانک ہی انہوں نے اپنے منہ کھول دیئے اور ان کی زبانیں باہر نکل آئیں' لیکن
ہانگیر شاہ نے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھا تو ان کی زبانیں باریک اور دوشاخہ تھیں۔

سانپ کی زبانوں کی طرح عورت کی زبان بھی باہر نکلی ہوئی تھی اور اس میں دو شاخوں کے بجائے کئی شاخیں تھیں۔ جہانگیر شاہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ دفعتاً ہی ان سب نے اپنے ہونٹوں کو سکوڑا اور اپنے منہ سے ہوا نکالنے لگے۔ وہ جہانگیر شاہ پر پھونکیں مار رہے تھے۔ جہانگیر شاہ نے گھبرا کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، لیکن دفعتاً ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے ان کے منہ سے نکلی ہوئی ہوا کے بھبکے اس کے چہرے سے ٹکرائے ہوں۔ ان لوگوں نے اس کے گرد ایک حصار سا بنا دیا ہو۔ ایک عجیب سی بو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی اور اس کے پورے حواس پر مسلط ہوگئی۔ اس نے غرا کر ان پر جھپٹنے کی کوشش کی، لیکن ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کا ذہن ان کے طلسم میں گرفتار ہوگیا تھا۔ جسم بالکل شل ہوگیا تھا۔ وہ اپنی جگہ جھومنے لگا، پاؤں بالکل ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ جسم کا کوئی بھی حصہ ہلانے میں ناکام رہا تھا۔ جہانگیر شاہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اس کے حواس بالکل ہی ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ پھر پتہ نہیں وہ زمین پر گرا تھا یا ان لوگوں نے اسے سنبھال لیا تھا۔ اب وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔

☆......☆......☆

یہ تو جہانگیر شاہ پر گزری تھی۔ ادھر کمال اسی کو قصوروار نہیں ٹھہرا رہا تھا۔ بس واقعات پر غور کرتا تو اسے احساس ہوتا کہ تقدیر نے یہ سب کچھ اس کے لیے متعین کیا تھا۔ جیل میں جو وقت گزارا تھا اس کے بعد جہانگیر شاہ سے ملاقات، پھر وہاں سے فرار اور وہ ڈاکٹر گریٹ جو گریٹ تھا یا نہیں یہ تو نہیں معلوم، لیکن جس مصیبت میں اس نے ان دونوں کو پھنسا دیا تھا وہ ایسی تھی کہ بس تقدیر ہی اسے نکال سکے تو نکال سکے اور پھر اب جہانگیر شاہ کی دیوانگی۔ اور یہ ناگ نگر نجانے جہانگیر شاہ کتنی دور نکل گیا ہے۔ بہرحال اس بھیانک علاقے میں پہنچنے کے بعد تو کمال کے ہوش و حواس بالکل ہی رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ جہانگیر شاہ سے اس کا کوئی رشتہ نہیں تھا۔ بس اتنے دن کی رفاقت نے دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا تھا۔ جہانگیر شاہ اگر دیوانہ ہے تو یہ اس کا عمل ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ بہتر ہے میں یہیں رک جاؤں اور سوچوں کہ مجھے اس کے بعد کیا کرنا چاہیے۔ بہرحال یہ جگہ ایک بھیانک یادگار کی حیثیت رکھتی تھی۔ اگر کبھی زندگی میں مہذب دنیا تک واپس پہنچا تو لوگوں کو بتائے گا کہ اس روئے زمین پر ایک ایسی جگہ بھی ہے جہاں پورے کا پورا دریا زمین میں اس طرح اتر جاتا ہے کہ اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ لوگ یقین کریں یا نہ کریں۔ پھر اس کا ذہن دوبارہ جہانگیر شاہ کی طرف مڑ گیا۔ اب وہ ناگ نگر تلاش کرے گا اور ناگوں کی سلطنت میں وہ کیا تیر مار سکتا ہے۔ یہ بات ناقابل فہم تھی۔ بہرحال اسے اس بات کا احساس بھی تھا کہ ہو سکتا ہے کہ جہانگیر شاہ زندگی ہی کھو بیٹھے۔ کافی دیر تک وہ بیٹھا انہی خیالات کا شکار رہا۔ اس پر تھکن اور جھلاہٹ سوار ہوگئی تھی۔ پھر اس نے ایک جگہ تلاش کی جہاں خاصی صاف ستھری زمین تھی اور وہ اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس

طرح اترنے لگا۔ گھوڑا بھی مسلسل ڈرا ہوا تھا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ ایک مخصوص جگہ پہنچنے کے بعد کمال نے اپنا سامان زمین پر ڈال دیا اور گھوڑے سے بولا۔

''معاف کرنا دوست مصیبت تنہا نہیں آتی یا تو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں یا جہانگیر شاہ میرے ساتھ۔ بہتر ہے کہ اب تو بھی آرام کر اس نے اپنے گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا اور گھوڑا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کمال کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ جب اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو اس نے تھکے ہوئے جسم کو آرام دینے کا ہی فیصلہ کیا اور ایک پتھر کی اوٹ میں جا کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھوں میں نیند اتر آئی اور پھر جب آنکھ کھلی تو سورج ڈھل چکا تھا اور فضا میں اندھیرے اتر رہے تھے۔ پہلا خیال اسے جہانگیر شاہ کا ہی آیا تھا۔ جہانگیر شاہ واپس آیا یا نہیں۔ اپنی جگہ کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ اس کا گھوڑا کافی فاصلے پر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ گھوڑے کی طرف سے مطمئن ہو کر اس نے ایک بار پھر جہانگیر شاہ کی تلاش شروع کر دی۔ اگر وہ ناگ نگر تلاش کر کے واپس بھی آیا ہو گا اور اسے اس کی جگہ نہیں پایا ہو گا یقیناً وہ چاروں طرف نگاہیں دوڑائے گا۔ اب یہ جگہ ایسی نہیں تھی کہ جہانگیر شاہ کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔ یہ تو بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہانگیر شاہ کچھ زیادہ ہی دور نکل گیا ہو اور ابھی تک واپس نہ آیا ہو۔ بہرطور وہ اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ یہاں خشک ٹہنیوں کی کافی مقدار نظر آ رہی تھی۔ علاقہ سرسبز اور شاداب تھا' لیکن کبھی نہ کبھی دھوپ پڑتی ہی ہو گی اور دھوپ نے خشک ٹہنیوں کے انبار لگا دیئے تھے۔ کمال کو خیال آیا کہ وہ ٹہنیاں روشنی کرنے کے لیے جمع کرے اور فوراً ہی اس پر اس نے عمل کرنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد خشک لکڑیوں کا اچھا خاصا انبار جمع ہو گیا تھا۔ اب کمال کو جہانگیر شاہ کی غیر موجودگی پریشان کر رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس کا گھوڑا بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا حالانکہ رات پوری طرح جھک آئی تھی' لیکن ابھی تک کمال نے ان ٹہنیوں کو روشن نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے کھانے پینے کے سامان

سامان نکالا اور کھانے میں مصروف ہو گیا۔ پھر جب چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا تو اس نے آگ روشن کرنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ اور کچھ دیر کے بعد آگ روشن ہو گئی۔ فضا میں خنکی اتر آئی تھی جس کی وجہ سے یہ آگ اس وقت کافی خوشگوار معلوم ہو رہی تھی۔ کمال کا مقصد بھی یہی تھا کہ اگر رات کی تاریکی میں جہانگیر شاہ اسے ڈھونڈنے میں ناکام ہو' تو آگ کی روشنی دیکھ کر وہ اس طرف چلا آئے' لیکن پوری رات گزر گئی تھی اور جہانگیر شاہ کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ خیر یہ ذرا مشکل ہی تھا کہ سانپوں کی وادی کے مل جانے کے بعد وہ اس قدر حواس باختہ ہو جائے کہ کمال کو بھول ہی جائے۔

ممکن ہے کوئی ایسا واقعہ پیش آ گیا ہو جس کی وجہ سے جہانگیر شاہ واپس نہ آ سکا ہو۔ بہت دیر تک وہ انہی حالات کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر اس کی ذہنی رو اس بوڑھے درویش کی جانب مڑ گئی جس نے ناگ نگر کا انکشاف کیا تھا اور بتایا تھا کہ بہت سی عجیب و غریب کہانیاں ناگ نگر سے وابستہ ہیں۔ جوں جوں کمال ان کہانیوں کے بارے میں سوچتا رہا رفتہ رفتہ اس کے دل میں دلچسپی کی لہر بیدار ہوتی چلی گئی اور پھر اسے افسوس ہونے لگا کہ اس نے بلاوجہ ہی جہانگیر شاہ سے اختلاف کیا یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ دونوں ساتھ آ گئے تھے' دونوں ایک ساتھ ہی مشکل کا شکار ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں اسے جہانگیر شاہ کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔ کیا غلط ہو گیا یہ تو بہت ہی غلط ہو گیا ہے۔ بہرحال وہ سوچتا رہا پھر اچانک ہی دور اس نے یہ محسوس کیا جیسے کوئی اس کی طرف آ رہا ہو اور پھر نجانے ذہن کے کسی گوشے میں ایک احساس ابھر آیا۔ ممکن ہے یہ جہانگیر شاہ نہ ہو بلکہ ناگ نگر کا کوئی باسی ہو۔ ذرا فاصلہ اختیار کیا جائے اس نے پھرتی سے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور اس جگہ سے دور ہٹ گیا۔ ایک درخت کی آڑ لے کر اس نے ایک بار پھر اس طرف نگاہیں دوڑائیں تو اسے احساس ہوا کہ آنے والا ایک نہیں بلکہ دو افراد ہیں۔ ان کے ساتھ گھوڑے بھی تھے۔ کمال کے دل میں تجسس پیدا ہو گیا یہ کون لوگ ہیں۔ بہرحال وہ سیدھے چلے آ رہے تھے اور کمال خاموشی سے سانس روک کر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ

آگ کے قریب پہنچ گئے اور اب ان کے چہرے اور لباس نمایاں ہو گئے۔ یہ دیکھ کر
کمال کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ وہی مقامی بیوقوف تھے جن میں سے ایک کا نام
انگون اور دوسرے کا زاما تھا۔

کمال شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ انگون اور زاما یہاں تک
پہنچ گئے۔ یہ کیا قصہ ہو سکتا ہے' لیکن اچانک ہی ان کے نظر آ جانے سے اسے خوشی
بھی ہوئی تھی اور اس کے دل میں شرارت کی ایک لہر بیدار ہو گئی تھی۔ یہ تو بڑے
دلچسپ نوجوان تھے۔ کاش! اس وقت جہانگیر شاہ بھی ساتھ ہوتا تو لطف آ جاتا۔ بھلا
وہ یہ بات کہاں بھول سکتا تھا کہ وہ لوگ اپنی دانست میں انہیں پاگل کر کے ان کی
حیثیت اختیار کر کے نکل گئے تھے۔ ایسے لوگوں کا ہاتھ آ جانا بڑی تفریح کا باعث بن
سکتا تھا۔ بہرحال اس نے خاموشی سے اپنے گھوڑے کو درخت کی شاخ سے باندھا اور
اپنی اس شرارت پر غور کرنے لگا جو اس کے ذہن میں کلبلا رہی تھی۔ پھر انگون اور زاما
جو آگ کو دیکھ کر اس طرف آئے تھے وہاں کسی کو نہ پا کر پریشان ہو گئے تھے۔ پھر وہ
خاموشی سے آگ کے قریب بیٹھ گئے۔ اچانک ہی ان کے گھوڑوں نے اپنی ناک
سے آوازیں نکالیں اور دونوں نے چونک کر پیچھے دیکھا دوسرے لمحے دونوں ہی خوفزدہ
انداز میں چیخ پڑے تھے۔ انہوں نے اس سائے کو دیکھ لیا تھا جو ان سے تھوڑے ہی
فاصلے پر تھا۔ اچانک ہی زاما نے کہا۔

''اوہو۔ عظیم آقا! دیکھو تو سہی یہ کون ہے۔''

''آہ...... یہ...... یہ تو وہی ہے یعنی روبا۔''

''ہاں سو فیصدی یہ روبا ہی ہے۔'' انگون بمشکل تمام اپنی جگہ سے کھڑا ہو سکا
تھا۔ کمال نے اپنے آپ کو ساکت کر لیا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر بندھے
ہوئے تھے۔ شعلوں کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ بہت پراسرار لگ رہا
تھا۔ انگون آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔ کمال کو اندازہ تھا کہ اس وقت انگون کی کیا
کیفیت ہے' لیکن اس نے خاموشی اختیار کیے رکھی۔ ادھر زاما بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر
دونوں خوفزدہ انداز میں ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچے اور ان میں

ایک نے کہا۔

''یہ۔ روبا کیا یہ تو ہی ہے۔ رب عظیم کی قسم یہ تیرے علاوہ اور کوئی نہیں ہو
سکتا۔ مگر روبا تو یہاں کیسے پہنچ گیا۔'' انگون کی آواز کپکپا رہی تھی۔ تب کمال نے
آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور سنجیدہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر اس کے منہ
سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

''آؤ۔ آسمان والوں کا یہی حکم تھا اور یہی کہا تھا مدبر اعلیٰ نے کہ تم دونوں
سلامت رہو گے اور اس وقت تک جب تک کہ تمہاری موت تمہیں میرے قریب نہیں
لے آئے گی۔ تو نہیں جانتا کہ آسمانوں سے کیا کیا ہوتا ہے۔ اور زمین پر رہنے والوں
کے ذہن میں بھلا یہ باتیں کہاں سے آتیں۔ جن کا تعلق آسمانوں سے ہو یہی ہوا تھا
انگون تجھے اس وادی تک پہنچنا تھا' لیکن راستے یہی منتخب کیے گئے تھے اور میں نے تجھ
سے جو کہا تھا وہ بے شک ایک مذاق تھا حقیقت یہ تھی کہ اس مذاق کے پس پردہ کچھ
اور تھا۔'' انگون کی سمجھ میں شاید اس کے الفاظ بالکل نہیں آئے تھے۔ اس نے زاما کی
طرف دیکھا اور زاما نے کمال کی طرف پھر بولا۔

''جو کچھ تو کہہ رہا ہے ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔''

''کاش انسان زندگی میں ہی سب کچھ سمجھ لے' لیکن میں نے جو سمجھا موت
کے بعد سمجھا اور یہ ایک سچ تھا۔ انگون کہ مجھے شامان کی جگہ روانہ کرنے کے بعد یا
تیرے شامان بننے کے بعد بڑی پراسرار قوتیں ہمارے پاس آئیں' انہوں نے کہا کہ
ہماری بلا انگون نے اپنے سر لی ہے اور رب عظیم کا یہی حکم ہے کہ ہماری جگہ انگون اور
زاما کو زندگی سے دور ہونا پڑے گا۔ بہرحال ہمارے علم میں تھا کہ تم مشکلات کا شکار ہو
کر آخر کار اسی وادی کی جانب آؤ گے اور یہاں آنے کے بعد جو کچھ تیرے ساتھ ہو
گا اب وہ تجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔''

''آہ۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا۔ کیا کہہ رہا ہے تو۔ کیا کہہ رہا
ہے۔''

''میں زندہ نہیں ہوں انگون' میں مر چکا ہوں میرے ساتھ شامان بھی مر چکا

ہے۔ یہ ہماری روحیں ہیں جو تیرے انتظار میں یہاں بھٹک رہی ہیں اوراس پہاڑ کے
اس طرف شامان تیرا انتظار کر رہا ہے کہ تجھے موت کی وادی میں لے جائے۔''

''کک...... کیا تو مر چکا ہے۔''

''ہاں۔ یہ میری روح ہے۔ کیا تجھے اس کا اندازہ نہیں ہوتا اپنے دل کی
آنکھیں کھول کر مجھے دیکھ میں اب اس دنیا میں نہیں ہوں۔''

''تت...... تو یہ کک...... کیا کہہ رہا ہے' تت...... تو زندہ نہیں ہے۔''

''ہاں میں زندہ نہیں ہوں۔''

''تت...... تو پھر......''

''پھر کیا روحیں بھٹکتی ہیں۔ ہم روح ہیں اور تجھے اندازہ نہیں ہے کہ ہم نے
تیرے لیے کیا قربانی دی ہے۔ افسوس! ابھی ہمارا اس دنیا میں رہنے کا ارادہ تھا' لیکن
شامان تیرے لیے فنا ہو گیا کیونکہ وہ ایک سچا انسان تھا۔''انگون کے دل کے گوشے نرم
ہونے لگے۔ یہ اندازہ تھا اسے کہ شامان بہت ہی اچھا انسان ہے' لیکن یہ دونوں مر
چکے ہیں۔ یہ بات اس کے لیے باعث تکلیف تھی اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر
ہونے لگیں۔ زاما بھی متاثر تھا اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تو تم دونوں نے ہمیں زندگی دینے کے لیے خود کو موت کی نیند سلا لیا۔
ہاں یہی حکم تھا ہمارے لیے۔ اگر ہم زندہ رہتے تو' تو زندہ نہ رہتا۔''

''یہ تو بہت برا ہوا تو یہاں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ کیا یہ واقعی وادی موت
ہے۔''

''ہاں جہاں دریا زمین میں غروب ہو جاتا ہے وہاں سے راستے پیچھے کی
سمت جاتے ہیں اور وہاں بہت کچھ ہے۔ پہاڑی' دیواروں میں سونے کے انبار جھلکتے
ہیں اور زمین پر رنگین پتھر یعنی ہیرے اور جواہرات جن کی قیمت بے پناہ ہوتی ہے اور
جن کے حصول کے بعد انسان دولت مند ترین بن سکتا ہے۔'' انگون اور زاما نے ایک
بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انگون کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ اس نے کہا

''امیر ترین انسان۔''

''ہاں۔ ان پوری آبادیوں میں تم جیسا کوئی نہیں ہو گا اگر تم یہاں سے
تھوڑے سے قیمتی پتھر بھی لے جاؤ۔''

''آہ۔ کیا واقعی یہ چیزیں یہاں موجود ہیں۔''

''ہاں۔''

''لیکن شامان تم نے ان قیمتی جواہرات کو کیوں نہیں حاصل کیا۔''

''بیوقوف تو اب بھی بیوقوفی کی باتیں کرنے سے باز نہیں آ رہا۔ روحوں کو
دولت کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں اگر تو چاہے تو سونے و جواہرات کے انبار سمیٹ
لے۔ میں تیری مدد کر سکتا ہوں۔'' انگون کا بدن کپکپانے لگا۔ اس کی ٹانگیں لرزنے
لگیں اس کے سارے وجود میں خوشی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ زاما کی کیفیت بھی اس
سے مختلف نہیں تھی۔ انگون نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

''اے مقدس روح! کیا تو میری رہنمائی نہیں کرے گی۔''

''ہم تجھے وہ سب کچھ دینا چاہتے ہیں انگون! جو تجھ سے چھین لیا گیا ہے۔
تیری اس محنت اور پریشانی کا صلہ دینے کے خواہشمند ہیں ہم اور آگ میں نے تیرے
ہی لیے روشن کی تھی' لیکن تو مجھے یہ بتا کہ سوہا سے تیری واپسی کیسے ہوئی۔''

''تم لوگوں نے بس کیا بتاؤں تمہیں' ہم شامان اور روبا کی حیثیت سے اس
بوڑھے اوراس عورت کے ساتھ گئے تھے' لیکن جب ہم سوہا پہنچے تو ہمیں گرفتار کر لیا گیا
اورسخارہ نے ہمیں قید خانے میں پہنچا دیا۔ وہ تیری صورت آشنا نہیں تھا سو دن کی
روشنی میں اس کا چچا تبوریہ قید خانے میں آیا اور اس نے دیکھا کہ ہم دونوں وہاں قید
ہیں تو وہ ناراض ہوا اوراس نے ان دونوں کو سزا دی یعنی بوڑھے اور زبابہ کو کہ وہ غلط
لوگوں کو کیوں لے کر آئے اور پھر انہوں نے ہمیں ...... ہمیں اچانک ہی...... انگون
خاموش ہو گیا۔ غالباً زہر کی بات وہ چھپانا چاہتا تھا۔ تبھی کمال نے کہا

''روحوں سے چھپا رہے ہو مجھے معلوم ہے جو تیرے ذہن میں ہے۔
اورتیری زبان تک آنے سے رک رہا ہے۔''

''آہ۔ مگر اب تو یہ سب کچھ کہنا تو بے کار ہے تم تو مر ہی گئے۔ بہرحال وہ

زہراب ہم تم لوگوں کو نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر تم زندہ ہوتے تو ہم وہ زہر تمہیں ضرور دے دیتے جو ہم کو تجربے نے دیا ہے کہ تمہیں دے دیا جائے۔'' اور اس کے بعد انگون نے ساری کہانی پوری تفصیل کے ساتھ کمال کو سنا دی تھی۔ کمال نے کہا۔

''شامان اس پہاڑی کی دوسری جانب تیرا منتظر ہے اور یقیناً تجھے سونے کے انبار سے لاد دے گا۔ اب تو چاہے تو اپنے ساتھی کے ہمراہ آرام کر۔''

''آہ۔ تم کتنے اچھے ہو اور حقیقت یہ ہے کہ میں تو جھوٹ بولتا ہوں۔ میں نے اپنے دوست کو بھی بتا دیا ہے کہ میرا کوئی خواب سچا نہیں تھا۔ بس یہ خواب میرے ذہن میں پیدا ہوتے تھے اور میں نجانے کیا سے کیا بن جاتا تھا۔ بہرحال میں شرمندہ ہوں۔''

''بس اب تو آرام کر اور اپنے ساتھی کے ہمراہ رہ۔'' کمال خاموشی سے واپس مڑا اور چند قدم دور جانے کے بعد ایک درخت کے تنے سے ٹک کر بیٹھ گیا۔ آگ روشن تھی زاما نے ایک گہری سانس لے کر کہا

''آہ۔ یہ تو واقعی آسمان کے باشندے ہیں۔ مگر دیکھو کیسی عجیب بات ہے ان کی روحیں بھی ہمارے لیے کام کر رہی ہیں۔

''میرے ذہن میں ایک اور بات آ رہی ہے۔''

''وہ کیا؟''

''ہم اس سے کیوں نہ یہ بات کہیں کہ زروجواہر دینے کے بجائے وہ کیوں نہ ہماری بستیوں کا راستہ بتا دے۔''

ہاں، لیکن جو دولت ہمارے ہاتھ آ رہی ہے اگر وہ لینے کے بعد ہم اس سے راستہ دریافت کریں تو کیا برا ہے۔ ویسے مجھے ایک بات بتاؤ انگون! کیا تم مجھے اس دولت کا کوئی حصہ دو گے۔''

''تو نے ابھی سے اس کے لیے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔'' انگون نے آنکھیں نکال کر کہا۔

''نہیں میں تمہاری عادت جانتا ہوں۔ دولت کے حصول کے بعد تم ہمیشہ کی

مانند مجھے نظرانداز کر دو گے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تجھے میرے اوپر بھروسہ نہیں ہے۔''

''اصل میں دولت ہوتی ہی ایسی چیز ہے۔''

''تو کیا چاہتا ہے۔''

''یہی کہ جب دولت ہم یہاں سے لے کر جائیں تو ہم اس کے برابر کے حصہ دار ہوں گے۔''

''گویا آج تو میری برابری کرنے پر تل گیا ہے۔ کل تک تو اپنے آپ کو میرے غلاموں میں شامل کرتا تھا۔

''میں ابھی بھی تیرا غلام ہوں اور بعد میں بھی غلام رہوں گا۔''

''مگر آدھی دولت۔''

''ہاں۔''

''اور اسے لے کر کون جائے گا؟''

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے کہ میرے حصے کی دولت بھی تو اپنے کندھے پر ہی بار کرے گا۔''

''گویا تو مجھے گدھا سمجھتا ہے۔''

''دولت کبھی گدھے پر نہیں لادی جاتی، لیکن بہرحال مجھے یہ بات بھی پسند نہیں کہ تو میرا برابر کا حصہ دار ہو۔''

''تو پھر یہ سمجھ لے کہ یہاں سے میرے اور تیرے راستے الگ الگ۔''

''گویا تو مجھے چھوڑ دے گا؟''

''مجبوری ہے''

''تو یہ نہیں جانتا کہ میں تجھے موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا ہوں۔''

''تو ایسا نہیں کر سکے گا انگون! اگر تو سچ پوچھے تو میں تجھے بتا دوں کہ تیرا دوست رہ کر میں تجھ سے دبا رہتا ہوں ورنہ میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں۔''

''تو غدار ہے' غدار ہے۔ ٹھیک ہے لیکن اے احمق! تیری عقل ہے کہاں۔ وہ کہیں حاصل تو ہو جائے۔'' اچانک ہی زاما چونکا اور ادھر ادھر دیکھ کر ہنسنے لگا۔

''یہی تو میں تجھے بتانا چاہتا تھا۔ انگون ذرا دیکھ دولت کتنی بدترین شے ہوتی ہے کہ دوستوں کو دوستوں سے جدا کر دیتی ہے۔ غلام کو سرکشی پر آمادہ کر دیتی ہے۔'' اچانک ہی زاما کو احساس ہوا تھا کہ جلد بازی کر بیٹھا ہے ابھی تو انگون کی غلامی ہی مناسب ہے ورنہ صورتحال خطرناک ہو جاتی ہے۔ رات کو تین چار بار اٹھ کر زاما نے انگون کو جگایا اور اس دولت کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ دولت کے حصول کے بعد ان کی زندگی کے آئندہ منصوبے کیا ہوں گے۔ آخری بار انگون زاما کو قتل کر دینے پر تل گیا تھا۔ اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

''اگر اب کے بار تو نے مجھے جگایا تو دولت کے حصول سے پہلے ہی تو اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔'' زاما برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا تھا' لیکن باقی رات بھی جاگتے ہوئے گزاری تھی۔ ادھر کمال مسلسل جہانگیر شاہ کے لیے پریشان تھا۔ ان دو افراد کے مل جانے کے بعد اسے ذرا سی ڈھارس تو ہو گئی تھی' لیکن پھر بھی جہانگیر شاہ کی بات بالکل مختلف تھی۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور کچھ دیر کے بعد وہ دونوں گدھے بھی جاگ گئے۔ اس وقت کمال جان بوجھ کر ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا تھا اور ایسی جگہ پر تھا جہاں سے وہ دونوں اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس نے دور ہی سے ان کے چہروں پر بدحواسی کے تاثرات محسوس کر لیے۔ غالباً وہ یہ سوچ رہے تھے کہ روبا کی روح غائب ہو گئی ہے یا رات کو جو واقعہ پیش آیا وہ خواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ غالباً وہ یہی باتیں کر رہے تھے' لیکن بہرحال کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔ ان لوگوں کو ساتھ ہی رکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ کمال ان کے سامنے آیا اور وہ اسے دیکھ کر چونک پڑے۔

''صبح کا ناشتہ کرو اور اپنے گھوڑے سنبھالو اور میرے ساتھ سفر کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' وہ دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ اس راستے پر چل پڑے جہاں کمال ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ دونوں ان راستوں کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ

ہے تھے اور کمال صرف اس اندازے پر آگے بڑھ رہا تھا جس پر اس نے جہانگیر شاہ و جاتے دیکھا تھا۔ جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں سے انہوں نے ناگ نگر میں داخل ہونا تھا تو سچ بات یہ ہے کہ کمال کے حواس بھی جواب دینے لگے۔ نہایت خوفناک جگہ تھی۔ ادھر انگون اور زاما کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ کمال نے رک کر انہیں دیکھا اور سرد لہجے میں بولا۔

''میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ' یہ راستہ عبور کرتے ہوئے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور پھر اس نے خود ہمت کر کے اپنے گھوڑے کو اس راستے پر ڈال دیا۔ کچھ دیر کے بعد گھوڑا راستہ عبور کر گیا۔ انگون اور زاما نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اگر گھوڑے بھی آنکھیں بند کر لیتے تو یقیناً ان کا اس جگہ پہنچنا ممکن نہ ہوتا۔ گھوڑے ہوشیار تھے وہ یہ راستہ عبور کر گئے۔ البتہ دوسری طرف کا منظر دیکھ کر انگون اور زاما کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ انگون بے اختیار بولا اٹھا۔

''آہ۔ یہ تو آسمان کی دنیا معلوم ہوتی ہے۔ کتنا خوبصورت علاقہ ہے۔'' کمال کی نگاہیں بھی چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ وہ اپنے گھوڑے کو آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہا تھا۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ جہانگیر شاہ کہاں تک پہنچا ہے' لیکن بہت دور نکلنے کے بعد بھی اسے جہانگیر شاہ نظر نہ آیا تو کمال کو پریشانی ہونے لگی۔ اس نے ایک بار پھر سوچا کہ جہانگیر شاہ نے اسے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ انگون اور زاما بڑی عقیدت سے اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ اس وادی کو دیکھ کر ان کی روح خوشی سے ناچنے لگی تھی اور وہ ایک ایک منظر کی تعریف کر رہے تھے۔ پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد کمال کو کچھ نظر آیا۔ بظاہر یہ ایک دھبہ تھا' لیکن کمال نے گھوڑے کا رخ اس جانب کر دیا۔ وہ ہر قیمت پر جہانگیر شاہ کا نشان چاہتا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ دھبے کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے جو کچھ دیکھا وہ اس کے لیے شدید باعث حیرت تھا۔ یہ کسی جانور کی ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ آس پاس زمین کچھ عجیب سی ہو گئی تھی اور وہاں سے ہلکی ہلکی بدبو اٹھ رہی تھی۔

اس ڈھانچہ کے بارے میں اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ گھوڑے کے جسم

کا پنجر ہے، لیکن بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ چیخ چیخ کر جہانگیر شاہ کو آوازیں دے، لیکن انگون اور زاما کی موجودگی میں یہ کام وہ نہیں کر سکا۔ ایک بار پھر اس کو خود پر جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔ اپنے آپ کو اس نے روح ظاہر کر کے خواہ مخواہ کی مصیبتیں مول لے لی تھیں۔ پھر وہ آگے بڑھنے لگا۔ درختوں کے ساتھ ساتھ اس کی نگاہیں آگے بڑھ رہی تھیں ایک جگہ پھر اس کی نگاہیں جم گئیں اور اس بار اس نے جو کچھ دیکھا اس نے اس کے جسم میں سنسنی پیدا کر دی۔ وہ تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا۔ اچانک ہی گھوڑے سے اتر کر اس نے درخت کے پاس جو سامان رکھا ہوا تھا وہ دیکھا اور یہ سامان دعویٰ سے وہ کہہ سکتا تھا کہ جہانگیر شاہ کے علاوہ اور کسی کا نہیں تھا۔

اس کی بندوق، تھیلا سب کچھ وہاں موجود تھا، لیکن جہانگیر شاہ وہاں موجود نہیں تھا اور پھر گھوڑا، دفعتاً ہی کمال کے جسم میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ کیا جہانگیر شاہ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ اگر جہانگیر شاہ اسے کسی قسم کا دھوکا دینا چاہتا تھا تو کم از کم گھوڑے کا ڈھانچہ وہاں موجود نہیں ہونا چاہئے تھا۔ صرف ایک گھوڑے کا ڈھانچہ اس کے علاوہ یہاں صاف شفاف گھاس کے فرش پر اور کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ یہ کیا چکر ہے کمال کو حیرت ہونے لگی۔ دل ہی دل میں سوچا کہ یقینی طور پر جہانگیر شاہ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ اب اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس نے منہ کے سامنے دونوں ہاتھ کیے اور زور زور سے جہانگیر شاہ کو پکارنے لگا۔ زاما اور انگون اس کے قریب پہنچ گئے تھے اور حیرت سے کمال کو دیکھ رہے تھے۔ کمال پریشانی کے عالم میں اسے جہانگیر شاہ ہی پکار رہا تھا۔ آخر میں اس نے کہا۔

''شاہ جی اگر تم کہیں پوشیدہ ہو تو سامنے آ جاؤ ورنہ کوئی سنگین حادثہ بھی پیش آ سکتا ہے۔'' لیکن جواب میں چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ پھر اس نے ان دونوں کی طرف دیکھا اسی وقت انگون کہنے لگا۔

''تم کسے پکار رہے ہو۔ یہ تو تم ایک عجیب سا نام لے رہے ہو اور یہ سامان...... یہ سامان کیا شامان کا ہے۔'' کمال نے گھور کر انگون کو دیکھا، لیکن کوئی

جواب نہیں دیا۔ اچانک ہی زاما کے حلق سے ایک تیز چیخ نکلی اور اس نے اپنے دونوں پاؤں گھوڑے کی رکابوں میں سمیٹ کر گھوڑے کی پشت پر رکھ لیے۔

''کیا ہوا۔'' انگون نے پوچھا۔

''وہ...... وہ...... وہ دیکھو...... ادھر...... ادھر۔'' زاما نے جواب دیا اور تب انگون کی نگاہیں اس کے اشارے کی جانب اٹھ گئیں۔ دوسرے لمحے انگون کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہوئی تھی۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

''روبا...... روبا...... روبا اور کمال نے بھی ان سانپوں کو دیکھ لیا جن کی تعداد تین تھی۔ وہ تیزی سے رینگتے ہوئے اسی جانب آ رہے تھے وہ اتنے لمبے لمبے سانپ تھے کہ کمال کا دم خشک ہونے لگا۔ اس نے دفعتاً ہی گھوڑے کا رخ تبدیل کیا اور اس کی پشت پر چھلانگ لگا دی پھر اس نے چیختے ہوئے کہا۔

''بھاگو......'' اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی۔ انگون اور زاما بھی بری طرح گھوڑوں کو دوڑانے لگے اور ان کے گھوڑے بھی کمال کے گھوڑے کے پاس پہنچ گئے، لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ تینوں سانپ بھی اسی رفتار سے گھوڑوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ گھوڑوں کو بھی اس خطرے کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ وہ جان توڑ کر بھاگ رہے تھے، لیکن سانپوں کی رفتار ناقابل یقین تھی۔

کمال جب بھی گردن گھماتا سانپوں کو اور قریب پاتا ان کا فاصلہ تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ ناگ نگر کا تصور اس کے ذہن میں تھا۔ ناگوں کی بستی میں ان تینوں سانپوں سے بچنا انتہائی مشکل لگ رہا تھا۔ وہ تینوں تھے بھی اتنے ہیبت ناک کہ انہیں دیکھ کر بدن پر تھرتھری طاری ہو جاتی تھی۔ انہوں نے گھوڑوں کو بے لگام چھوڑ دیا اور گھوڑے برق رفتاری سے اپنی زندگی بچانے کے لیے دوڑ رہے تھے۔ اس طرح یہ سفر کافی دیر تک جاری رہا۔ پھر ایک ایسا علاقہ آ گیا جہاں گھاس نہیں تھی بلکہ وہاں ٹیلوں کی بہتات تھی۔ جگہ جگہ چٹانیں اور ٹیلے ابھرے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان گھوڑوں کو خود بخود رفتار سست کرنا پڑی۔ سانپ تھے کہ جیسے ان کے پر لگے ہوئے تھے اور وہ گھوڑوں کے پیچھے پیچھے ہوا میں پرواز کر رہے تھے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک اور عجیب و

غریب منظر دیکھنے کو ملا۔

دفعتاً ہی ان تینوں سانپوں نے اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا۔ جیسے انہوں نے گھوڑوں کا تعاقب چھوڑ دیا ہو۔ گھوڑوں کی بھی جان میں جان آئی۔ جانور انسان سے زیادہ حساس ہوتا ہے۔ گھوڑے جس وقت تک سانپوں کو محسوس کر رہے تھے برق رفتاری سے دوڑ رہے تھے' لیکن اب انہوں نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ سانپ ان کے پیچھے نہیں ہیں۔ چنانچہ ان کی رفتار کم سے کم ہوتی گئی اور اس کے بعد وہ رک گئے۔ اس طویل اور تیز سفر کرنے سے ان کے جسموں سے بھی پسینہ بہہ رہا تھا۔ انگون اور زاما تو جیسے گھوڑوں کی پشت سے چمٹے ہوئے ہی تھے۔ گھوڑوں کے رک جانے کے بعد بھی انہوں نے گردنیں نہیں اٹھائی تھیں۔ لیکن کمال آنکھیں پھاڑے وحشت زدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ نجانے یہ کون سی جگہ ہے۔ اب کیا ہو گا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ جہانگیر شاہ کی غیر موجودگی میں اب وہ اپنے آپ کو عجیب بیچارگی کا شکار پا رہا تھا۔ پھر انہیں کچھ آہٹیں سنائی دیں اور ان سے کچھ فاصلے پر ہی کچھ پتھر اپنی جگہ سے لڑھکنے لگے۔ اس کے بعد بھی انہوں نے جو کچھ دیکھا وہ ان سب کے لیے ناقابل یقین تھا۔ وہ تین افراد تھے سامنے آنے والی ایک دراز قد عورت تھی اور اس کے گرد دو بدشکل آدمی۔ البتہ عورت اچھی شکل و صورت کی مالک تھی۔ گو اس کی عمر اچھی خاصی تھی' لیکن اس کے باوجود اس کے نقوش دلکش تھے۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہ کمال کے پاس پہنچ گئی۔ پھر اس کے منہ سے ایک آواز نکلی۔

"عقل و دانش کے دیوتاؤ۔ ناگ نگر میں نردانہ تمہیں خوش آمدید کہتی ہے۔"

☆......☆......☆

جہانگیر شاہ کے ذہن سے تاریکی چھٹی تو اس نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا۔ رفتہ رفتہ اسے گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے اور پھر اسے یہ احساس ہوا کہ وہ ایک نرم بستر پر موجود ہے۔ سب سے پہلے اس نے اپنے اس بستر کو دیکھا اور اس کے بعد وہاں کے ماحول کو۔ یہ ماحول بے حد سحر انگیز تھا۔ انتہائی کشادہ جگہ' زمین پر نرم گھاس بچھائی گئی تھی۔ وہ گردن گھما گھما کر دیکھتا رہا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی جادو نگری میں آ گیا ہو۔ پھر اسے گزرے ہوئے واقعات یاد آئے اور وہ اچھل پڑا۔ کمال کو اس نے اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ جہاں دریائے لانا زمین کے نیچے چلا جاتا تھا اور پھر وہ دوشاخہ زبانوں والے جنہوں نے اپنی زہریلی سانسوں سے انہیں بے ہوش کر دیا تھا لیکن آخر یہ سب کیا تھا۔

رفتہ رفتہ اسے بوڑھے درویش کی کہانی یاد آئی اور اسے پورا پورا یقین ہو گیا کہ وہ ناگ نگر کا قیدی ہے۔ بہرحال وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور فرش پر آگے بڑھتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دروازے کو ٹٹول کر دیکھا۔ رک کر ماحول کا جائزہ لیا۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ بہرطور یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ اس وادیٔ حیرت میں اسے کتنا وقت گزر گیا ہے۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ وسیع و عریض دالان۔ پہاڑی پتھروں سے بنے ہوئے لاتعداد ستون۔ یہ سرخ پتھروں سے بنی ہوئی انتہائی قدیم عمارت تھی جس میں یہ رہائش گاہ تھی جو اعلیٰ ترین اشیاء سے سجی ہوئی تھی۔ البتہ باقی حصہ اجاڑ اور ویران نظر آ رہا تھا۔ دالان سے آگے ایک وسیع و عریض صحن پھیلا ہوا تھا جو آگے جا کر گولائی کی شکل اختیار کر گیا تھا اور اس گولائی کے انتہائی سرے پر اونچی اونچی دیواریں بنی ہوئی تھیں۔ دیواروں میں جگہ جگہ بڑے بڑے

سوراخ تھے۔

البتہ دالان کے نیچے کی جگہ کچی زمین پر مشتمل تھی۔ جہانگیر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دالان میں آ گیا' وہاں سے اس نے ان چھ سیڑھیوں کو دیکھا جو نیچے تک جاتی تھیں اور ایک وسیع دائرے کی شکل میں پھیل گئی تھیں۔ یہ دائرے گھوم کر نجانے کہاں جاتے تھے۔ وہ رہائش گاہ جو جہانگیر شاہ کی تھی یعنی جہاں اس نے اپنے آپ کو سوتے ہوئے پایا تھا' اس کے پیچھے کیا تھا' یہ اسے نہیں معلوم تھا لیکن باہر سے اس کی دیواریں نہایت بدنما تھیں۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان حسین دیواروں کا بیرونی منظر اتنا بھیانک ہوگا۔ دالان سے سیڑھیاں اتر کر وہ صحن جیسی جگہ پر پہنچا اور وہاں سے پلٹ کر اس نے عقب کا منظر دیکھا۔ دور سے دیکھنے والے اس جگہ کو ایک ویران محل ہی کہہ سکتے تھے۔

کچی زمین پر جگہ جگہ آڑی ترچھی لکیریں پڑی ہوئی تھیں۔ پہلے تو جہانگیر نے ان لکیروں پر کوئی توجہ نہیں دی لیکن دوسرے لمحے اس کا دل دھک سے ہو گیا۔ یقیناً یہ سانپوں کے رینگنے کی لکیریں ہیں۔ اس کا مطلب ہے زہریلے سانپ بکثرت یہاں موجود ہیں اور جن زہریلی ہواؤں نے جہانگیر شاہ کو ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا' وہ ان سانپوں کی موجودگی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وادیٔ حیرت میں یہ پہلا ہوش کا عالم جہانگیر شاہ کے لیے انتہائی سنسنی خیز کیفیت کا حامل تھا۔ اس نے چاروں طرف کا جائزہ لینے کے بعد سوچا کہ دیواروں میں جگہ جگہ سوراخوں کا مقصد بھی یہی ہوگا کہ ان سے باہر کی جانب جھانکا جا سکے۔ یہ خیال آتے ہی وہ دیوار کی جانب بڑھنے لگا۔ یہاں اسے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ زمین پر اس کے قدموں کے نشانات بنتے جا رہے تھے۔ آخر کار وہ دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ دیوار کے ان سوراخوں میں سے ایک سوراخ کا انتخاب کر کے اس نے جونہی باہر کی جانب جھانکا تو اسے چکر آ گیا۔ نیچے انتہائی گہرے نشیب تھے۔ ان نشیبوں میں بھی وسیع و عریض زمین پھیلی ہوئی تھی جس کا اختتام اونچی اونچی دیواروں پر ہوا تھا اور سامنے ایک عظیم الشان دروازہ نظر آ رہا تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا اور بند تھا لیکن جس جگہ وہ قید تھا یا موجود تھا

...ہاں سے اس نشیب کی گہرائی اتنی زیادہ تھی کہ کوئی انسان اس گہرائی میں اترنے کا ...صور بھی نہ کر سکے۔

جہانگیر شاہ کو حیرت ہوئی کہ اسے اتنی بلند جگہ کیسے پہنچایا گیا۔ یقینی طور پر ان ...کا کوئی خفیہ راستہ ہوگا۔ سیڑھیوں کی تعداد بھی بے شمار ہوگی لیکن اب کیا کیا جائے' نیچے ...جا کر آگے بڑھنے کا راستہ تلاش کیا جائے یا یہاں آنے والے وقت کا انتظار کیا ...جائے۔ کوئی تو اسے لایا ہوگا' لانے کا کوئی نہ کوئی مقصد بھی ہوگا۔ لانے والا اسے قید ...کر کے بھول بھی نہ گیا ہوگا تو پھر اس کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیے اور اگر یہ ناگ نگر ...ہے تو سانپوں نے اسے ڈسا کیوں نہیں۔ دیر تک وہ سوراخ سے آنکھیں لگائے کھڑا ...پرخیال نگاہوں سے اس وسیع صحن کو دیکھتا رہا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ صحن بھی خالی ...نہیں ہے۔ جگہ جگہ سیاہ رنگ کے پتھر اس طرح پڑے ہوئے تھے جیسے بیٹھنے کے لیے ...نشستیں ہوں۔ سامنے ہی ایک سنگیں چبوترہ نظر آ رہا تھا۔ یہ بھی ایسا تھا جیسے اس پر بیٹھ ...کر کوئی کسی کو احکامات دیا کرتا ہو۔

بہرحال اسے یقین کرنا پڑا کہ وہ عالم ہوش میں یہ سب مناظر دیکھ رہا ہے لیکن اسے یقین تھا کہ اس وقت وہ انتہائی مصیبت میں ہے اور یقینی طور پر ناگ نگر ...میں موجود ہے۔ وہ دیر دیر تک گہری گہری سانسیں لیتا رہا اور سوچتا رہا کہ نجانے کمال ...پر کیا گزری ہوگی۔ سارے واقعات یاد آ رہے تھے۔ اس طرح یہاں ایک بلند و بالا ...جگہ رہ کر میں کیا کر سکتا ہوں' اس نے سوچا۔ ناگ نگر میں اسے ان لوگوں کو تلاش کرنا ...تھا جنہوں نے بیچارے ہمباریہ کے بیٹے طارس کو موت کی نیند سلا رکھا تھا۔ کوئی ایسی ...ترکیب ہونی چاہیے جس سے طارس کا مسئلہ حل ہو جائے لیکن اس جادونگری میں یہ کام آسان نہیں تھا۔ بے شک کمال اگر ساتھ ہوتا تو کوئی مناسب فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔ ...بہرطور وہ کھڑے کھڑے تھک گیا تو اس نے سوچا کہ ذرا دور دور تک کا چکر لگایا ...جائے۔ یہ دیکھا جائے کہ نیچے جانے کے لیے کوئی مناسب راستہ ہے یا نہیں اور وہ ...ان سوراخوں والی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ دیوار آگے جا کر دائرے کی ...شکل میں گھوم گئی تھی۔

کھنڈرات نما یہ محل باہر سے انتہائی بدصورت نظر آ رہا تھا اور اس زہریلی بدصورتی میں نجانے کیا کیا کہانیاں پوشیدہ تھیں۔ بہرحال وہ وہاں سے آگے بڑھا اور اس عمارت کے عقب میں پہنچ گیا۔ یہاں جھاڑ جھنکار بکھرے ہوئے تھے۔ گھاس اگی ہوئی تھی اور اس گھاس میں ایک خاص قسم کی بیل پھیلی ہوئی تھی جس میں سفید رنگ کے تربوز نما پھل لگے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے تربوزوں کی مانند ان پھلوں کو دیکھ کر دفعتاً ہی جہانگیر شاہ کی بھوک چمک اٹھی اور وہ نجانے کب سے بھوکا تھا۔ ان زہریلی سانسوں نے اسے کتنی دیر بے ہوش رکھا تھا' اسے کچھ اندازہ نہیں تھا لیکن بھوک کی شدت ایسی تھی کہ وہ سوچے سمجھے بغیر ان جھاڑیوں میں گھس گیا اور جو پہلا پھل اس نے توڑا' وہی اتنا بڑا تھا کہ جہانگیر شاہ اسے پورا نہیں کھا سکا تھا۔ بہرحال اس نے پھل کو درمیان سے توڑا' سفید رنگ کے پھل کے اندر تربوز نما گودا ہی نکلا تھا۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس کے کھانے کا نتیجہ کیا ہوگا' جہانگیر شاہ اس گودے کو کھانے لگا لیکن وہ گودا نہایت لذیذ تھا۔ پانی کی بہتات تھی۔ اس سے وہ پیاس بھی بجھا سکتا تھا۔ چنانچہ اس کا پیٹ بھر گیا اور پھر اسے اس بات کی خوشی ہوئی کہ اس قید خانے میں اعلیٰ رہائش اور کھانے پینے کا مکمل سامان موجود ہے لیکن جھاڑیوں میں گھس کر دوسری طرف جانے کا راستہ نہیں تھا۔ خاصا لمبا چکر کاٹنے کے بعد اسے واپس آنا پڑا اور وہ دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ دوسری بار بھی اسے کافی طویل چکر کاٹنا پڑا تھا اور اس رہائش گاہ کے دروازے سے گزرنے کے بعد وہ داہنی سمت گھوم گیا تھا۔ عجیب و غریب جگہ تھی جس کی طرز تعمیر بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

غرضیکہ وہ آگے بڑھا اور پھر ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں سے سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں۔ جہانگیر شاہ نے ان سیڑھیوں کو بغور دیکھا۔ اس سے پہلے اس نے سوچا تھا کہ اگر ایسی اونچی اونچی دیواریں چاروں طرف ہوئیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیدی بن کر رہ گیا ہے کیونکہ نیچے اترنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا لیکن حقیقت یہ نہیں تھی۔ وہ سیڑھیاں طے کرنے لگا' اندازہ درست تھا۔ بے شمار سیڑھیاں طے کرنے کے بعد سیڑھیوں کا یہ سلسلہ دوسری جانب گھوم گیا لیکن یہاں بھی ایک چوڑا چبوترہ سا بنا ہوا

جس میں صرف ایک دروازہ تھا اور اس نے جیسے ہی دروازے کے دوسری جانب قدم رکھا تو دفعتاً کھلے دروازے سے آہٹیں سنائی دیں اور پھر ایک دراز قامت عورت باہر نکل آئی۔ خدوخال دلکش نہیں کہے جا سکتے تھے لیکن بدصورت بھی نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں اوپر کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور اسی طرز کی بھنویں بھی تھیں۔ جسمانی موزونیت کا تو جواب ہی نہیں تھا۔ جسم پر ایک ڈھیلا ڈھالا کالا لباس پہنے ہوئی تھی۔ چہرے پر ایک عجیب سا وقار تھا۔ اس نے جہانگیر شاہ کو دیکھا اور پھر نرم لہجے میں بولی۔

''مجھے تیرے جاگنے کا علم ہو گیا تھا اور میں تیرا انتظار کر رہی تھی۔ نیچے جانے کے بجائے میرے ساتھ آ کہ تجھے یہاں تک لانے کی وجہ بتا دی جائے اور ہم امید کرتے ہیں کہ جلدبازی سے کام لینے کے بجائے تو ہماری باتیں سنے گا اور اس کے بعد سوچے گا' غور کرے گا اور فیصلہ کرے گا کہ تجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''جس طرح تو اور تیرے ساتھی مجھے یہاں تک لے کر آئے ہیں' کیا اس کے بعد تو مجھ سے دوستی کی توقع رکھتی ہے؟''

''یہ سارا فیصلہ بعد میں ہو جائے گا۔ آ میرے ساتھ اور جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں' وہ سن لے۔''

جہانگیر شاہ نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ بھی ایک رہائش گاہ ہی تھی اور یہاں چند افراد موجود تھے۔ کوئی چیز نہیں تھی سوائے زمین کے۔ وہ لوگ بھی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ عورت بھی ان چاروں کے درمیان اسی انداز میں جا بیٹھی۔ وہ چاروں عجیب سی نگاہوں سے جہانگیر شاہ کو دیکھ رہے تھے۔ تب عورت نے کہا۔

''سن ہم تیری آمد کو اپنے لیے ایک نیک شگون سمجھتے ہیں بشرطیکہ اس وقت جب تو ہمارے لیے کچھ کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ یہ ناگ نگر ہے جسے تیری دنیا کے لوگ نہیں جانتے لیکن یہاں سانپوں کی حکمرانی ہے اور یہاں صرف سانپ رہتے ہیں۔ کسی انسان کا یہاں وجود ممکن ہی نہیں۔ جو پھل تو نے اوپر کھایا اور جس کا ہمیں

علم ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ یہاں رہنے والے اجنبی لوگوں کو زندگی بخشتا ہے یعنی اب یہاں کی زہریلی فضا تجھ پر اثرانداز نہیں ہوگی اور وہی صرف ایک پھل ہے جو تیرے کھانے کے لیے ہے ورنہ اس زمین پر زہریلی ہواؤں کی وجہ سے نہ سبزہ ہوتا ہے اور نہ ہی پھل پھول اگتے ہیں۔ سانپوں کی جو غذا ہے وہ تو زمین میں پوشیدہ ہے اور انسانوں کے لیے اس وادی میں کچھ نہیں۔'' وہ رکی' جہانگیر شاہ کو بغور دیکھا اور پھر بولی۔

''تو سوچے گا کہ ہم یہاں کیسے زندہ ہیں تو سن ہم سے ایک کہانی وابستہ ہے۔ زمانہ قدیم میں کچھ ایسے انسان یہاں آ کر بس گئے تھے جن کا تعلق انسانوں کی دنیا سے تھا۔ وہ اپنے ساتھ ان پھلوں کے بیج لائے تھے اور انہوں نے یہ گھاس بھی اگائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر سرسبز و شاداب میدان ہیں کیونکہ وہاں زہریلی ہوائیں نہیں پہنچتیں لیکن باقی علاقہ سانپوں کی زد میں ہے۔ ہم کیا کریں' ہمارے جسموں سے اٹھنی والی مصنوعی خوشبو زمین پر کسی چیز کو بھی باقی نہیں رہنے دیتی۔''

جہانگیر شاہ حیرانی سے اس عورت اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہا تھا اور اس کا ذہن بھی بوڑھے درویش کی باتوں کو سوچ رہا تھا۔ درویش نے تو خود اسے ناگ نگر کے بارے میں بتایا تھا۔ ظاہر ہے ناگ نگر میں سانپوں کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسی انوکھی کہانیاں بھی جہانگیر شاہ نے بچپن میں اپنے بزرگوں سے سنی تھیں جن میں سانپوں کے بارے میں بھی تبصرے ہوا کرتے تھے۔ بہرحال وہ حیرت زدہ تھا۔ عورت کچھ دیر تک اسے دیکھتی رہی' پھر اس نے اس انداز میں آنکھیں بند کرلیں جیسے مزید گفتگو کرنے کے لئے الفاظ تراش رہی ہو۔

☆......☆......☆

کمال یہ تو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ مصیبتوں کا آغاز ہوگیا ہے۔ جہانگیر شاہ کی طویل گمشدگی بے معنی نہیں ہے اور ناگ نگر کا جو تذکرہ بوڑھے درویش نے کیا تھا اور وہ دونوں ماں باپ جو ملے تھے' جنہوں نے انہیں اپنی کہانی سنائی تھی' بس وہی کہانی ان کے لیے باعث عذاب بن گئی تھی اور یقینی طور پر اس کا محور یہی جگہ تھی لیکن زدانہ کا نام اس کے ذہن میں نہیں آیا تھا اور وہ اسے یاد ہی نہیں تھا۔ وہ عورت دلچسپ نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں میں نے تمہیں پیکر عقل و دانش کہا اور یہ غلط نہیں ہے۔ میں خود تم لوگوں کے درمیان رہ چکی ہوں اب تم ناگ نگر کے ایک ایسے گوشے میں ہو جہاں ہم رہتے ہیں۔ آؤ تمہیں ایک مناسب جگہ لے جایا جائے لیکن خاص طور سے ایک ہدایت کی جاتی ہے کہ خیال رکھنا اور ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا جس سے اگر میں نہیں تو دوسرے تمہیں کوئی نقصان پہنچا دیں۔''

انگون اور زاما پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انگون کی تو عقل ہی ساتھ چھوڑ گئی تھی' زاما بھی شدید حیران تھا لیکن کمال کو یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اگر اس نے کوئی گڑبڑ کی تو اس کے نتائج خطرناک ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے بڑے پراحترام لہجے میں کہا۔

''نہیں محترم خاتون! ہم تیرے حکم کی تعمیل کیلئے تیار ہیں۔''

''تو میرے پیچھے آؤ۔'' عورت نے کہا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ قدم آگے بڑھا دیئے۔ انگون اور کمال وغیرہ گھوڑوں پر ہی سوار تھے۔ وہ لوگ کافی دور نکل گئے تو کمال نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا' پیچھے سے انگون نے کہا۔

''روبا کی روح! کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم لوگ اپنے گھوڑے موڑ کر واپس دوڑا دیں اور راستے تلاش کر لیں؟''

''خاموشی سے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں' اس پر عمل کر انگون ورنہ یہ عورت کہہ چکی ہے کہ اگر اس نے ہمیں نقصان نہ پہنچایا تو دوسرے نقصان پہنچا دیں گے۔'' کمال نے کہا اور مسلسل اپنے گھوڑے کو آگے بڑھاتا رہا۔ رفتار بہت زیادہ تیز نہیں تھی لیکن تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد ان لوگوں نے وہ عجیب و غریب کھنڈرات دیکھ لیے جو مکانوں کی شکل میں تھے لیکن ایسے کہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ایسے مکان نہیں دیکھے ہوں گے۔ زمانہ قدیم میں شاید یہ خوبصورت بھی ہوں لیکن اب وہ ٹوٹے پھوٹے کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے تھے۔ جگہ جگہ اینٹوں کے ڈھیر بکھرے ہوئے تھے۔ انگون نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

''آہ! یوں لگتا ہے جیسے یہ کوئی قبرستان ہے۔''

''خاموشی زیادہ مناسب ہوگی۔'' کمال نے غراتی ہوئی آواز میں کہا اور انگون خاموش ہو گیا۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ایسے بڑے مکان کے سامنے رکے جس کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ بس سوراخ ہی سوراخ نظر آ رہے تھے۔ یہاں رک کر اس نے ان لوگوں سے نیچے اترنے کے لیے کہا' پھر بولی۔

''اپنے گھوڑوں کو بھی اندر لے جاؤ۔ اندر مکان میں ایسے حصے موجود ہیں جہاں تمہارے گھوڑے محفوظ رہ سکیں گے' ویسے بھی تم لوگ ہماری پناہ میں ہو۔''

''لیکن یہاں کوئی آبادی نہیں ہے۔'' کمال نے پوچھا۔

''وقت سے پہلے کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو' آہستہ آہستہ تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے گا۔ تمہارے اس سامان میں کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں؟''

''ہاں کافی حد تک۔''

''فکر نہ کرو' یہاں تمہیں خوراک دستیاب ہو جائے گی۔ اس کے لیے ہمارے پاس انتظام ہے۔'' عورت نے کہا اور وہ لوگ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے

لگے۔ پھر کمال عورت سے بولا۔

''کیا میں معزز خاتون کا نام جان سکتا ہوں؟''

''میرا نام نردانہ ہے اور بہتر یہ ہوگا کہ پہلے تجھے حالات سے روشناس کرا دوں۔ اس کے بعد میں تجھے وہ بتاؤں جو میں چاہتی ہوں۔''

مکان کے اندرونی حصے میں پہنچنے کے بعد گھوڑے ایک طرف باندھ دیئے گئے۔ کمال انگون اور زاما' نردانہ کے ساتھ اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔ یہاں رہائش کا اچھا خاصا انتظام کیا گیا تھا۔ زمانہ قدیم کے کچھ بستر بھی موجود تھے۔ نردانہ نے انہیں یہیں پر بیٹھنے کے لیے کہا اور کمال گہری گہری سانسیں لے کر وہاں بیٹھ گیا۔ نردانہ ان سے کچھ فاصلے پر دوزانو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''یہ اتفاق ہے کہ تو اس آبادی کی طرف نکل آیا اور زندہ بچ گیا۔ ہاں اگر تو وہیں بھٹکتا رہتا جہاں ہم نے تم لوگوں کو دیکھا تو یقین کر نوجوان تو مصیبتوں کا شکار ہو جاتا لیکن ذرا یہ تو بتا کہ تیرا نام کیا ہے؟''

''میرا نام کمال ہے لیکن اگر تو چاہے تو مجھے روبا کہہ سکتی ہے۔'' کمال نے جواب دیا۔

''اور تو......؟'' نردانہ نے انگون کی جانب دیکھا تو انگون ہکلا کر بولا۔

''ان......ان......ان......انگون۔'' زاما نے البتہ فوراً ہی کہا۔

''اور میں زاما ہوں۔''

''روبا...... انگون اور زاما جو کہانی میں تم لوگوں کو سنا رہی ہوں' اس میں ذرہ برابر شک نہ سمجھنا کہ جو کچھ میں کہوں گی' سچ ہوگا اور اگر میں نہ ہوتی تو تم ایک لمحے اس سرزمین پر زندہ نہ رہتے۔ چونکہ اگر کوئی اجنبی ادھر آ نکلتا ہے تو ہم اپنی حدود میں داخل ہوتے ہی اسے زہر کا شکار بنا دیتے ہیں تاکہ وہ ہماری کہانیاں دنیا سے باہر نہ لے جائے لیکن اتفاق ہے تم تینوں مجھے نظر آ گئے اور میں نے تمہاری ضرورت محسوس کی اور یہ بھی سمجھ لو کہ میری اس ضرورت کی تکمیل تمہارا فرض ہے اور یہی تمہاری زندگی کی ضمانت ہے ورنہ یہاں تمہارے لیے موت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔'' جواب میں

انگون نے قہقہہ لگایا اور نردانہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار ابھر آئے اور اس نے کہا۔

"تو ان حالات میں بھی ہنس سکتا ہے۔"

"میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ تو ایک روح سے مخاطب ہے جو تیری گرفت میں نہیں آسکتی۔ بھلا موت کے بعد موت کیا معنی رکھتی ہے اور یقینی طور پر روبا ہمارا بھائی ہماری نگرانی بھی کرے گا۔ چنانچہ تو یہ نہ سمجھ کہ ہم تیرے سامنے بے بس ہیں بلکہ تو اپنی کہانی سنا۔ اگر ہمارے دل میں تیرے لیے رحم جاگا تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم تیری مدد کریں۔" نردانہ نے حیرانگی سے انگون کی یہ بات سنی۔ روبا کی جانب دیکھا' پھر بولی۔

"یہ شخص کیا کہتا ہے؟ کونسی روح' کیسی روح؟"

"یہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے اس وادی میں آنے کے بعد۔ چنانچہ تو اس کی بات پر توجہ نہ دے اور کیا نام بتایا تو نے اپنا شاید نردانہ؟"

"ہاں۔" نردانہ نے کہا اور کمال کے ذہن پر ایک ڈنک سا پڑا۔ یہ نام اسے اچانک ہی یاد آ گیا تھا لیکن اس کی عقل اس سے مطالبہ کر رہی تھی کہ شناسائی کا کوئی اظہار نہ کرے۔ چنانچہ وہ سوالیہ نگاہوں سے نردانہ کو دیکھتا رہا اور پھر جو کہانی نردانہ نے اسے سنائی' اسے سچ نہ سمجھنا حماقت تھی کیونکہ یہ کہانی نردانہ پہلے ہی سنا چکی تھی' وہ کہنے لگی۔

"درحقیقت موت کی یہ وادی جو ناگ نگر کہلاتی ہے' ناگوں کی آبادی ہے اور تمہاری دنیا میں سانپ ایک زہریلا جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے اس لیے ختم کر دیا جاتا ہے کہ اس کا زہر تم لوگوں کے لیے باعث ہلاکت نہ بن جائے لیکن یہ آبادی صرف ناگوں کی آبادی ہے اور یہاں ناگوں کی حکومت قائم ہے۔ چنانچہ یہاں تم لوگوں کی کچھ نہیں چلے گی۔ جس جانب قدم بڑھاؤ گے سانپ اپنے بلوں سے نکل کر تم پر حملہ آور ہو جائیں گے اور تمہیں ہلاک کر دیں گے لیکن تمہارے تحفظ کے لیے میں یہاں موجود ہوں اور میں تمہیں جو کچھ بتا رہی ہوں' وہ سنو کہ میری کہانی کیا ہے۔ یہ کہانی

ناگ نگر کی نگینہ کی کہانی ہے اور ناگ نگر کی تاریخ ہے اور یوں سمجھ لے کہ زندہ دنیا کا ایک انسان بلکہ تین انسان پہلی بار ناگ نگر کی کہانی سے روشناس ہو رہے ہیں اور شاید ہی کسی کو یہاں کی کہانی معلوم ہو۔ پوری دنیا میں طریقہ زندگی مختلف ہے اور ناگ نگر میں اس سے کچھ الگ لیکن ایک طریقہ کار مشترک ہے اور وہ ہے کسی کی حکومت۔ ناگ نگر میں ہمیشہ کوئی ناگن حکمراں ہوتی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ناگ نگر کی سب سے حسین عورت ہو اور ایسا اکثر ہوتا ہے۔ یہاں جو لوگ پیدا ہوتے ہیں' ان میں کہیں کہیں حسین لوگ بھی پائے جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جگہ زہریلی بدصورتی میں بے مثال ہے اور یہاں عموماً بدصورت ناگ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب وہ انسانی شکل و صورت اختیار کرتے ہیں تو ان میں انسانوں جیسا حسن نہیں ہوتا کیونکہ ان کی صورتیں مصنوعی ہوتی ہیں اور پھر یہاں ناگن کا باعث انتخاب اس کا حسن ہی قرار پاتا ہے اور میں نردانہ ایک سردار کی بیٹی تھی۔ میں نے ہوش سنبھالا تو سرداری وراثت میں پائی اور میں اسی کی عادی تھی لیکن ہوا یوں کہ جب میری ماں بوڑھی ہو گئی اور اسے سرداری کے منصب سے ہٹا دیا گیا تو نئی سردار کا انتخاب عمل میں آیا اور ایک عورت کو حسن کی بنیاد پر ناگ نگر کی نگینہ قرار دے دیا گیا۔ اس طرح میری شخصیت ایک عام ناگن کی رہ گئی اور مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہوا۔ میں جوش انتقام سے دیوانی ہو گئی لیکن میں جانتی تھی کہ سردار ناگن کا میں کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور میرا مستقبل بالکل تاریک ہو گیا۔ بشرطیکہ کوئی ایسی صورت عمل میں آئے کہ میں حسین سے حسین تر ہو جاؤں لیکن اس کے بعد مجھے ایک طویل انتظار کرنا پڑتا۔ نئی سردار کے بوڑھا ہونے کا اور جیسا کہ تجھے بتایا جا رہا ہے ہم لوگوں کی زندگی طویل ترین ہوتی ہے اور ہم اپنی پسند کے مطابق رنگ و روپ بدل سکتے ہیں لیکن یہ رنگ و روپ ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو ہمارے اصل سے واقف نہیں ہوتے یعنی تم لوگ۔ سانپوں کی دنیا میں ہم کوئی بھی شکل اختیار کر لیں' ہمیں اسی اصل میں دیکھا جائے گا جو ہماری ہوتی ہے۔ ہاں تمہاری دنیا میں دیکھنے والے ذرا مختلف نگاہوں سے ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ پھر یہی ہوا کہ میں جوش انتقام میں ناگ نگر سے نکل گئی اور

دریائے لانا میں بہتی ہوئی تمہاری دنیا تک جا نکلی۔ وہاں میں نے ایک شخص کو اپنی محبت کا شکار بنایا اور اس نے مجھ سے شادی کر لی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لڑکی وہاں میرے ہاں پیدا ہوئی وہ حسن و جمال میں بے مثال تھی اور جب مجھے تمہاری دنیا دلکش محسوس ہوئی تو میں نے وہاں اپنے لیے لذتیں حاصل کرنا شروع کر دیں لیکن اپنے مقصد کو میں نہیں بھولی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میری بیٹی جوان ہو جائے گی تو میں واپس ناگ نگر پہنچ جاؤں گی اور جب بوڑھی سردار اس قابل نہیں رہے گی کہ اسے کیسے سردار رکھا جائے اور نئی سردار کا انتخاب ہوگا تو میں اپنی بیٹی کو پیش کر دوں گی۔ اس طرح اشوریہ یقینی طور پر ناگ نگر کی نگینہ قرار پائے گی۔ گویا میری بیٹی اگر ناگ نگر کی نگینہ بن جاتی ہے تو بات تو وہی ہوگی کہ ملکہ کا عہدہ ہمارے پاس رہے گا لیکن وہاں میرے ساتھ کچھ اس قسم کی سختیاں کی گئیں کہ میں اپنی فطرت کے مطابق خود انتقام لینے پر آمادہ ہوگئی اور کچھ لوگ میرے انتقام کا شکار ہوئے لیکن میرا اصل مقصد یہ نہیں تھا۔ اگر وہ لوگ مجھے اس طرح تنگ نہ کرتے تو میں کچھ وقت وہیں گزارتی لیکن انہوں نے مجھے اپنی دنیا سے نکال دیا اور مجبوری کی حالت میں مجھے پھر واپس ناگ نگر آنا پڑا اور ایک طرح سے میرا یہاں آنا اچھا ہی ہوا اور مجھے یہ علم ہو گیا کہ ملکہ کی بیٹی بھی ناگ نگر کی سب سے حسین لڑکی ہے یعنی ملکہ جس کا نام اہیرا ہے اور اس کی بیٹی جو نوزہ کہلاتی ہے تو اہیرا کی بیٹی نوزہ بہت خوبصورت ہے اور لوگ اس کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ وہ ناگ نگر کی سب سے حسین لڑکی ہے لیکن جس طرح میں نے سوچا تھا' اپنے مستقبل کو محفوظ کرنے کے بارے میں چنانچہ میں نے بیٹی کے حسن و جمال پر پوری پوری توجہ صرف کرنا شروع کر دی۔ مسئلہ ایک بار پھر الجھ گیا ہے اور ایک بار پھر مجھے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہاں بہت سے ناگ ایسے ہیں جو زمانۂ سرداری میں مجھ سے منسلک تھے اور میرا دم بھرتے تھے۔ انہوں نے بے شک میرا ساتھ دیا اور دے رہے ہیں' ان میں سے کچھ کو تم نے خود بھی دیکھ لیا ہے۔ یہ سب میرے لیے جان دینے پر آمادہ ہیں یعنی اپنی قدیم ملکہ کے لیے اور ان کی مدد سے میں نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں جو ناگ نگر میں نہیں کیے جاتے لیکن مجھے کامیابی

نہیں حاصل ہوتی......"

کمال' انگون اور زاما حیرت سے منہ پھاڑے یہ ساری کہانی سن رہے تھے۔ کمال کے ذہن میں بڑی کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اسے وہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت یاد آ رہے تھے جو سوہا کے سردار تھے لیکن جن پر قیامتیں ٹوٹ پڑی تھیں اور وہ تذکرہ کرتے تھے ایک ایسی عورت کا جو ناگ نگر کی ناگن تھی اور حقیقت یہی تھی کہ بات اس طرح سامنے آ گئی جیسے ان کے لیے مخصوص کی گئی ہو اور اس نے اپنا نام بھی نردانہ ہی بتایا جبکہ بوڑھے سردار نے بھی یہی نام بتایا تھا یعنی یہ عورت وہی ہے جو اس بوڑھے سردار کے بیٹے کو زندہ درگور کر کے چلی آئی ہے لیکن کمال اس معاملے میں اتنا جذباتی نہیں تھا جتنا جہانگیر شاہ اور سب سے زیادہ کمال کو یہی فکر تھی کہ جہانگیر شاہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اور اس کی جگہ مل گئے تھے یہ دو بے وقوف یعنی انگون اور زاما لیکن کمال کی ذہنی قوتیں مضبوط تھیں۔ چنانچہ اس نے اپنا رویہ ایسا رکھا جیسے نردانہ کے لیے اس کے دل میں بڑی ہمدردی ہو اور وہ اس کے بارے میں بڑی ہمدردی سے سوچ رہا ہو۔ نردانہ بھی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

"ناگ نگر کا مقدس سانپ یعنی زموغا درحقیقت قدیم ملکہ کا ہمنوا ہے اور اہیرا زموغا کی آنکھ کا تارہ ہے۔ میں نہیں جانتی کہ آنے والا وقت کیا ہوگا' اہیرا کی بیٹی نوزہ میری بیٹی سے زیادہ حسین ہے لیکن کچھ ایسی مشکلات ہیں میرے لیے جن کا تذکرہ کرنا میرے لیے ایک مشکل کام ہے۔ میں تم لوگوں کی عقل کا استعمال چاہتی ہوں اور اگر تم میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے تو یقین کرو' وہ کچھ ملے گا تمہیں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"کیا؟" انگون نے ایک دم منہ پھاڑ کر پوچھا اور کمال اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"تمہارے کام کرنے سے پہلے میں تمہیں یہ بتا دوں گی کہ تمہیں کیا دیا جائے گا۔"

"اگر یہ بات پہلے سے معلوم ہو جائے تو ہماری عقلیں زیادہ تیز ہو جائیں

گی۔'' انگون نے کہا اور نردانہ کسی سوچ میں گم ہو گئی' پھر اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے' باقی کہانی سننے سے پہلے اگر تمہاری یہ آرزو ہے کہ تم وہ بات جان لو جو تمہارے حق میں بہتر ہے تو پھر اٹھو' تینوں میرے ساتھ چلو۔'' کمال نے دانت پیس کر انگون کو دیکھا لیکن انگون بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ وہ اسی قسم کا آدمی تھا۔ ذہن بھٹکتا تھا تو پھر سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا تھا لیکن کمال ابھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اختلاف کا اظہار ہو۔ وہ چالاک عورت جس کا نام نردانہ تھا اور جو عورت نہیں ناگن تھی' اگر یہ محسوس کر لیتی کہ ان میں آپس ہی میں اختلاف ہے تو شاید کمال کے لیے کوئی بڑا کام کر لینا ممکن نہ ہوتا۔ غرضیکہ کمال نے خاموشی اختیار کی اور نردانہ اٹھتی ہوئی بولی۔

''تو پھر آؤ میرے ساتھ۔ ظاہر ہے تمہاری دنیا ان چیزوں کی طلب کرتی ہے جو مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے کیونکہ میں وہاں تمہارے ساتھ کافی وقت گزار چکی ہوں۔'' وہ ان تینوں کو لے کر چل پڑی۔ کمال کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ نردانہ اس کام کے عوض اسے کیا دے گی لیکن بہرطور اسے نردانہ کو شیشے میں اتارنا تھا اور اس کے لیے وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار تھا۔ اس کا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا اور بہت سے منصوبے اس کے ذہن میں جنم لے رہے تھے۔

☆......☆......☆

ادھر جہانگیر شاہ کا اس عورت سے واسطہ پڑا تھا اور وہ خاموش نگاہوں سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا جو اسے بہت پراسرار لگی تھی۔ اس لیے کہ وہ ہر بات سکون سے سننا چاہتا تھا۔ کچھ دیر کے بعد عورت نے کہا۔

''اور میرا نام اہیرا ہے تو جان گیا ہوگا کہ یہ ناگ نگر کی وادی ہے اور میں ایک ناگن ہوں۔ مجھے ایک مشکل آن پڑی ہے جس میں اگر تو میری مدد کرے تو نہ صرف میں تیری شکر گزار ہوں گی بلکہ تیرے اس احسان کا ہر وہ ممکن صلہ دوں گی جو تو طلب کرے گا۔ کیا تو میرے لیے کوئی ایسا کام کر سکتا ہے نوجوان جو تجھے بھی فائدہ پہنچائے اور مجھے بھی؟''

''اس کام کی تفصیل کے بغیر میں کیسے ہاں کہہ سکتا ہوں؟'' جہانگیر شاہ نے کہا۔

''سانپوں کی اس وادی میں انسانی عقل یقینی طور پر زیادہ کارآمد ہے کیونکہ اس کا استعمال سانپوں کو نہیں آتا اور جب میں نے تجھے دیکھا تو مجھے یہ احساس ہوا کہ تو دوسری دنیا کا انسان ہے اور تیری ضرورت محسوس کر کے میں تجھے اس طریقے سے یہاں لے آئی۔''

''لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تیرا مسئلہ کیا ہے؟'' اہیرا کچھ دیر سوچتی رہی' پھر اس نے کہا۔

''سانپوں کی اس سلطنت کی عجیب و غریب روایات ہیں جو یقیناً تیرے لیے ناقابل یقین ہوں گی۔ میں مختصر الفاظ میں تجھ سے یہ کہہ رہی ہوں کہ یہاں کچھ سازشیں ہو رہی ہیں میری بیٹی کے خلاف۔ جسے کچھ عرصہ کے بعد سانپوں کی اس وادی

کی نگینہ بننا ہے یعنی ناگ نگر کی نگینہ۔ سانپوں کے قبیلے میں وہ سب سے خوبصورت لڑکی ہے اور نردانہ جانتی ہے کہ میری بیٹی ہی یقینی طور پر مستقبل کی حکمراں قرار پائے گی اور اس بنیاد پر اس نے میری بیٹی پر چار یا پانچ حملے کرائے ہیں۔ میری بیٹی نوزہ معصوم ہے۔ وہ ان حملوں سے اتفاقیہ طور پر ہی بچی ہے ورنہ ان کا شکار ہو جاتی لیکن نردانہ بہت چالاک ہے۔ وہ تیری دنیا سے عقل لے کر آئی ہے اور میں اس کے خلاف انسانی عقل سے مقابلہ کرنا چاہتی ہوں۔''

جہانگیر شاہ نے حیران نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس کے سامنے وہی نام لے دیا گیا تھا جس کے لیے اس نے یہاں تک سفر کیا تھا۔ ہمباریہ نے طارس کے سلسلے میں یہی سب کچھ بتایا تھا۔ چنانچہ اچانک ہی جہانگیر شاہ کی دلچسپیاں بیدار ہو گئیں۔ اس نے بغور عورت کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

''حالانکہ میری سمجھ میں ابھی تک کچھ بھی نہیں آیا لیکن تو ذرا مجھے تفصیل سے بتا۔''

''ہاں میں تجھے بتاتی ہوں۔ میں ناگ نگر کی ملکہ ہوں لیکن عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے مجھے معزول کر دیا گیا ہے اور اس کے بعد مختصر وقت دیا جا رہا ہے۔ جب نئی ملکہ منتخب کی جائے گی او راس کے لیے مقدس سانپ ہر حسین لڑکی کو دعوت دے گا لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ میری بیٹی نوزہ سانپوں کے قبیلے کی سب سے حسین لڑکی ہے اور سبھی جانتے ہیں کہ اگر نردانہ کی بیٹی اشوریہ اس کے مقابلے پر نہ آئے تو نوزہ سے زیادہ حسین لڑکی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں نے مقدس سانپ کے ذہن میں یہ بات پہنچا دی کہ اشوریہ بے شک حسین ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ نوزہ سے بھی زیادہ حسین ہو لیکن صورتحال یہ ہے کہ نوزہ سانپ کی بیٹی ہے جبکہ اشوریہ انسان کی بیٹی ہے جو ہماری دنیا کا باشندہ نہیں تھا لیکن مقدس سانپ کہتا ہے کہ سانپوں کے قبیلے میں ہمیشہ عورت حسن کی بنیاد پر حکمراں ہوتی ہے' پیدائش کی بنیاد پر نہیں۔ اس لیے ایسی بات نہیں ہے کہ اشوریہ کے راستے روکے جا سکیں۔ بشرطیکہ وہ معیار حسن پر پوری نہ اترے۔ سو یہ مسئلہ ہے نوجوان اور اس طرح میری بیٹی کا حق جا رہا ہے۔ ایک

انسان کی بیٹی اگر ناگ نگر کی نگینہ بنی تو یہ اچھا نہیں ہوگا اور ایسا ہونے والا ہے اور نردانہ نے میری بیٹی پر کئی حملے بھی کرائے ہیں۔ میں اپنی بیٹی کی حفاظت بھی چاہتی ہوں۔ اگر مقدس سانپ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ نردانہ نے کوئی غلط کام کیا ہے تو ٹھیک ہے لیکن کم از کم مقابلے تک تو میری بیٹی کو تحفظ ملنا چاہیے۔ میں تجھ سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ میری بیٹی نوزہ کا تحفظ اس وقت تک کر جب تک اسے مقابلۂ حسن میں پیش نہ کر دیا جائے اور ایسی کوئی تدبیر مجھے بتا جس سے یہ بات میں دوسروں کے کانوں تک پہنچا کر انہیں یہ یقین دلا سکوں کہ اصولی طور پر انسان کی بیٹی کو یہاں کا سردار نہیں بننا چاہیے۔''

جہانگیر شاہ کا ذہن برق رفتاری سے سوچ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کہ اس بوڑھے درویش نے جو کچھ کہا تھا' اب اس کی تکمیل کا وقت آ رہا ہے یعنی اس کے بیٹے طارس کو دوبارہ زندگی مل سکتی ہے اور اس کے لیے یہ عورت اہیرا بھی کارآمد ہو سکتی ہے۔ چونکہ اہیرا کا مسئلہ بھی اٹک گیا ہے اور جہانگیر شاہ اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے سنجیدگی سے بہت سے سوالات اہیرا سے کرنے شروع کر دیئے اور اہیرا اس کے جواب دیتی رہی۔ جہانگیر شاہ کو ناگ نگر کا یہ ماحول بے حد عجیب لگا تھا اور اس نے کئی بار اپنے ساتھی کو یاد کیا تھا کہ نجانے کمال بے وقوف کہاں مر گیا ہے۔ ویسے اس بات کا تو یقین تھا کہ کمال اسے چھوڑ کر کبھی نہیں بھاگے گا۔ غرضیکہ وہ سوچتا رہا اور پھر اس نے اپنے مطلب پر آنا ضروری سمجھا۔ اس نے کہا۔

''گویا تو مجھے یہاں اس لیے لائی ہے کہ تیری بیٹی جو کسی مقابلہ حسن میں شریک ہوگی' اس کی حفاظت کی جائے اور اسے نردانہ نامی کسی عورت سے محفوظ رکھا جائے لیکن اس کے نتیجے میں مجھے کیا ملے گا؟''

''اگر تو حق کے راستے میں قدم آگے بڑھاتا ہے تو کیا اس کا صلہ کم ہوگا' کہ حقدار کو حق دلانے کے لیے اگر تو کوشش کرتا ہے تو تیرا دل اس بات سے خوش نہیں ہوگا' تاہم اس کے علاوہ کچھ معاوضہ چاہتا ہے تو مجھے اس کے بارے میں بتا۔''

''ہاں میں تیرا یہ کام کر دوں گا اور انتہائی کوشش کروں کہ نزدانہ کی بیٹی یہاں کی سردار نہ بننے پائے لیکن اس کے لیے تجھے میرا ایک کام کرنا ہوگا۔ مجھے صحیح معنوں میں روشنی دکھانی ہوگی' کیا تو تیار ہے؟''

''اگر ایسی کوئی بات ہے تو مجھے بتا میں اپنی تمام تر کوششیں تیرے کام کی تکمیل میں صرف کر دوں گی۔'' جہانگیر شاہ چند لمحات سوچتا رہا' پھر اس نے کہا۔

''تو پھر میں تجھے ایک انوکھی کہانی سناتا ہوں اور اس کہانی میں میری وہ طلب پوشیدہ ہے جس کے بارے میں میں نے تجھ سے کہا۔ سن اہیرا تو نے جس عورت کا تذکرہ کیا ہے یعنی نزدانہ کا' وہ دریائے لانا میں بہتی ہوئی ایک انسانی آبادی تک جا پہنچی تھی اور وہاں اس نے ایک سیدھے سادھے انسان کو اپنا شکار بنایا تھا اور اس سے شادی کر کے ایک بیٹی پیدا کی تھی جس کا نام اس نے اشوریہ رکھا۔ اس کے بعد وہ شخص سانپ کے ڈسنے سے مر گیا لیکن اس کے خلاف اس آبادی میں ردعمل شروع ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں نزدانہ کو اپنی بیٹی اشوریہ کے ساتھ وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ اس نے دریائے لانا کے کنارے اپنا مسکن بنایا اور وہ اپنی بیٹی کو وہیں جوان کرنا چاہتی تھی لیکن اس قبیلے کے سردار نے اسے ایسا نہ کرنے دیا۔ چنانچہ نتیجے میں اس نے اس قبیلے کے سردار کے بیٹے کو اپنے انتقام کا شکار بنایا اور اسے ایک ایسی گہری نیند سلا دیا کہ وہ عرصہ دراز سے سویا ہوا ہے اور اس کے ماں باپ اس کے لیے بے کل و بے قرار ہیں۔ اہیرا تیری بیٹی کو اس کا حق دلانے کے لیے میں آخری حد تک کوشش کروں گا لیکن میری مانگ تجھ سے یہی ہے کہ اس سردار کے بیٹے کے لیے کوئی ایسا کام کر جس سے وہ اپنی نیند سے بیدار ہو جائے۔''

اہیرا جہانگیر شاہ کا چہرہ دیکھتی رہی' پھر اس نے کہا۔

''وہ لڑکا یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟''

''فاصلہ تو کافی ہے یوں سمجھ دریائے لانا کے کنارے کنارے ناگ نگر سے کافی دور۔''

تب اہیرا کے چہرے پر پریشانی کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

''آہ اگر میں اس وقت ناگ نگر کی حدود سے باہر نکل گئی تو یقین کر کہ میرا نام کام ادھورا رہ جائے گا اور پھر میں وہ کبھی نہ کر پاؤں گی جو کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ نزدانہ نے کیا کیا ہے لیکن اگر تو یقین کر سکتا ہے تو میں تجھ سے ایک وعدہ کرتی ہوں' اگر تو اسے قبول کرے۔''

''وہ کیا؟''

''میں جس وقت اپنے کام سے فارغ ہوئی اور میری بیٹی ناگ نگر کی سردار بن گئی تو میرا سب سے پہلا عمل یہی ہوگا کہ میں واپس جا کر وہ زہریلی سانسیں کھینچ لوں جو نزدانہ نے اس کے وجود میں اتار دی ہیں اور جس کی بنیاد پر وہ زندہ تو رہ سکتا ہے لیکن زندگی سے دور رہ کر' میں تجھے اس بارے میں صرف اپنی زبان سے یقین دلا سکتی ہوں لیکن یوں سمجھ لے کہ میرا وعدہ میری زندگی سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ آہ کاش تو میرے وعدے کی سچائی کو قبول کر لے۔''

جہانگیر شاہ خود بھی جانتا تھا کہ اگر وہ فوراً ہی یہاں سے واپس جا کر اسے نیند سے بیدار کرنے کی کوشش کرے تو پھر اس کا واپس یہاں آنا ممکن نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگر اس بات پر یقین کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے اہیرا تو میری عقل پر مکمل بھروسہ نہ کر لیکن اپنی بیٹی سے میرا سامنا کرا دے اور میں تجھ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جہاں تک بھی ممکن ہو سکا' میں اس کا تحفظ کروں گا۔ میرا ایک ساتھی بھی میرے ساتھ اور آیا ہے۔ اس کی تلاش بھی میرا فرض ہے۔ یقینی طور پر وہ ناگ نگر میں کہیں نہ کہیں مل جائے گا۔ ایک سوال اور پوچھنا چاہتا ہوں تجھ سے۔''

''ہاں بول۔''

''کیا ناگ نگر میں رہنے والے ناگ میرے بارے میں مشکوک نہیں ہو جائیں گے؟ وہ مجھے اپنی دنیا کے انسان کی حیثیت سے کیسے قبول کریں گے؟''

''ایسا کام میں کر سکتی ہوں کہ کوئی تجھ پر ذرا بھی شک نہ کرے۔''

"وہ کیسے؟"

"تو دیکھ چکا ہے کہ یہاں رہنے والے ناگ با آسانی اپنی شکلیں تبدیل کر لیتے ہیں اور تیری دنیا کے لوگوں کی شکلوں میں عموماً زندگی گزارتے ہیں۔ بس ان کے جسم سے ایک خوشبو اٹھتی ہے جو ناگ کی خوشبو ہوتی ہے اور اس خوشبو کو ہمیشہ ناگ نگر کی ملکیت تصور کیا جاتا ہے اور یہ خوشبو ایک پودے سے پیدا ہوتی ہے اور وہ پودا میری تحویل میں ہے۔ چنانچہ میں تجھے اس سے غسل کرانے کا بندوبست کروں گی۔ تین بار اس پودے سے غسل کر لے تو یوں سمجھ لے کہ تیرے جسم میں بھی وہی خوشبو پیدا ہو جائے اور یہاں سے جانے کے بعد بھی یہ ہوگا کہ کم از کم کوئی سانپ تجھے کبھی نہیں کاٹے گا زندگی کے آخری لمحے تک کے لیے۔ یہ خوشبو ایسی نہیں ہے جسے دوسرے محسوس کریں اور نہ ہی تجھے یا تیرے کسی اور شخص کو یہ خوشبو نقصان پہنچائے گی۔"

جہانگیر شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے کہا۔

"تب ٹھیک ہے' میں تیرے کام کے لیے خوشی سے تیار ہوں۔"

☆......☆......☆

انگون اور زاما کا دم نکل گیا تھا۔ یہاں آ کر جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا' اس نے انہیں دہشت زدہ کر دیا تھا' لیکن اب صورتحال مختلف ہو گئی تھی اور جو کچھ انہوں نے نردانہ کی زبانی سنا تھا' اسے سن کر تو ان کے ذہن میں نجانے کیا کیا خیالات بیدار ہو گئے تھے۔ کمال نے بھی انہیں خوب بے وقوف بنایا تھا' لیکن یہ بات کمال نہیں جانتا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے' وہ حقیقت کی شکل میں سامنے آ جائے گی اور اب نردانہ نے یہی سب کچھ پیش کیا تھا ان کے سامنے یعنی وہ انہیں لے کر ایک ایسے علاقے میں پہنچ گئی جسے انتہائی حیرت ناک کہا جا سکتا تھا۔ یہ علاقہ ایک پیالے نما وادی کی شکل میں تھا اور اس کے چاروں سمت پہاڑ تھے۔ ان پہاڑوں میں ایک درہ بنا ہوا تھا جس سے گزرنے کے بعد اندر پہنچا جا سکتا تھا۔ نردانہ نے وہاں پہنچنے کے بعد انگون اور زاما کو پہاڑوں کے دامن کی جانب متوجہ کیا۔ وہاں انوکھی رنگین روشنیاں بکھری ہوئی تھیں جو زمین سے پھوٹ رہی تھیں اور یہ حیران کن منظر دن کے وقت ان کے سامنے آیا تھا جبکہ سورج چمک رہا تھا' لیکن کیفیت یہ تھی کہ کہیں کہیں سے روشنی کا ایک ایسا تیز طوفان بلند ہو رہا تھا کہ اس پر نگاہیں جمانا مشکل ہو جائے۔ نردانہ کہنے لگی۔

"میں تمہاری دنیا میں ایک مناسب وقت گزار چکی ہوں اور وہاں کے رہنے والوں کی ضرورتوں کا جائزہ لے چکی ہوں۔ رنگین پتھر اور پیلی دھات کو وہاں اہمیت دی جاتی ہے جبکہ سانپوں کی وادی میں یہ بے حقیقت چیزیں یونہی بکھری رہتی ہیں۔ ذران پہاڑوں کی دیواروں پر نظر ڈال تجھے کچھ عجیب مناظر نظر آئیں گے۔"

اور انہوں نے دیواروں کو دیکھا' دیواروں میں ایک انوکھا سنہرا پن رچا ہوا

تھا۔ جگہ جگہ سنہری روشنی نظر آ رہی تھی۔ نردانہ نے کہا۔

''ان پہاڑوں میں سونے کی تہیں لگی ہوئی ہیں۔ اگر ان کے تھوڑے تھوڑے سے ٹکڑے بھی اپنے ساتھ رکھ لیے جائیں تو انہیں پگھلا کر ان میں سے جو سونا برآمد ہوگا' وہ تم لوگوں کی توقع کے اتنا خلاف ہوگا کہ تم حیرت سے بے ہوش ہو جاؤ گے۔ اس کے علاوہ یہ جو رنگین روشنیاں نظر آ رہی ہیں' ان سے جو چیزیں برآمد ہوں گی' وہ ہیرے کہلاتے ہیں۔ تمہاری دنیا میں یہ وادی ہیرے اور سونے کی وادی ہے اور یہاں سے تم جس قدر دل چاہے اپنی پسند کے قیمتی پتھر لے جا سکتے ہو اور اس طرح سونے کے انبار بھی۔ میں تم سے اس کا وعدہ کرتی ہوں کہ جب میرے کام کی تکمیل ہو جائے گی اور تم یہاں سے واپس جاؤ گے تو میں تمہیں اتنے ہیرے اور اتنا سونا دوں گی کہ تم اپنی دنیا میں جا کر امیر ترین انسان بن جاؤ گے اور یہی میں نے تمہاری دنیا میں دیکھا ہے۔ تو بولو کیا تم میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو گے۔''

انگون تو پاگل ہی ہوگیا تھا۔ یہ تمام چیزیں دیکھ دیکھ کر ایک جگہ بیٹھ کر وہ مٹی کو انگلی سے کریدنے لگا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس بارے میں نردانہ نے جو کچھ کہا تھا' وہ بالکل سچ تھا۔ سانپوں کی وادی میں یہ چیزیں ویسے ہی بے حقیقت ہوتی ہیں اور یہ جو جگہ جہاں نردانہ اسے لے کر آئی تھی' کسی کی ملکیت نہیں تھی۔ یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ اس طرح سے یہاں سے کچھ لے جانا ممکن نہیں تھا۔ جب تک کہ کوئی مقامی مدد حاصل نہ ہو اور یہ مدد نردانہ انہیں فراہم کرنے پر تیار تھی۔ انگون اور زاما تو نجانے کیا کیا بکواس کر رہے تھے۔ انگون کہہ رہا تھا۔

''عظیم ملکہ! تو یہ سمجھ لے کہ ہم تیرے غلام ہیں اور جو کچھ تو ہم سے چاہے گی' ہم دل و جان سے اس کی تکمیل کریں گے اور یہی ہمارا بھائی روبا بھی تیرے لیے کرے گا۔'' نردانہ مسکرائی' کمال بھی مسکرا دیا۔ پھر اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے نردانہ! یہاں تک جو تو نے کہا' ہم نے سن لیا اور ان لوگوں کی فرمائش تجھ سے کی' تو نے اس کی تکمیل کر دی۔ یہ لوگ بھی مطمئن ہیں اور میں بھی اور اب اس سے آگے گفتگو ہونی چاہیے۔''

''میں بھی یہی چاہتی ہوں' لیکن چونکہ یہ تیری طلب تھی اس لیے......''

''میری نہیں' اس شخص کی۔''

''کسی کی بھی ہو' میں تم تینوں ہی کو اپنا دوست سمجھتی ہوں۔''

''اب ہمیں یہ بتاؤ کہ ہمیں آگے کیا کرنا چاہیے؟''

''یہ ایک تفصیلی بات چیت ہے۔ بہتر یہ نہیں ہوگا کہ تم لوگ میرے ساتھ چلو اور جو جگہ میں تمہیں بتاؤں' وہاں بیٹھ کر یہ باتیں کی جائیں۔''

وہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور انگون نے کسی قدر پریشانی سے کہا۔

''اگر تو چاہے روبا تو ہمیں یہیں چھوڑ دے تاکہ ہم اپنے کام کا آغاز کر دیں اور تو جانتا ہے کہ ہم تیری یہ عقل استعمال کریں گے۔ ہاں اگر ہم سے تو کوئی کام لینا چاہے تو کیا ہم انکار کر دیں گے۔ ہرگز نہیں۔'' نردانہ نے انہیں دیکھا' مسکرائی اور بولی۔

''میں جانتی ہوں تم دونوں کے دل میں ہیرے اور سونے کا لالچ ابھر آیا ہے' لیکن ایک بات اور بھی بغور سن لو۔ وہ یہ کہ یہاں تمہارا رہنا انتہائی خطرناک ہوگا کیونکہ تم ان سانپوں کی تاب نہیں لا سکو گے جو یہاں کی فضاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں اور کوئی بھی سانپ ڈس کر تمہیں ہلاک کر سکتا ہے۔ جب میں تم سے وعدہ کر چکی ہوں کہ وادی میں تمہارے لیے تحفظ فراہم کروں گی تو یوں سمجھ لو کہ میرا وعدہ سچا ہے اور میں وہی کروں گی جو میں نے کہا ہے' لیکن بہتر ہے کہ یہاں نہ رکو۔'' کمال نے گھور کر انگون کو دیکھا اور کہا۔

''ایسی کوئی احمقانہ حرکت نہ کر انگون جس سے تیری ماں تجھے رونے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے' چل ہمارے ساتھ اور تو بھی اے شخص کہ جس کا نام زاما ہے۔''

نردانہ انہیں ان کی جگہ واپس لے آئی۔ کمال نے نہایت احتیاط کے ساتھ نردانہ سے گفتگو کا آغاز کیا۔ اس نے کہا۔

''اور اب تیری یہ بات تو ہماری سمجھ میں آ گئی ہے کہ تیرا اصل مقصد کیا ہے' لیکن بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ہم ابھی تک نہیں سمجھ سکے۔ مثلاً اگر تیری بیٹی اتنی

حسین ہے تو بھلا تجھے اس بات کی پریشانی کیوں ہے کہ آنے والے وقت میں اسے حسن کی بنیاد پر یہاں کا سردار تسلیم نہ کیا جا سکے۔" زردانہ کے چہرے پر اس بات کا جواب دینے میں ہچکچاہٹ کے آثار پیدا ہوئے اور اس نے کہا۔

"کچھ مشکلات ہیں کیونکہ بہت کچھ ہو رہا ہے یہاں میری بیٹی کو نگینہ نہ بننے دینے کے لیے اور بنیادی چیز وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ کسی سانپ کی بیٹی نہیں ہے بلکہ صرف اس کی ماں سانپ ہے اور اس کا باپ انسان ہے اور میں نے بہت کوششیں کی ہیں، اس وقت اگر میری بیٹی کا کوئی مدمقابل ہے تو وہ صرف اہیرا کی بیٹی نوزہ ہے ورنہ اور کوئی ایسا نہیں ہے اور تو جانتا ہے کہ اہیرا بہرطور میری ماں کے بعد بستی کی سردار رہ چکی ہے اور اس طرح اسے کچھ اختیارات بھی حاصل ہیں، لیکن میں اس کی بیٹی کی ہلاکت میں کامیاب نہیں ہو سکی جبکہ میں نے کئی بار ایسی کوششیں کر ڈالی ہیں۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے، ہاں دو کام ہمارے لیے کرنے ضروری ہیں۔ اول یہ کہ بڑے سانپ کو ہلاک کر دیا جائے جو اس مسئلے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے اور اہیرا کی بیٹی اگر تیری محبت کے جال میں پھنس جائے تو اس سے بڑا اور کام نہیں ہو سکتا اور عورت تو عورت ہی ہوتی ہے اور وہ بھی ایک معصوم لڑکی ہے جس کی عمر بھی زیادہ نہیں ہوگی تو یہ کام کر سکتا ہے کیونکہ تو خوبصورت ہے۔ اگر تو ایسا کام کر لے تو سمجھ لے کہ سارے کام مکمل ہو جاتے ہیں۔" اسی وقت انگون نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اہیرا کی بیٹی کو محبت کے جال میں پھانسنا میرا کام ہے۔ یہ کام تو میرے سپرد کر دے۔"

کمال کو ہنسی آ گئی۔ زردانہ نے بغیر کسی رعایت کے کہا۔

"یہ تیری غلط فہمی ہے۔ میں ایک عورت کی حیثیت سے کہتی ہوں کہ تیرے اندر کوئی مردانہ کشش نہیں ہے۔ کوئی اندھی عورت ہی تجھے نگاہ بھر کر دیکھ سکتی ہے۔" ان الفاظ پر زاما ہنس پڑا تھا اور انگون کی بری حالت ہو گئی تھی، لیکن کمال نے اس موقع پر صورتحال سنبھالی اور کہا۔

"اس کے لیے میں ایک اور شخص کا نام پیش کرتا ہوں۔ وہ...... میرا ساتھی جو یہاں ان وادیوں میں بھٹک گیا ہے۔ وہ بے حد پرکشش ہے۔" پھر اس نے جہانگیر شاہ کے بارے میں پوری تفصیل بتائی اور زردانہ سے وعدہ لیا کہ وہ اسے تلاش کرے گی۔ پھر بڑے سانپ کا تذکرہ نکل آیا۔

"آہ! اس کا نام زغوعا ہے۔ مقابلہ حسن وہی تو منعقد کرائے گا۔ وہ ہماری راہ کا سب سے بڑا پتھر ہے۔ خیر ہمیں یہ تمام رکاوٹیں عبور کرنی ہیں۔ آؤ میں تم لوگوں کو تمہاری قیام گاہ تک پہنچا دوں۔"

وہ سب اٹھ گئے۔ انگون کا منہ بری طرح بنا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

وقت اپنے مشکل مراحل طے کر رہا تھا۔ کمال نے کمال چالاکی سے نردانہ جیسی شاطر عورت کو اپنے راستے پر لگا لیا تھا۔ ادھر اہیرا نے جہانگیر شاہ کو اس بوٹی سے غسل کرا کر اس قلعہ نما عمارت سے باہر نکال دیا تھا۔ جہانگیر شاہ کو خود احساس تھا کہ اس وقت اس کے بدن سے اٹھنے والی خوشبو بے مثال ہے۔ بہرحال اس بارے میں اہیرا نے اسے بہت سی تفصیل بتائی تھی اور جہانگیر شاہ بہت سی باتیں ذہن میں طے کر کے باہر نکلا تھا۔ سانپوں کی پراسرار سرزمین پر وہ بڑی احتیاط سے سفر کرتا آگے بڑھ گیا تھا اور یہاں کمال اپنی بھرپور ذہانت کے جوہر دکھا رہا تھا۔ وہ خونی ناگن نردانہ پوری طرح اس کے فریب میں آ گئی تھی اور اس سے بھرپور تعاون کر رہی تھی۔ اس نے انہیں ہوشیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

''یہ زہریلی بستی ہے اور یہاں کی ہر شے میں زہر ہے۔ اپنے طور پر کوئی ایسی کوشش نہ کرنا جس سے تمہاری زندگی کو خطرہ پیدا ہو۔''

''ہمارے کھانے پینے کا کیا ہوگا؟'' کمال نے سوال کیا۔

''یہاں کچھ پھل ایسے ہوتے ہیں جو زہر کا اثر قبول نہیں کرتے۔''

''وہ کہاں ملیں گے؟''

''میں ان کا بندوبست کر دوں گی۔'' نردانہ نے کہا۔

''اور ہمیں اب ان پھلوں پر گزارہ کرنا ہوگا۔'' نردانہ کے جانے کے بعد انگون نے نتھنے پھلاتے ہوئے کہا تھا۔

''نہیں تم سانپ کھانا شروع کر دو!'' کمال جل کر بولا۔

''تم تو بس اب مجھ سے بات ہی نہ کرو۔ تم نے میری کتنی توہین کرائی ہے'

میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ کیا میں اتنا ہی بدصورت ہوں کہ نوزہ مجھ سے نفرت کرے؟''

''زاما! اب تو یوں کر کہ ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اس کے سر پر دے مار اور اس کے سر سے وہ سارا گندا خون بہا دے جو اسے کوئی بات نہیں سوچنے دیتا۔ اوہ گدھے! کیا تو یہ نہیں جانتا کہ کسی ناگن کا پیار کیا حیثیت رکھتا ہے۔ کیا تجھے یہ اندازہ نہیں ہے کہ اگر مجھے نوزہ سے محبت پر آمادہ کر دیا جائے اور وہ بھی میری محبت کا جواب محبت سے دے تو میرا کیا حشر ہوگا۔ پاگل دیوانے! نردانہ کی کہانی یاد نہیں ہے تجھے اور جو خود اس نے ہمیں سنائی اور بتایا کہ وہ معصوم شخص جس کا تعلق بستی دوہا سے تھا' کس طرح اس کے پیار میں ڈوب کر موت کا شکار ہو گیا۔ اوہ بے وقوف انسان! ان کی قربت زہریلی قربت ہوتی ہے۔ ہاں اگر تو یہ چاہتا ہے کہ جب ہم یہاں سے واپس جائیں تو تیری موت کی دردبھری کہانی سروایا بستی کو سنا دیں اور انہیں بتا دیں کہ انگون اس دنیا میں نہیں ہے۔ تو پھر ٹھیک ہے کیا سمجھا؟ بھلا مجھے شامان سے کیا لینا ہے۔ میں تو بس یہ چاہتا تھا کہ شامان نوزہ کی قربت حاصل کرے۔ حالانکہ میں اس کی موت کا خواہشمند نہیں ہوں' لیکن ذرا کسی ناگن کا پیار بھی تو اسے حاصل ہو تا کہ مجھے زندگی میں اس کا مذاق اڑانے کا موقع ملے اور اگر تو کہتا ہے تو ٹھیک ہے' ٹھیک ہے انگون! میں اپنا ارادہ تبدیل کیے دیتا ہوں تو نوزہ کے پاس چلا جا۔ ارے بے وقوف! ارے پاگل! اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ شامان نوزہ کی محبت میں دیوانہ ہو جائے اور اسے اپنی محبت میں دیوانہ کرے گا تو تو نہیں جانتا' میں جانتا ہوں کہ وہ کبھی کسی عورت سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ عورتوں سے دور بھاگتا ہے اور یہاں تو مسئلہ بالکل ہی مختلف ہے یعنی نوزہ کو اپنی محبت کے جال میں پھانسنا نہ کہ خود اس کی محبت میں گرفتار ہو جانا اور تو انگون...... میرا تو خیال ہے کہ اگر عورت کے روپ میں کوئی گدھی بھی تیرے سامنے آ جائے تو تو اس کے پیچھے ڈھینچو ڈھینچو کرتا ہوا چلا جائے گا۔ مجھے اچھی طرح علم ہے' اس لڑکی ربابہ کا جس کے چکر میں پڑ کر تو گرفتار ہوا' بہرحال میں تیری موت نہیں چاہتا بلکہ زندگی چاہتا ہوں۔ اس کے باوجود اگر تو یہاں پر محبت کا کھیل کھیلنا چاہتا ہے تو میرے پیارے دوست! میری طرف سے تجھے اجازت ہے۔ نوزہ پر اپنی محبت کا

جال ڈال کر اس کی قربت حاصل کر لے تاکہ ہم تیرا ڈھانچہ اٹھا کر یہاں سے لے جائیں۔'' انگون یقین نہ آنے والی نگاہوں سے کمال کو دیکھتا رہا' پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''آہ! تیری باتیں سمجھ میں تو آرہی ہیں۔ حالانکہ دل یہ چاہتا ہے کہ کسی ناگن کی محبت کا مزہ بھی چکھا جائے۔''

''ہاں ہاں' کیوں نہیں' کیوں نہیں۔ محبت کا مزہ تو اس شخص نے بھی چکھا تھا جس کا نام گیرن تھا۔ آہ! کاش تو اس کی جگہ ہوتا اور ہمیں تیری کہانی سننے کو ملتی۔''

''ارے ارے ارے۔ تم مسلسل مجھے برا بھلا کہے جا رہے ہو۔ آخر اس سے تمہیں کیا مل رہا ہے؟''

''تو نوزہ کا پیار چاہتا ہے ناں؟''

''مذاق بھی نہیں سمجھتے۔ یہ ساری باتیں تو میں نے مذاق میں کہی تھیں۔''

''اچھا اچھا۔ مذاق میں کہی تھیں یہ باتیں۔ تب تو ہم واقعی بے وقوف ہیں۔ اے شخص! تیرا نام زاما ہے ناں اور تو کہتا ہے کہ تو انگون کا وفادار ہے تو تو یہ باتیں کیوں نہیں بتاتا بلکہ میں سمجھتا ہوں تیرے اندر کا مقصد کیا ہے۔'' زاما نے آنکھیں پھاڑ کر کمال کو دیکھا اور بولا۔

''بھلا میرا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟''

''صرف اور صرف یہی کہ یہ اس دنیا سے رخصت ہو جائے اور زر و جواہرات تو لے جائے۔'' زاما بری طرح خوفزدہ ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔

''ارے باپ رے باپ! ارے پیارے بھائی تم میری مصیبت کیوں بلا رہے ہو۔ میں تو پہلے ہی مصیبت کا مارا ہوں۔ اگر یہ خیال اس کے دل میں آ گیا تو بس یہ سمجھ لو کہ اس کی پہلی کوشش ہوگی کہ مجھے اس دنیا سے چھٹی کرا دے۔ ارے باپ رے باپ۔'' جواب میں کمال ہنسنے لگا' پھر اس نے کہا۔

''بہرطور دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے اور وہ دیکھو وہ نردانہ آ رہی ہے۔'' انہوں نے دور سے نردانہ کو آتے ہوئے دیکھا تھا۔ کمال اسے غور سے آتے ہوئے

دیکھتا رہا اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''حقیقت یہ ہے کہ اس عورت کا چہرہ جیسا بھی ہو' لیکن اس کے بدن کی دلکشی بڑے بڑے پارساؤں کو مشکل میں ڈال سکتی ہے۔ کس قدر حسین جسم کی مالک ہے یہ۔'' نردانہ آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچ گئی اور تینوں سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگے۔ نردانہ نے رازداری سے کہا۔

''سانپوں نے شامان کا پتہ چلا لیا ہے اور اس وقت شامان مشرقی وادی میں بھٹک رہا ہے۔ نجانے وہ کس کی تلاش میں سرگرداں ہے۔'' کمال اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے بے صبری سے کہا۔

''یہ مشرقی وادیاں کس سمت ہیں؟''

''جس جگہ وہ موجود ہے' وہ یہاں سے بہت زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔'' نردانہ نے کہا۔

''آہ۔ تب تو پھر مجھے اجازت دے نردانہ۔ اور اگر تو کہے تو نردانہ ہم اسے اپنے ساتھ یہاں لے آئیں۔ تو کیا چاہتی ہے؟''

''اب تو میرا دست راز ہے روبا۔ جیسا مناسب سمجھ کر' میں تیرے کسی کام میں مداخلت نہیں کروں گی' لیکن شامان کو سب کچھ سمجھانا بھی تیرا ہی کام ہوگا اور میں سمجھتی ہوں کہ تو جس قدر ذہین نظر آتا ہے' یہ سارا کام تو بخوشی کرے گا۔ میں نے تجھ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اس اعتماد کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔''

''ٹھیک ہے ہم تینوں جاتے ہیں۔ البتہ ایک بات ہم تجھ سے کہتے ہیں نردانہ اور وہ یہ کہ تو خبردار اور ہوشیار رہنا۔ ویسے تو وہ بہت اچھا انسان ہے' لیکن اس کی عقل اس کی کھوپڑی سے تھوڑی سی اوپر رہتی ہے۔ کوئی ایسی ویسی بات نہ کہہ دینا اس کے سامنے جس پر اسے غصہ آ جائے۔''

''کیا وہ بہت غصہ ور ہے؟''

''وہ بہت طاقتور بھی ہے اور جسمانی طور پر بے حد شاندار۔''

''آہ! میں اس کے بارے میں سن چکی ہوں۔ جن ناگوں نے مجھے اس کی یہاں موجودگی کی اطلاع دی۔ انہوں نے یہی بتایا کہ وہ تو شیش ناگ جیسا ہے یعنی شیش ناگ جب اپنے آپ کو بلند و بالا کرتا ہے تو ایک ایسا حسین و جمیل مرد ہوتا ہے کہ ناگنیں اس کے لیے پاگل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ناگوں کا کہنا ہے کہ وہ انسان ہونے کے باوجود شیش ناگ جیسا ہے۔ کیا واقعی وہ ایسا ہی ہے؟'' نردانہ کے اپنے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ کمال تھوک نگلنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

''بہرحال تو سمجھتی ہے کہ تیرا مقصد اب کچھ اور ہی ہے؟''

''ارے ہاں ہاں۔'' نردانہ نے عجیب سے انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر اس نے کہا۔

''میں تمہاری رہنمائی کرتی ہوئی وہاں تک لے جاؤں گی۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کیسی شخصیت ہے۔'' غرضیکہ نردانہ ہمیں ساتھ لے کر وہاں سے چل پڑی اور پھر بہت سے راستے طے کرتی ہوئی وہ اسی جگہ پہنچ گئی جہاں خوبصورت سبزہ زار بکھرے ہوئے تھے اور واقعی کمال نے جہانگیر شاہ کو دیکھ لیا۔ بھلا سا بھولا بھولا سا اور کمال دل ہی دل میں یہ سوچ کر ہنسنے لگا کہ ان دونوں کو دیکھ کر جہانگیر شاہ کی جانے کیا کیفیت ہو۔ بہرحال وہاں سے وہ صرف ایک لمحے کے لیے رکا۔ نردانہ سکتے کے عالم میں جہانگیر شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔

''یہ واقعی انسان ہے۔'' نردانہ کے لہجے کی ہوس اور آنکھوں کی چمک کمال کو پریشان کرنے لگی۔ اس نے کہا۔

''ہاں۔ ہے تو انسان' لیکن نردانہ میں تجھے یاد دلاؤں کہ تو بھول رہی ہے کہ تم نے اسے نوزہ کے لیے مخصوص کیا ہے۔'' نردانہ کے چہرے پر ایک عجیب سی کشمکش نظر آئی۔ اس نے کہا۔

''ہے تو وہ ایسا کہ اسے دیکھ کر نوزہ کو جس ہونے کو دل چاہتا ہے بلکہ اس پر رشک آتا ہے۔ اچھا خیر ٹھیک ہے میرا واپس چلے جانا ہی بہتر ہے۔ بہت ہی پرکشش مرد ہے۔'' یہ کہہ کر نردانہ واپسی کے لیے پلٹ گئی اور کمال نے یہی طے کیا کہ آگے بڑھے اور جہانگیر شاہ کو تمام صورتحال سنجیدگی سے سمجھائے اور پھر اسے آمادہ کرے کہ وہ ان معاملات میں دلچسپی لے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح اس کا کام بھی بن جائے یعنی نردانہ طارس کو زندگی دینے پر آمادہ ہو جائے۔ کیا حرج تھا کمال بھی متاثر تھا۔ بوڑھے ہمبار یہ سے بس ذرا اس کی فطرت مختلف تھی۔ اس کی فطرت میں سرکشی بے حد تھی۔ اگر جہانگیر شاہ کی خواہش ہوتی تو سیدھے کام بھی اسے الٹے لگنے لگتے تھے کیونکہ سب سے بڑا مسئلہ.....گریٹ کا تھا جس نے اسے یہاں تک پہنچا دیا۔ اس میں بھی اس کی یا جہانگیر شاہ کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ تقدیر کو یہی منظور تھا کہ وہ اس مشینی جگہ داخل ہو گئے جہاں کا باوا آدم ہی نرالہ تھا۔ بہرحال وہ آگے بڑھنے لگے۔ ادھر انگون بھی جہانگیر شاہ کو دیکھ کر کسی حد تک سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اس نے کئی بار زاما پر نگاہیں دوڑائیں اور پھر وہ تینوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جہانگیر شاہ کی جانب بڑھ گئے اور پھر جہانگیر شاہ نے بھی انہیں دیکھ لیا اور حیرانی سے منہ پھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ کمال شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا اس کے پاس پہنچا تھا اور جہانگیر شاہ نے حیرت بھی نگاہوں سے ان تینوں کو دیکھا تھا۔ پھر دوسرے لمحے اس نے اپنی رائفل سیدھی کی اور ان لوگوں کا نشانہ لے لیا۔ اس کے چہرے پر اس قدر سنجیدگی تھی کہ کمال کے ہوش اڑ گئے۔ ادھر انگون اور زاما کی بھی بری حالت ہو گئی تھی۔ دوسرے ہی لمحے کمال نے دونوں ہاتھ سامنے کر کے چیختے ہوئے کہا۔

''ارے ارے یہ میں ہوں میں..... یہ میں ہوں جہانگیر شاہ یہ..... یہ تم کیا کر رہے ہو۔''

''وادی سحر میں سانپوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور مجھ سے زیادہ یہ کون جان سکتا ہے کہ تو روبا نہیں اور یہ انگون اور زاما نہیں بلکہ تم تینوں سانپ ہو۔ جو مجھے بے وقوف بنانے کے لیے یہ روپ بدل کر آئے ہو اور تم نہیں جانتے کہ میں یہاں چودہ سانپ ہلاک کر چکا ہوں اپنی اس رائفل سے۔ بے وقوفو میرا نشانہ کبھی خالی نہیں جاتا۔ تم سانپ ہو پورے سانپ۔''

''ارے باپ رے۔ یہ تو واقعی کھسک گیا ہے۔'' کمال نے جہانگیر شاہ سے

چہرے کی سنجیدگی کو نوٹ کرتے ہوئے کہا اور جلدی سے زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ زمین پر لوٹ لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

''او پاگل دیوانے! میں تجھے اس جیل کا حوالہ دے سکتا ہوں جہاں سے نکل ہم دونوں بھاگے ہیں۔ او...... بیوقوف آدمی گولی چلانے میں ذرا دیر کر۔ کہیں سچ مچ گولی نہ چلا دینا۔ مم...... میں سانپ نہیں ہوں۔ میں تو کمال ہوں کمال...... مم...... میرا مطلب ہے۔'' دوسرے لمحے جہانگیر شاہ کا قہقہہ فضا میں گونج اٹھا تھا۔ اس نے رائفل کی نال نیچے کرتے ہوئے کہا۔

''تو کھڑا ہو جا گدھے تو بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی نے تجھے زندگی بخشی تھی۔'' کمال نے آنکھیں پھاڑ کر جہانگیر شاہ کو دیکھا' پھر اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس کے بعد برا سا منہ بنا کر بولا۔

''جب بھی کیا بھونڈا مذاق کیا تو نے۔ بھلا یہ بھی کوئی مذاق ہے تیرا۔ جان نکال لی تھی اور تجھ دیوانے سے کسی بھی بات کی توقع کی جا سکتی ہے۔''

''اور یہ بے وقوف! تو نے کہاں سے پکڑے تو تو اس پراسرار وادی میں داخل ہو گیا مگر یہ دو گدھے ملے تجھے کہاں سے۔'' کمال بے اختیار ہنس پڑا۔ انگون اور زاما کی حالت اب بھی کافی خراب تھی اور وہ پھڑائے ہوئے سے تھے۔ پھر کمال نے کہا۔

''تو سمجھتا تھا کہ تو مجھے دریائے لانا کے کنارے پر چھوڑ کر تنہا ہی وادی میں داخل ہو سکتا ہے اور میرا اس وادی میں گزر نہیں ہے' لیکن اب اس قدر احمق بھی نہ سمجھ مجھے۔ میں بھی آخر کچھ نہ کچھ کرتا ہی رہا ہوں اس دوران اور تو یہاں نہیں جانتا کہ کیا صورتحال ہے۔ بہرحال تجھے یہاں سانپوں کی اس وادی میں خوف نہیں محسوس ہوا۔ مجھے تعجب ہے کہ ابھی تک تجھے کسی سانپ نے نہیں ڈسا۔ ارے یہ تیرے بدن سے خوشبو کیسی اٹھ رہی ہے۔ یہ تو بڑی مست کر دینے والی خوشبو ہے۔ تو نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ شامان اب میں اس کے علاوہ کیا کہوں تجھ سے۔''

''گدھے! اتنے سارے سوالات تو نے ایک ساتھ کر دیئے ہیں' لیکن

میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ مجھے سب سے زیادہ حیرت ان دو بے وقوفوں پر ہے۔ خیر تجھ سے تو میں بعد میں بات کروں گا' اب یہ بتا مگر خیر ٹھیک ہے اور تو سنا مستقبل کے مدبر اعلیٰ تیرا کیا حال ہے؟'' انگون کا چہرہ شرم سے جھک گیا تھا۔ جب اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو جہانگیر شاہ نے پھر کمال سے پوچھا۔

''تو نے بتایا نہیں کہ یہ دونوں روٹھے بیمار تجھے کہاں سے مل گئے؟''

''نہیں جہانگیر شاہ! جسے مدبر اعلیٰ کا درجہ ملنے والا ہو' اس کا احترام کرنا چاہیے اور حقیقت یہ ہے کہ اب میرا دل تجھے جہانگیر شاہ کہنے کو ہی چاہتا ہے کیونکہ شامان اور رؤبا تو یہ ہیں۔ بہرحال ان کی توہین نہ کر کہیں تو آسمانی قہر کا شکار نہ ہو جائے۔''

''بھلا میں کیا کر سکتا ہوں۔ انہوں نے ہی مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔ خیر چھوڑ ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔ اب تو مجھے یہ بتا کہ تجھ پر یہاں کیا بیت رہی ہے؟''

''آہ! تو نہیں جانتا جس کی تلاش میں تو یہاں آیا ہے' وہ مجھے مل چکی ہے یعنی نروانہ۔'' جہانگیر شاہ کے چہرے پر شکنیں پڑ گئیں تھیں۔ کمال یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ انگون سر سے پاؤں تک احمق ہے اور اس بے وقوف سے بہت سے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں' لیکن اتنا بھی جانتا تھا کہ انگون کم از کم اپنی زندگی بچانے کے لیے کوئی ایسی بات منظر عام پر نہیں لائے گا جو ان دونوں کے لیے نقصان دہ ہو جائے اور خود ان دونوں کے لیے بھی کیونکہ انہی دونوں کے سہارے اسے بھی ناگ نگر سے نکل کر واپس جانا تھا۔ بہرحال جہانگیر شاہ اس کہانی پر غور کرتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

''یہ تو بڑی مشکل ہو گئی ہے۔ کیا ہی دلچسپ بات ہے۔ خیر چھوڑ اب تیرا کیا ارادہ ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''مجبوری ہے جہانگیر شاہ۔ پہلے میں تجھے نروانہ کے پاس لیے چلتا ہوں اور یہ ضروری تو نہیں ہے کہ تو اس سے ہمبار یہ یا طارس کا تذکرہ کرے کیونکہ یہ معاملہ تو

بالکل ہی مختلف ہے اور نردانہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ ہمارا تعلق اس داستان سے بھی ہوگا کیونکہ بہرحال وہ بستی دوہا میں رہ چکی ہے' لیکن اس نے وہاں ہمیں نہیں دیکھا۔ کیا خیال ہے میری رائے ہے کہ ہم نردانہ سے تعاون کریں اور اس دوران ضرور کوئی ایسی تدبیر سوچیں جس کی بنا پر تمام جھگڑوں سے آزاد ہو کر ہم اس منحوس وادی سے نکل جائیں۔ اگر ہمبار یہ اور طارس کا کام کسی شکل میں بن جاتا ہے تو میں تجھ سے انحراف نہیں کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے' لیکن اب بھی تجھے یہ سمجھانے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں کہ دیکھ یہ پراسرار دنیا ہے جس کے بارے میں ہم بالکل نہیں جانتے کہ یہ تاریخ کا کون سا حصہ ہے۔ جو دور چل رہا ہے' وہ موجودہ دور ہے یا کوئی گزری ہوئی داستان۔ آہ اس کتے ڈاکٹر گریٹ نے جس مشین میں یہ پراسرار کہانی رکھی تھی' کاش ہمیں اس سے یہ بھی معلومات حاصل ہوسکتیں کہ اس مشین کا تعلق حال سے ہے' ماضی سے یا مستقبل سے۔''

''ان تمام باتوں کو چھوڑ' اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہم تو جس حال میں سے گزر رہے ہیں' ہمیں اسی کے بارے میں سوچنا ہے اور زندگی کی جتنی بھی سانسیں گزر رہی ہیں' اب اسی طرح گزارنی ہیں۔ اگر تقدیر کوئی کھیل کھیل جائے تو دوسری بات ہے ورنہ جو ہوگا' دیکھا جائے گا۔'' پھر تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا فیصلہ کرلیا اور یہ بات انگون کو بھی بتا دی گئی تھی کہ اگر کوئی گڑبڑ کی تو نتیجے کا ذمہ دار خود ہوگا۔ انگون نے کانوں کو ہاتھ لگائے تھے اور زاما زور زور سے گردن ہلانے لگا تھا۔

☆......☆......☆

بھوری چٹانوں میں تراشے ہوئے ان عجیب و غریب کھنڈرات نما مکانوں میں جن میں زندگی کا تصور بھی نہیں جا سکتا تھا' نردانہ نے جہانگیر شاہ' کمال' انگون اور زاما کا استقبال کیا۔ اس دوران میں ان لوگوں نے خوبی دیکھ لیا تھا کہ کچھ سانپ مسلسل ان کا تعاقب کرتے رہے ہیں۔ یقینی طور پر یہ نردانہ کے غلام ہوں گے اور ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔ بڑے بڑے لمبے سانپوں کی لکیریں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں اور یہ عجیب و غریب وادی اس قدر پراسرار تھی کہ اگر انہیں ان واقعات سے دوچار نہ ہونا پڑتا تو حیرت کے مارے ان کا دم ہی نکل جاتا۔ نردانہ نے اپنی چمکدار آنکھوں سے جہانگیر شاہ کو دیکھا اور اس کے چہرے کے کئی رنگ بدل گئے۔ وہ خود بھی انتہائی حسن پرست تھی اور اس نے دوہا بستی کے بہت سے نوجوانوں کو اپنے جال میں پھانس کر ہلاکت کی منزل تک پہنچا دیا تھا' لیکن جہانگیر شاہ کی کیفیت مختلف تھی۔ ویسے بھی نردانہ عمر کی اس منزل میں نہیں تھی کہ جہانگیر شاہ جیسے کسی نوجوان کو اپنی جانب راغب کر سکے۔ ہاں جہانگیر شاہ کو دیکھ کر اس کے انداز میں کچھ حسرت سی پیدا ہوگئی تھی اور جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں بھی یہی حسرت تھی۔

''آہ۔ یہ شامان ہے۔ میں دعویٰ سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ اس وادی میں جہاں تم لوگ انسانوں کی حیثیت سے بستے ہو' اس سے زیادہ حسین جوان اور کوئی نہیں ہوگا۔ اسے دیکھ کر دیوتاؤں کا تصور ذہن میں آتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اہیرا کی بیٹی نوزہ اگر ایک بھرپور نظر اس پر ڈال لے تو اس کی دیوانی ہو جائے۔ تو نے سچ ہی کہا تھا اے شخص! جس کا نام روبا ہے کہ اس جیسا حسین جوان کہیں بھی نہیں ہوگا۔ مجھے حیرت ہے کہ ابھی تک اس کے اردگرد ناگنوں کے جھمگٹے کیوں نہیں لگے۔ ناگنوں

کو تو اس پر دیوانہ وار نثار ہو جانا چاہیے تھا۔ بہرحال تو بہت خوبصورت ہے اور تو نے بالکل ٹھیک کہا تھا روبا کہ اس جیسا حسین......'' نزدانہ رک گئی۔ وہ انگون کو کروٹیں بدلتے دیکھ رہی تھی۔ انگون جل کر آگ بگولہ ہو گیا تھا اور صحیح معنوں میں زاما' انگون کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انگون اپنے آپ کو دنیا کا حسین ترین آدمی سمجھتا ہے۔ بہرحال یہ ساری باتیں اپنی جگہ' لیکن صورتحال بڑی دلچسپ ہو گئی تھی۔ نزدانہ کہنے لگی۔

''اور روبا کیا تو نے اس شخص کو میری مشکل کے بارے میں بتا دیا؟ ایک وعدہ میں نے روبا سے کیا ہے شامان اور تجھ سے بھی کر رہی ہوں اور اس کی گواہی تیرے یہ تینوں ساتھی دیں کہ جب تو یہاں سے میرے کام کی تکمیل کے بعد جائے گا تو سمجھ لے دور دور تک کی وادیوں میں ایک بھی انسان ایسا نہیں ہوگا جو تیری برابری کا دعویٰ کر سکے۔ تو ان وادیوں کا سب سے امیر شخص ہوگا اور ساری دنیا تم چاروں پر رشک کرے گی۔ تو سن شامان اس کام میں بہت زیادہ وقت صرف نہ کر کیونکہ بوڑھا سانپ بہت جلد مقابلہ حسن طلب کرے گا اور اس سے پہلے ہمیں نوزہ کو منظر عام سے ہٹا دینا ہے اور اگر روبا نے ابھی تک تجھے تفصیل نہیں بتائی تو سن۔ میں تجھے پوری کہانی سنائے دیتی ہوں۔'' کمال نے جلدی سے کہا۔

''نہیں میں اپنے دوست کو پوری تفصیل سے ساری باتیں بتا چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ سمجھداری سے کام لے گا' لیکن ہمیں کچھ وقت تو دے تاکہ ہم کوئی بہتر ترکیب نکال سکیں اور یہ کیسے ممکن ہوگا نزدانہ شامان براہ راست نوزہ تک جا پہنچے۔ اس سلسلے میں ہمیں نوزہ کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم ہوں گی۔ مزید یہ کہ ہم اس تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟''

''دو سانپ تمہاری رہنمائی کریں گے اور یہ دونوں ہر لمحہ اس شخص کے ساتھ رہیں گے جس کا نام شامان ہے اور اسے بتائیں گے کہ نوزہ اس وقت کہاں ہے۔ نا صرف یہ بلکہ ضرورت پڑنے پر شامان کی مدد بھی کریں گے اور کمال تو یا تیرے ساتھی اس کے ساتھ نہیں ہوں گے' لیکن یہ میرا وعدہ ہے تو جب بھی چاہے گا' تجھے وہاں

پہنچایا جا سکتا ہے جہاں یہ ہو۔'' کمال نے جہانگیر شاہ کی طرف دیکھا کیونکہ کمال جہانگیر شاہ کو ساری صورتحال بتا چکا تھا اور خود جہانگیر شاہ کا اپنا ایک مسئلہ ذرا مختلف قسم کا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے دل کی گہرائیوں میں بہت سے راز چھپا رکھے تھے اور جب اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے' میں تمہارے کام کے لیے دل سے تیار ہوں۔'' لیکن کمال کو کچھ حقیقتیں معلوم نہیں تھیں۔ نزدانہ نے انہیں ایک جگہ قیام کے لیے کہا اور کہا کہ بہت جلد وہ تیاریاں کر کے شامان کو نوزہ تک پہنچانے کی کوشش کرے گی اور جیسے ہی تنہائی ملی کمال نے اس سے کہا۔

''تو نے مجھے واقعی اس مسئلے میں حیران کر دیا۔ میں نے تو تجھے جو کہانی سنائی' وہ بیچارے ہمبار یہ' اس کی بیوی اور بیٹے کے حق میں تھی' لیکن تو اس طرح اس کام کے لیے مان جائے گا' یہ بات میرے لیے باعث حیرت ہے۔'' جہانگیر شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

''ان دو احمقوں کو زبردستی تو نے اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ میری تو رائے ہے کہ ان کو یہاں سے دفع کر دے تاکہ ہم سکون سے اپنا کام کر سکیں۔''

''مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے' لیکن ایک بات حقیقت ہے کہ ایک سے بھلے دو اور دو سے بھلے چار اور پھر اس قدر دلچسپ ہیں کہ ان کو چھوڑ دینے کے بعد ماحول بالکل خشک ہو جائے گا۔ کم از کم ان سے دوستی کر کے اگر ہمیں اپنی وادیوں میں رہنا پڑا تو ہم سروایا میں اپنے لیے ایک معقول زندگی اپنا سکیں گے۔ اب کیا کیا جائے۔ اس انداز میں تو سوچنا ہی پڑتا ہے کیونکہ واپسی کا کوئی راستہ تو نظر نہیں آتا۔ دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔ بہرحال تو نے مجھے نظرانداز کرنے کی کوشش کی تھی اور اگر واقعی یہ دو بے وقوف راستہ بھٹک کر یہاں نہ پہنچ جاتے تو میں تنہائی کے احساس کا شکار ہو جاتا۔ بہرحال ان سے دوستی رکھنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے لیے پرلطف ماحول کا بہترین سہارا ہیں۔'' جہانگیر شاہ ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

''ان دونوں نے اپنی کہانی کیا سنائی ہے؟''

''ارے میں تجھے بتا نہیں سکتا کہ کیا ہی دلچسپ حالات سنائے ہیں انہوں نے۔ یہ لوگ شامان اور روبا جو یہاں ان وادیوں کے دو روایتی کردار ہیں اور ان کرداروں سے یہ بات منسوب ہے کہ یہ ان آبادیوں کے لیے دیوتاؤں کا درجہ رکھتے ہیں اور اگر کسی کو بڑائی حاصل کرنا ہے تو ان دونوں کا سہارا حاصل کر کے یا ان دونوں کی حیثیت حاصل کر کے مدبر اعلیٰ یعنی ان وادیوں کا سردار بن سکتا ہے۔ یہ صورتحال ہے اور یہ دونوں ہمیں اپنی دانست میں بے وقوف بنا کر وہاں سے چلے اور انہیں مل گئی ربابہ اور ربابہ ملی تو انگون کو تو جیسے آسمانوں کی حکومت مل گئی اور پھر یہ جا پہنچے بستی سوہا جو ہماریہ کی بستی تھی اور بستی دوہا کے بارے میں بھی تفصیلات ہمیں معلوم ہو گئیں کہ وہاں سخارہ حکمرانی کر رہا ہے اور اس کا چچا بتوریہ یہ چاہتا ہے کہ سخارہ مستقل حکومت کرتا رہے اور شامان اور روبا ہلاک ہو جائیں تو یہ زہر لے کر شامان اور روبا کی ہلاکت کے لیے نکلا ہوا ہے۔'' ساری کہانی سن کر جہانگیر شاہ نے بڑی حیرت کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا۔

''آہ! کیسی عجیب دنیا ہے ویسے اس سے تو نے ایک اندازہ ضرور لگایا ہوگا کمال! دنیا میں جاندار جہاں بھی انسانوں کی شکل میں موجود ہیں' وہاں سازشوں اور دشمنیوں کا سلسلہ ضرور ہے۔ بہرحال یہ ایک انتہائی دلچسپ مرحلہ ہے اور اب تو یہ بے حد ضروری ہو گیا ہے کہ سخارہ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر سوہا کی سربراہی ایک بار پھر سے طارس کو دلائی جائے اور میرا خیال ہے کہ ہمارے لیے یہ ایک دلچسپ کام ہوگا۔ آخر یہاں اس وادی میں زندگی تو گزارنی ہے کیونکہ بظاہر تو کوئی اور ایسا عمل نظر نہیں آتا جس کے ذریعے ہم واپس اپنی دنیا میں پہنچ سکیں۔'' دونوں گفتگو کرتے رہے اور آنے والے وقت کے منصوبے ایک دوسرے کو بتاتے رہے۔ پھر وہ ٹہلتے ہوئے اپنی جگہ سے دور نکل آئے اور اچانک ہی انہوں نے ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی کو دیکھا۔ کمال نے ہی جہانگیر شاہ کو اس طرف متوجہ کیا تھا۔ جہانگیر شاہ نے بھی اس حسن بے مثال کو چہل قدمی کرتے ہوئے دیکھا' لیکن وہ بے تاثر ہی رہا۔ البتہ لڑکی اس کی جانب چلی آئی اور عجیب سی محبت بھری نگاہوں سے جہانگیر شاہ کو دیکھنے لگی۔ پھر اس

نے کمال کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

''تو کون ہے؟'' کمال نے پوچھا۔ حسین لڑکی کے ہونٹوں پر ایک بہت ہی دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

''تیری میزبان۔ میرے ماں نے تو شاید تجھے میرے بارے میں تفصیل نہیں بتائی ہو گی' لیکن مجھے تیرے بارے میں پورا پورا علم ہے اور جہانگیر شاہ کے بارے میں بھی جسے میری ماں نے ایک ناگن کی ہلاکت کے لیے مقرر کیا ہے۔''

''اوہ' کیا تو اشوریہ ہے؟''

''ہاں۔ میں ہی وہ بدنصیب ہوں۔'' حسین لڑکی کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔

''کیوں بدنصیب کیوں؟''

''بہت سی داستانیں لمحوں نہیں سنائی جا سکتیں۔ میں تجھے اپنے دل کی داستان کیسے سنا دوں روبا! حالانکہ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میری ماں مجھے تم دونوں کے سامنے آنے سے روکے گی اور یہ بات تو اس نے مجھ سے پہلے ہی کہہ دی تھی کہ مہمانوں کے سامنے نہ آنا۔ نجانے میری ماں کس احساس کا شکار ہے۔ پہلے میں کچھ نہیں سمجھتی تھی' لیکن اب جان گئی ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں انسان زادی ہوں اور میں انسانوں کی دنیا میں لوٹ جانا چاہتی ہوں۔ مجھ میں انسانی اور سانپوں جیسی خصلتیں موجود ہیں۔ تو یہ سمجھ لے کہ ناگ نگر میں تو مجھے قید کر دیا گیا ہے۔ میری ماں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے یہ بھول گئی کہ وہ ایک انسان کی بیٹی کو ناگن بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ آہ! میں تمہیں بتاؤں روبا اور شامان کہ میرے اندر وہ ناگنوں جیسی صفتیں نہیں ہیں۔ میری ماں نے بے وقوفی کے عالم میں یہ کبھی نہیں سوچا کہ میرا باپ ایک انسان تھا' سانپ نہیں تھا اور اگر تم یقین کرو میری بات پر تو میں تم سے دل کی بات کہوں کہ میں اپنی ماں کی قیدی ہوں۔ وہ جوش میں مجھے سانپوں کی مملکت کی سردار بنانا چاہتی ہے' لیکن تم لوگ خود غور کرو' کیا انسان سانپ بن سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے اس وادی میں ایک لمحے کے لیے میرا دل نہیں لگتا۔ نہ اس وادی سے مجھے کوئی پیار

ہے اور نہ یہاں کے رہنے والوں سے مجھے کوئی دلچسپی ہے۔ آہ کاش کوئی مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے۔'' اس نے ایک پھر عجیب سی نگاہوں سے جہانگیر شاہ کو دیکھا اور پھر گردن خم کیے وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ وہ دونوں سکتے کے عالم میں کھڑے ہوئے تھے اور بہت دیر تک وہ اسی طرح کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ لڑکی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو کمال نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

''باپ رے باپ۔ اس کھوپڑی کو اصولی طور پر پھٹ جانا چاہیے۔ ذرا دیکھو تو سہی یار' کیا کیا مشکلیں پھیلی ہوئی ہیں دنیا میں۔ جانداروں کے لیے اور کیا ہی عجیب اور کیسی ہی انوکھی بات ہے۔ کیا حسن بے مثال ہے اس لڑکی کا۔ یہ انسان اور ناگن کے ملاپ کا نتیجہ ہے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ ویسے ایک بات بتا جہانگیر شاہ! کیا تیرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات نہیں پیدا ہو گئے۔ کیسی عجیب مشکل ہے اس کی اور واقعی حقیقتوں سے بالکل قریب۔ جسے سوچ کر ہی انسان کی عقل حیران رہ جائے۔ ارے باپ رے باپ' بھلا ہم اس لڑکی کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔ تو بولتا کیوں نہیں۔''

''میں نے ہر ایک کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا ہے۔ سب کچھ بھاڑ میں جائے۔ مجھے تو بس ان بوڑھی آنکھوں میں چمکتے ہوئے بے بسی کے آنسوؤں سے دلچسپی ہے اور اس معصوم اور حسین لڑکے کی فکر ہے جس کے ماں باپ ایک غم آلود زندگی گزار رہے ہیں۔''

''ٹھیک کہتا ہے' لیکن خیر بہرحال جو کام ہم نہیں کر سکتے' اس کے لیے بلاوجہ الجھنوں کا شکار کیوں ہوں۔ واقعی ہم اس لڑکی کو یہاں سے کیسے لے جا سکتے ہیں۔'' آخرکار یہ طے ہوا کہ جہانگیر شاہ اب نردانہ کے طے کیے ہوئے معاملہ کے تحت روانہ ہو جائے گا۔ کمال' ناگن اور زالا اس کا تعاقب کریں' لیکن اس سے بہت سا فاصلہ اختیار کر کے آگے بڑھیں اور اگر کبھی سانپوں کی نگاہوں میں آ جائیں تو اپنے آپ کو اس وادی میں بھٹکنے والا ثابت کر دیں۔ یہاں کے رسم و رواج نردانہ نے انہیں

نا دیئے تھے اور جہانگیر شاہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے گا' وہ اہیرا کی بیٹی سے ملے گا یعنی جہانگیر شاہ نے نردانہ سے یہ بھی کہا تھا کہ ہو سکتا ہے نوزہ تک پہنچنے کے لیے اسے اہیرا سے بھی ملاقات کرنی پڑے' لیکن نردانہ اطمینان رکھے۔ ہیروں اور سونے کا حصول دنیا کے ہر لالچ سے زیادہ قیمتی ہے اور وہ ان چیزوں کے حصول کے لیے اپنا کام پوری دیانتداری سے سرانجام دیں گے۔ تنہائی ملتے ہی جہانگیر شاہ نے کمال سے پوچھا۔

''اور تو یہ بتا کہ تیرے دل میں بھی ہیروں کی چمک اور سونے کی پیلاہٹ کی کوئی طلب ہے؟''

''بے وقوف انسان! اس دنیا میں ہیرے اور سونے کس کام کے یہاں کے لوگوں کو اگر اس کی طلب ہو تو ہو' لیکن ہم کون سا اپنی دنیا میں واپس جا رہے ہیں کہ سونے کے ڈھیر اور ہیرے سمیٹ کر زندگی گزاریں۔''

''خیر بہرحال یہ بات ماننی پڑے گی کہ ہم زندگی کے بہت ہی دلچسپ موڑ پر ہیں۔ ویسے جو تدبیر میں نے سوچی ہے' اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔''

''کیا مطلب مجھے بھی تو کچھ سمجھا۔'' کمال نے کہا۔

''بے شمار مرحلے ایسے آتے ہیں جب ہم لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خیر کوئی ایسی بات نہیں۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سانپوں کی اس وادی میں ہم کسی بھی لمحے بدترین موت کا شکار ہو سکتے ہیں' لیکن میری ایک آرزو ہے کہ جہاں اور جو کچھ بھی واقعہ پیش آئے تو میرے ساتھ ہو کیونکہ لوگ ہم دونوں کے بارے میں نہیں جانتے اور نجانے کیوں دل کے گوشے میں کبھی کبھی یہ احساس سر ابھارنے لگتا ہے کہ آخرکار ہم ان پراسرار کہانیوں سے نمٹ کر ایک دن اپنی دنیا میں ضرور لوٹیں گے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھنے پائے جو ہمیں انجانی موت کا شکار کر دے۔ موت اگر سامنے سے آئے اور اس کا رخ تیری جانب ہو اور میں مجبور ہو جاؤں کہ مرنا ضروری ہے تو اس وقت میں اپنا سینہ تیرے سامنے کر سکتا ہوں' لیکن وہ موت جو زمین کی گہرائیوں سے آ گے' درختوں پتوں اور جھاڑیوں سے

نکلے شاید میں اسے نہ سمجھ پاؤں اور تجھے کچھ ہو جائے۔ اس لیے ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔''

کمال ہنسنے لگا' پھر اس نے کہا۔

''بس تو یہ سمجھ لے کہ جب بھی مرنا ہوگا ساتھ ساتھ ہی مرنے کی کوشش کریں گے۔'' بہت دیر تک دونوں ایک دوسرے کے بارے میں غور کرتے رہے۔ پھر اچانک ہی کمال نے کہا۔

''ایک بات تو بتا۔ میں تیرے وجود میں مسلسل ایک ایسی خوشبو محسوس کرتا رہا ہوں جو پہلے مجھے کبھی نہیں آئی تھی۔ کیا تو یہ نہیں بتائے گا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟''

''آہ۔ میں یہی بات تو تجھ سے کہنا چاہتا تھا۔ میرا اصل مقصد یہی تھا کہ کیا نزدانہ نے تجھ سے اس خوشبو کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا جو میرے جسم سے اٹھ رہی ہے۔ خیر تیری تو بات الگ ہے' لیکن نزدانہ جیسی شاطر عورت نے کبھی اس خوشبو پر غور نہیں کیا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''آہ۔ تو نے مجھ سے ان لمحات کی کہانی نہیں پوچھی۔ جب میں تجھ سے جدا ہو کر اس وادی میں داخل ہوا تھا۔ اب تک کا وقت میں نے سو کر تو نہیں گزارا ہوگا۔''

کمال نے تعجب سے آنکھیں پھاڑیں۔ اس کا منہ دیر تک کھلا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے میرے ذہن پر کوئی سحر طاری ہو گیا ہو۔ واقعی یہ تو سب سے عجیب بات ہے مگر تو کہنا کیا چاہتا ہے؟''

''بس میں تو سمجھتا ہوں کہ سانپوں کی قربت کا اثر کسی اور شے پر ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو مگر دماغ پر ضرور ہوتا ہے۔ واقعی تو نے یہ سچی بات کہی۔''

''اب مجھے یہ بتا کہ یہ عرصہ تو نے کیسے گزارا؟''

''اہیرا کی قربت میں۔'' جہانگیر شاہ نے جواب دیا۔ کمال پہلے تو اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر اتنی زور سے اچھلا کہ گرتے گرتے بچا۔

''اہیرا۔ اہیرا یعنی وہ عورت جسے نزدانہ اپنا بدترین دشمن سمجھتی ہے اور نوزہ جس کی بیٹی ہے۔'' جواب میں جہانگیر شاہ نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور

دلچسپی سے کمال کی پھٹی ہوئی آنکھوں اور پھٹے ہوئے منہ کو دیکھتا رہا۔ پھر ہنس پڑا۔ کمال نے کہا۔

''گویا تو اس سے مل چکا ہے؟''

''ہاں۔ اور میرے پاس تجھ سے بھی زیادہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ تو یہ سمجھتا ہے کہ خود ہی ساری کہانیاں مجھے سناتا رہے گا' لیکن جو کہانی میں تجھے سنانے جا رہا ہوں' اسے سن کر تو حیران ہو جائے گا۔ تیری کہانی اس سے زیادہ دلچسپ نہیں ہے۔ میں نے خود اہیرا تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ میں بتاؤں کہ اب تک کہ جو حالات ہیں' وہ تیرے تصور سے بھی باہر ہوں گے۔ اگر میں تجھے یہ بتا دوں کہ سانپوں کی دنیا میں اب میری شخصیت ایک سانپ جیسی ہی ہے تو تو اس بات پر یقین نہیں کرے گا' لیکن یہ ایک بہت بڑا سچ ہے کہ میرے جسم سے یہ اٹھنے والی خوشبو سانپوں کی مرغوب ترین خوشبو ہے اور میں ہمیشہ کے لیے ان سے محفوظ ہو چکا ہوں' لیکن اہیرا کی کہانی اس بات سے بھی زیادہ دلچسپ ہے اور میں تجھے یہ کہانی سنانا چاہتا ہوں۔'' کمال کی کیفیت پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے جہانگیر شاہ کو دیکھتا رہا اور جہانگیر شاہ نے فیصلہ کیا کہ کمال کو تمام حقیقتوں سے روشناس کرا دے تاکہ آنے والے وقت میں کوئی ایسا مسئلہ نہ درپیش ہو جو اس کے لیے نہ سہی' کمال کے لیے دشواری کا باعث بن جائے۔ کمال گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ جہانگیر شاہ کو شاید قدرت نے اس حسن اور جوانی کے ساتھ ساتھ ایک انمول عقل سے بھی نوازا ہے اور واقعی اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ جہانگیر شاہ اپنی ذات میں ایک انوکھی ہی شخصیت ہے۔

☆......☆......☆

کافی دیر کے بعد جہانگیر شاہ نے مدھم لہجے میں کہا۔
''بس تو یہ سمجھ لے کہ زندگی کے یہ لمحات ہمارے لیے بڑے عجیب ہیں۔ ایک طرف تو اپنی دنیا یاد آتی ہے اور یہ سوچتے ہیں کہ پتہ نہیں جو کچھ ہم پر بیتی وہ ہمارے حق میں ہے یا پھر اسے ایک مصیبت تصور کیا جائے۔ دوسری طرف یہ عجائبات جو دیکھ رہے ہیں' انہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ شاید ہی ہماری طرح کائنات میں کسی نے ایسے واقعات کا سامنا کیا ہو۔ یہ اچھا ہوا یا برا' اس بارے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا ہے۔''

''اور تم جس طرح وقت کو ضائع کر رہے ہو' میں اس سے بڑا بے چین ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم تجسس پیدا کر رہے ہو۔''
''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بہرحال یہ تو میں تجھے بتا چکا ہوں کہ دریائے لانا کے اس سمت میں جا کر میں نے ایک عجیب دنیا پائی جس کا نظارہ اب تو بھی کر چکا ہے۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ سانپوں کے سحر میں گرفتار ہوا اور یہاں تک کہ میری ملاقات اہیرا سے ہوئی۔''
''اہیرا کیا وہی جس کے بارے میں......؟''
''بیچ میں نہ بول۔ میں تجھے پوری کہانی سنا رہا ہوں۔'' پھر جہانگیر شاہ نے اہیرا اور اس کی بیٹی نوزہ کے بارے میں سارے واقعات بتائے اور آخر میں مقدس سانپ زموتا اور مقابلہ حسن کے بارے میں بھی تفصیلات بتائیں اور پھر اس خوشبو کا تذکرہ کیا جو جہانگیر شاہ کے بدن سے اٹھ رہی تھی۔ کمال کے لیے یہ کہانی ناقابل یقین تھی۔ وہ یہ تمام کہانی سننے کے بعد بہت دیر تک خاموش رہا اور پھر اس نے اپنے

آپ کو سنبھال کر کہا۔
''بڑی عجیب بات ہے کہ ہم سانپوں کے اس قبیلے میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے لائق ہوئے ہیں۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دنیا کی سب سے انوکھی کہانی ہے یعنی ہم دو گہرے دوست' دو محبت کرنے والے دشمنوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور دونوں ہمارے ذریعے اپنے اپنے دشمنوں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں جبکہ یہ فیصلہ تو ہمیں ہی کرنا ہے کہ کسے کیا کرنا چاہیے۔ ویسے میں تجھے یہ بتا دوں جہانگیر شاہ تو بے شک ذہین ہے اور اللہ نے مجھے عقل و دانش سے نوازا ہے' لیکن اس کے باوجود اس بات کو مکمل طور پر ذہن میں رکھنا ہے کہ یہ سانپوں کی سلطنت ہے اور یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ تو بھی جانتا ہے اور میں بھی' لیکن اس غیر انسانی ماحول میں نہ تو کچھ کر سکتا ہے نہ میں بہتر یہ ہے کوئی درمیانی راستہ سوچ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیچارے ہمبار یہ کا بیٹا طارس مصیبت میں گرفتار ہے اور اس کی مدد کرنا انسانی فرض بھی ہے' لیکن جب یہ بات ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تو کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔''
جہانگیر شاہ کمال کی باتوں پر غور کرتا رہا' پھر اس نے کہا۔
''لیکن اہیرا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر اس کی بیٹی کو حکومت مل گئی تو وہ طارس کا سارا زہر چوس لے گی۔''
''ہاں۔ یہ کام اہیرا کر سکتی ہے اور یہ اس مشکل میں اور بہتر ہو گیا کہ نردانہ کی بیٹی اشوریہ خود یہاں کی حکمران نہیں بننا چاہتی۔ وہ انسانوں میں جا کر زندگی گزارنے کی خواہش مند ہے۔ ارے واہ! ایک زبردست ترکیب آئی ہے میرے ذہن میں۔ کیا تو نے یہ دیکھا کہ اشوریہ کس طرح محبت بھری نگاہوں سے تجھے دیکھ رہی تھی۔ اصل میں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تو نے زندگی سختیوں میں گزاری ہے' لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اگر تو مہذب دنیا کے مذہب لباس میں یا پھر ان پراسرار وادیوں میں یہاں کے پسندیدہ لباس میں ملبوس ہو کر کسی کے سامنے آئے تو اس کے لیے بے حد باعثِ کشش ہے۔ خداوندِ عالم میں مردانہ حسن تیرے سارے وجود میں بھر دیا ہے اور تو جہاں بھی جاتا ہے' تیری پذیرائی اسی طرح ہوتی ہے۔

چنانچہ......''

''سن سن ارے بے وقوف! ان فضول باتوں کے بجائے اگر کوئی کام کی بات سوچ سکتا ہے تو سوچ۔''

''آہ! کیا انوکھی بات ہے یعنی یہاں تو میری ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اچھا یہ بتا کہ وہ لڑکی کیسی ہے۔ میرا مطلب ہے اہیرا کی بیٹی نوزہ؟''

''اہیرا کا خیال ہے کہ اگر اشوریہ اس کے مدمقابل نہ ہو تو نوزہ سانپوں کی وادی میں سب سے خوبصورت ناگن ہے اور ناگ نگر کی نگینہ کا تاج اس کے سر پر رکھا جائے گا۔''

''تب تو یہ بہت آسانی ہوگئی' لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اشوریہ بھی بے بس ہے اور...... اور نردانہ چاہتی ہے کہ تو اہیرا کی بیٹی کو اپنی محبت کے جال میں پھانس لے تاکہ وہ ناگن کا تاج پہننے کے لیے تیار نہ ہو اور مقابلہ حسن سے دستبردار ہو جائے' لیکن ایک بات میں تجھ سے کہوں جہانگیر شاہ۔ اگر یقین نہ آئے تو تجربہ کرکے دیکھ لینا۔ میں ہر جرمانہ ادا کرنے کے لیے تیار رہوں گا۔'' کمال نے کہا۔ جہانگیر شاہ دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''کیا مطلب' کیا کہنا چاہتا ہے؟''

''بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ نردانہ صرف اس بات سے خوفزدہ ہے کہ نوزہ مقابلہ حسن میں حصہ لے گی بلکہ اصل بات کچھ اور ہی ہے۔''

''وہ بھی بتا دے۔'' جہانگیر شاہ نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

''نردانہ یہ بات بھی جانتی ہے کہ اشوریہ ایک انسان کی بیٹی ہے اور یہ بات سب کو معلوم ہوسکتی ہے اور اس کا اظہار اہیرا یا اس کی بیٹی نوزہ ہی کر سکتی ہے جبکہ دوسروں کو یہ احساس نہیں ہوگا۔'' جہانگیر شاہ پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا' پھر بولا۔

''بات تو تیری وزن دار ہے کمال۔''

''میرا خیال ہے ذرا غور کر۔ میری رائے ہے کہ ہمیں مقدس سانپ زموغا

سے ملنا چاہیے۔ اس طرح ہمیں کچھ اور آسانیاں ہو جائیں گی۔''

''وہ کیا؟''

''اس بہانے سے ماحول کا جائزہ لینے میں آسانی ہوسکتی ہے۔ جائزہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ آہ!' لیکن ایک مشکل ہے۔'' کمال نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

''بھلا وہ کیا؟'' جہانگیر شاہ نے فوراً ہی پوچھ لیا۔

''میں تو وہاں نہیں جا سکتا۔''

''آخر کیوں؟''

''اس لیے کہ میرے جسم سے وہ خوشبو نہیں اٹھتی جو تمہارے بدن سے اٹھ رہی ہے اور اگر میں نے ان سرگرمیوں میں کوئی حصہ لیا تو سانپ مجھے ڈس لے گا۔''

جہانگیر شاہ گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

''تو پھر دوسری ترکیب پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔'' اب کمال کی باری تھی کہ وہ سوالیہ نگاہوں سے جہانگیر کو دیکھے' لیکن جہانگیر شاہ نے وقت ضائع کیے بغیر کہا۔

''کیوں نہ ہم سب مل کر اہیرا کے پاس چلیں۔ نردانہ بھی تو یہی چاہتی ہے ناں کہ میں اہیرا کی بیٹی نوزہ سے اظہار عشق کروں اور تو نے بھی اس سے یہی وعدہ کیا ہے۔ تو ہم یوں کریں گے کہ اہیرا سے کہیں گے کہ تجھے بھی غسل کرائے جس سے تیرے بدن میں سانپوں جیسی خوشبو پیدا ہو جائے اور اس کے بعد کوئی مشکل نہیں رہے گی۔''

''ایں...... ہاں بہت اچھی ترکیب ہے' لیکن شرط یہی ہے کہ ایسا ممکن ہو جائے۔''

''اس ناممکن کو ممکن بنانا ہے۔ سانپوں کی اس سلطنت میں بے شک زہر ہے' حسن ہے' پراسراریت ہے' لیکن عقل کا وہ عنصر نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا کیا ہے۔ بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ' لیکن یہ تجویز واقعی بہت دلچسپ ہے اور دلکش ہے۔ اس طرح ہم بقول ان لوگوں کے اس مقدس سانپ کی زیارت بھی کر لیں جو یقینی طور پر ایک پراسرار شخصیت ہوگی۔''

''سوال ان دو گدھوں کا ہے جو زبردستی ہم پر مسلط ہیں اور تو نے تو ان دو گدھوں کو بڑی ہی اہمیت دے دی ہے۔''

''انگون اور زاما؟''

''اور کون ہو سکتا ہے ان کے علاوہ''

''گدھے ہیں بار برداری کے کام آئیں گے۔ تم ان کی بالکل فکر مت کرو۔''

''افسوس کی بات تو یہ ہے کہ یہ بار برداری کے کام بھی نہیں آ سکتے۔''

''کیوں؟''

''اس لیے کہ ہمارے پاس تو کوئی سامان ہے ہی نہیں۔''

''ہے۔ نردانہ نے ہمیں جواہرات کے انبار دکھائے ہیں اور ان میں سے کچھ نہ کچھ تو لینا ہی ہوگا۔ یہ لوگ اس کے حصے دار ہوں گے بلکہ انگون کب چاہے گا کہ یہ جواہرات کسی اور کو ملیں۔''

''میں لعنت بھیجتا ہوں ہیروں اور جواہرات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھے۔ اگر دو انسانی زندگیوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیتا اور تو بھی عقل سے کام لے۔ احمق! گدھے ہم ایک مشین کے ذریعے اس پراسرار دنیا میں پہنچے ہیں۔ کیا زر و جواہر لے کر ہم اپنی دنیا میں واپس جا سکیں گے؟''

''آہ...... جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اور جو نگاہوں کے سامنے آیا ہے' اسے دیکھ کر تو انسان یہ خواہش بھی کر سکتا ہے کہ بس وہیں موت کو اپنا لے اور ہیروں میں دفن ہو جائے۔ بہرحال یہ ساری باتیں بعد کی حیثیت رکھتی ہیں۔''

''میرا خیال ہے کہ پیٹ بھر کر روٹی دنیا کے ہر ہیرے سے قیمتی ہے اور یہ بات بہرحال ہم بھی جانتے ہیں کہ بیچاری نردانہ ہماری کوئی خاطر مدارت نہیں کر سکتی۔ اس زہریلی سلطنت میں کھانے پینے کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بہتر طریقہ یہی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے' یہاں کے معاملات نمٹا کر یہاں سے نکل جایا جائے۔''

''یہ تو طے ہو چکا ہے کہ ہم اس سلسلے میں بھرپور کام کریں گے کیونکہ اگر طارس کا معاملہ نہ ہوتا تو ہمیں یہاں سے کوئی نکل جانے سے نہیں روک سکتا تھا۔'' بہرحال پھر نردانہ ان کے پاس پہنچ گئی۔ وہ یہ جاننے کے لیے بے چین تھی کہ ان لوگوں نے کیا فیصلہ کیا۔ چنانچہ کمال نے مدھم لہجے میں کہا۔

''بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا نردانہ کہ ہم لوگ تیری مدد پر آمادہ نہ ہوتے۔ بہرحال مختصر گفتگو کرتے ہوئے میں تجھے یہ بتاؤں کہ میرا ساتھی شامان تیری مدد کرنے پر آمادہ ہے اور اس سلسلے میں ہم منصوبہ بندی کرتے رہے ہیں اور اس منصوبہ بندی کے بعد ہی تیرے پاس آئے ہیں۔ چنانچہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے کہ اب ہمیں فوری طور پر اہیرا کی جانب رخ کرنا چاہیے کیونکہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ اہیرا کو اپنے جال میں پھانسنے کے لیے اس کی قربت حاصل کرنا ضروری ہے۔''

''واہ...... بہرحال مجھے امید تو تھی اس بات کی کہ تم لوگ میرے معاون ثابت ہو گے اور ایسے ہی اچھے لوگ ہو تم' لیکن تم جس طرح میرے کام پر آمادہ ہوئے ہو' اس نے مجھے تمہارا شکرگزار بھی کر دیا ہے۔ میرے لائق بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا ہے؟''

''ابتدائی مشکل تو تم نے حل کر دی ہے نردانہ! یعنی تمہارے متعین کیے ہوئے دو سانپ ہماری رہنمائی کریں گے اور اس کے بعد پھر ہم وہ کام کریں گے جو ہمیں کرنا ہے' لیکن اس میں ذرا وقت لگ جائے گا کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ نوزہ فوراً ہی شامان کی محبت میں گرفتار ہو جائے۔'' ان الفاظ پر نردانہ نے ایک بار پھر جہانگیر شاہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بے باکی ناچ رہی تھی اور اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ جہانگیر شاہ کو ڈس ڈس کر اپنا سارا زہر اس کے جسم میں اتار دے' لیکن بہرحال پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

''میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ یہ سب کچھ اتنی آسانی سے ممکن ہو جائے گا کہ تم لوگ خود بھی نہیں سوچ سکو گے۔ میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ سوہا میں مجھے جو پہلا شخص دریائے لانا سے نکالنے کا باعث بنا' میں نے اسی کی قربت اختیار کر

لی۔ اس کے علاوہ سوہا کے بیشتر نوجوان میری قربت میں آئے' لیکن یہ شخص اگر ان سب سے پہلے میرے سامنے آ جاتا اور مجھ سے کہتا کہ میں ساری زندگی سوہا میں ہی گزار دوں تو میں انکار نہ کرتی۔ مردانہ جسم کا یہ شاہکار اچھے اچھوں کا دل پانی کر سکتا ہے۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ اگر نوزہ اسے دیکھ لے گی تو اس کی محبت میں گرفتار ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی۔'' کمال نے سرگوشی کے انداز میں جہانگیر شاہ سے کہا۔

''یار اب تو میں رقابت کا شکار ہوتا جا رہا ہوں۔ عورتیں کسی مرد کی موجودگی میں اگر دوسرے مرد کی تعریفیں کرتی ہیں تو پہلے مرد کو جلن تو ہوتی ہی ہے۔ مجھے تو لگ رہا ہے جیسے یہ عورت تجھے اپنے قبضے میں کرنے کی فکر میں ہے۔'' جہانگیر شاہ نے گھور کر کمال کو دیکھا تو کمال شانے ہلا کر بولا۔

''قصور میرا تو نہیں ہے۔''

''تو پھر تم لوگ کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''بس اب ہمیں اہیرا کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔''

''تو پھر میں یہ دو افراد تمہارے ساتھ کرتی ہوں۔ اس میں سے ایک کا نام نم ہے' دوسرے کا یا۔ یہ دونوں تمہاری رہنمائی کریں گے اور اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو جاؤ۔'' جہانگیر شاہ اور کمال نے وہاں سے نکل جانا ہی مناسب سمجھا کیونکہ بہرحال وہ اس کام کو جلد از جلد نمٹا دینا چاہتے تھے۔ انگون اور زاما تو بیچارے لکیر کے فقیر تھے۔ چنانچہ چار افراد کا یہ قافلہ دونوں سانپوں کی رہنمائی میں اس سمت چل پڑا جس کے بارے میں کم از کم جہانگیر شاہ کو اچھی طرح معلوم تھا' لیکن جس سے وہ انجان بنا ہوا تھا۔ یہ سفر بہت دیر تک جاری رہا اور دونوں سانپ انسانوں کی شکل میں ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ ان کی رفتار اچھی خاصی تیز تھی اور وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ بہرحال یہ سفر جاری رہا اور پھر دور سے وہ قلعہ نما جگہ سامنے آ گئی جسے دیکھ کر انگون' زاما اور خود کمال حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ کمال نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''آہ...... یہ واقعی بڑی عجیب و غریب جگہ ہے اور یقیناً اگر تم اس کے بارے

میں مجھے نہ بتا چکے ہوتے جہانگیر شاہ! تو مجھے اس بات پر کبھی یقین نہ آتا۔ اچانک ہی دونوں سانپوں نے ان سے کہا کہ اہیرا کے ساتھی اس طرف آ رہے ہیں اور اب انہیں ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں دھوئیں کی شکل اختیار کر گئے اور پھر جب وہ زمین پر نمودار ہوئے تو دو کالے چمکدار سانپوں کی شکل میں تھے اور اس کے بعد وہ انتہائی تیز رفتاری سے واپس پلٹ گئے۔ حالانکہ انہیں ابھی وہ لوگ نظر نہیں آئے تھے جن کی پیش گوئی انہوں نے کی تھی۔ جہانگیر شاہ اور کمال ادھر ادھر دیکھنے لگے اور پھر ایک ٹیلے کے عقب سے انہیں چند افراد نکلتے ہوئے نظر آئے۔ کمال نے حیران لہجے میں کہا۔

''حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے' لیکن بہت سی جگہ وہ شدید کمی کا شکار رہ جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ سانپ انسانوں کا روپ دھار سکتے ہیں' لیکن انسان سانپ نہیں بن سکتے۔ دیکھو ذرا انہیں کیا جو گادری نظر آ رہے ہیں۔ بڑی عجیب بات ہے یہ' ہم جانتے ہیں کہ یہ سانپ ہیں۔ یہ لوگ باتیں کرتے رہے اور یہ لوگ ان کے قریب پہنچ گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

''اور مقدس شامان! ہم تمہیں پہچان گئے اور یقینی طور پر ان میں سے ایک تمہارا وہ ساتھی ہے جس کے بارے میں ہماری سردار نے ہمیں بتایا ہے' لیکن یہ دونوں کون ہیں؟''

''اس سوال سے پہلے ہم تمہیں یہ بتا دیں کہ ہم سب اہیرا کے پاس جانا چاہتے ہیں۔''

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ ملکہ عالیہ نے ہدایت کی ہے کہ تمہیں کسی بھی لمحے ان کے پاس جانے سے نہ روکا جائے۔'' اور پھر وہی عجیب و غریب سفر شروع ہو گیا۔ جہانگیر شاہ کی خواہش پر ان کی رہنمائی کرنے والے انہیں پراسرار راستوں سے گزار کر آخرکار اس جگہ لے آئے جہاں اہیرا موجود تھی اور سب سے انوکھی بات یہ تھی کہ اس وقت اہیرا کے ساتھ اس کی بیٹی نوزہ بھی موجود تھی۔ چنانچہ کمال اور جہانگیر شاہ نے حسین نوزہ کو دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اپنے نازک نقوش کی بنا پر نزدانہ کی

بیٹی اشوریہ جو انسانی چہروں کی ملائیت رکھتی تھی، حسن میں بے مثال تھی، لیکن ایک ناگن کا حسن بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ اس میں ایک سلگتا ہوا سا چمکیلا پن تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو انسانی آنکھ میں نہیں پائی جاتی۔ اس کے ہونٹوں میں ایک ایسی بھیگی بھیگی حلاوت تھی جسے دیکھ کر انسان دیوانے ہو جائیں اور اس کے عشق میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ ناگن کا اپنا حسن وہی مثالی حیثیت رکھتا تھا جو روایتوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کمال کی نظر تو اس پر سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی اور زاما بار بار اس کے پہلو میں چٹکیاں لے رہا تھا۔ ادھر انگون بالکل ہی ڈھل گیا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر نوزہ کے پیروں میں لیٹ جائے۔ بہرحال ان سب کی کیفیت بہت عجیب تھی۔ شاید واقعی جہانگیر شاہ کی یہ خوبی تھی کہ وہ کسی بھی صنف سے اس انداز میں متاثر نہیں ہوتا تھا کہ دیوانگی کی حد میں داخل ہو جائے۔ ادھر اہیرا ان تمام باتوں سے بے نیاز تھی۔ اس نے ان سب کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے جہانگیر شاہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''ان تینوں میں سے تیرا دوست کون سا ہے شامان؟''

''یوں تو یہ تینوں ہی میرے دوست ہیں، لیکن یہ وہ شخص ہے جس کا نام روبا ہے۔'' اہیرا نے کمال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''روبا تیرا ساتھی کہتا ہے کہ تو بے حد دانشمند ہے اور جب یہ تجھے دانشمند کہتا ہے تو میں بھی تیری دانشمندی کو قبول کرتی ہوں اور اب میں تجھ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ شامان کے بتائے ہوئے واقعات کی روشنی میں تو نے کیا فیصلہ کیا ہے؟'' کمال ایک دم سنبھل گیا اور اسی وقت جہانگیر شاہ نے کہا۔

''ہمیں مزید تیری مدد کی ضرورت ہے اہیرا! اور یہ سن کر تجھے حیرت ہوگی کہ میں نے اپنے ساتھی روبا کو نزدانہ کے پاس پایا اور نزدانہ اسے اپنی مشکل کا شریک کار کرنا چاہتی تھی۔'' یہ الفاظ سن کر اہیرا کر ایک دم سے سنبھل گئی اور اس نے کہا۔

''تو تم انسانوں نے سانپوں کی وادی میں قدم رکھنے کے فوراً بعد ایک دوسرے کے خلاف محاذ شروع کر دیا ہے۔ کیوں روبا کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ

نزدانہ تم سے کیا چاہتی ہے اور اس سے تمہاری کیا بات چیت ہوئی؟''

''وہ چاہتی ہے کہ تیری بیٹی نوزہ کسی طرح ہلاک ہو جائے اور مقابلہ حسن میں حصہ نہ لے۔''

''نزدانہ کی یہ خواہش تو ہمیشہ سے میرے علم میں ہے اور اصولی طور پر یہ ہونا چاہیے تھا کہ میں اس خواہش کرنے پر نزدانہ ہی کو ہلاک کر دوں جس نے میری بیٹی کی جانب بری نگاہ سے دیکھا، لیکن میں ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے بعد زموغا یہی کہے گا کہ میں نے صرف اس بنیاد پر نزدانہ کو ہلاک کیا ہے کہ کہیں میری بیٹی نوزہ اس کی بیٹی کے مقابلے میں ہار نہ جائے اور اشوریہ مقابلہ حسن میں اول نہ آجائے۔ ویسے حسین شامان کیا تو نے اس لڑکی اشوریہ کو بھی دیکھا ہے؟''

''ہاں، کیوں نہیں۔''

''کیا تو بتا سکے گا کہ میری بیٹی زیادہ حسین ہے یا وہ؟''

یہ سوال اگر انگون سے کیا جاتا تو یقینی طور پر ایک مزیدار جواب ملتا، لیکن یہ بات کمال جانتا تھا کہ اس وقت ذہین جہانگیر شاہ کو ایک بہترین جواب دینا ہے اور جہانگیر شاہ نے کہا۔

''اگر تو اس بات کو راز میں رہنے دے اہیرا تو زیادہ بہتر ہوگا اور ان سوالات کا جواب دینے کے بجائے ہمیں ہمارا کام کرنے دے۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اگر تو یہ پسند نہیں کرتا تو ٹھیک ہے۔''

''تو پھر سن، میں ان سب سے پہلے اپنے ان تین ساتھیوں کے لیے وہ بوٹی چاہتا ہوں جو انہیں سانپوں کی خوشبو دے دے اور اس طرح ہم سانپوں کی بستی میں زیادہ احتیاط سے کام کر سکیں گے۔ پھر اس کے بعد ہمیں زموغا کا پتہ چاہیے اور ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ مقدس رہنما ہمیں کہاں مل سکے گا۔''

''یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں تجھے سیدھا سا پتہ بتائے دیتی ہوں۔ جب تم اس عمارت سے باہر نکلو گے تو اپنے داہنے ہاتھ سفر کرنا شروع کر دینا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہیں دشوار گزار راستے نظر آئیں گے اور انہیں راستوں پر تمہیں

سیدھا جانا پڑے گا۔ یہاں تک کہ تجھے مقدس سانپ کا مجسمہ نظر آئے گا جو سنگ موسیٰ
سے بنا ہوا ہے اور ایک ٹیلے میں صدیوں پہلے تراشا گیا تھا۔ یہی سانپ ہمارا دیوتا ہے
اور ہماری رہنمائی کرتا ہے اور ہمارا مقدس رہنما یعنی زموغا اس سانپ کے دامن میں
رہتا ہے اور ناگ دیوتا اسے اپنی ہدایت سے نوازتا ہے۔ اس میں سے آوازیں سنی جاتی
ہیں جو صرف زموغا ہی سن سکتا ہے اور کوئی نہیں اور یہ مقابلہ حسن بھی اسی سانپ کے
دامن میں جو ایک پتھریلی چٹان بنی ہے' اس پر منعقد ہوگا۔ یہی زموغا کا پتہ ہے' لیکن
اس کے لیے تمہیں طویل سفر اختیار کرنا پڑے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ یہ تو ہمیں کرنا ہی ہوگا اور اب کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ
ہماری یہ مشکل بھی حل کر دے۔''

''ہاں ہاں' کیوں نہیں۔ میں یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں' لیکن مقابلہ
حسن میں بھی زیادہ وقت نہیں رہ گیا ہے' لیکن ہوگا کیا؟''

''میرا ساتھی روبا اس بات کا وعدہ کر چکا ہے کہ مقابلہ حسن میں تیری بیٹی
ہی اول آئے گی' لیکن اب یہ بات پھر میں تجھے یاد دلا دینا چاہتا ہوں اہیرا جو وعدہ
نے تو نے کیا ہے' اس سے انحراف ممکن نہیں ہوگا اور اگر تم نے اس سے انکار کیا تو پھر
ہم یہ کہہ سکتے کہ انسانی عقل تم لوگوں کے خلاف کیا عمل کرے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ سانپوں کی اس وادی میں خشک جھاڑوں کو آگ لگا دی جائے اور پوری وادی
خاکستر کر دی جائے۔ اس کے بعد شاید تم میں سے کچھ سانپ بچیں گے جنہیں یہ وادی
خالی کرنا ہوگی۔'' یہ الفاظ میں سن کر اہیرا کا چہرہ بری طرح خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے
خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''آہ! یہ تو تو نے بہت ہی خوفناک بات کہہ دی۔ سانپوں کی نگری میں سب
سے بڑی مشکل یہی ہے کہ ہم اس سلسلے میں مشورے کرتے رہتے ہیں کہ اگر کبھی ان
جھاڑیوں میں آگ لگ گئی تو سانپوں کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا اور تو یہ خیال اپنے
دل سے نکال دے نوجوان کہ میں تیری مدد نہیں کروں گی اور ایک درخواست بھی کرتی
ہوں تجھ سے کہ کبھی ہ بات کسی اور سانپ کے سامنے مت کہنا ورنہ وہ تیرا دشمن بن

جائے گا کیونکہ اس بات سے سب ہی خوفزدہ رہتے ہیں اور تو اپنے ذہن سے بالکل یہ
خیال نکال دے کہ میں تجھ سے بدعہدی کروں گی۔ تو تو ہمارا نجات دہندہ ہے۔ کسی
طرح یہ ہو سکے کہ اشوریہ اس مقابلہ حسن میں حصہ نہ لے اور اگر لے تو اسے نااہل
قرار دے دیا جائے۔''

''ہاں تو فکر مت کر' ہم اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کریں گے'
لیکن ایک ایسی بات میں تجھ سے کہنا چاہتا ہوں جسے شاید تو پسند نہ کرے اور جو انتہائی
ضروری ہے۔'' اس بار کمال نے اس گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

''بول کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں تیری بات پورے غور سے سن رہی ہوں۔''

''ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک انسان اور سانپ ایسے تعلقات آپس میں
پیدا کر لیں جو مرد اور عورت کے تعلقات ہوں۔''

''سو فیصدی ایسا ممکن نہیں کیونکہ اس کے بعد وہ ہوگا جو تو نردانہ کے بارے
میں بتا چکا ہے' لیکن افسوس ایسا کرنا پڑے گا۔'' کمال نے کہا۔

''میں سمجھی نہیں۔''

''تیری بیٹی نوزہ اگر شامان کے عشق میں گرفتار ہو جائے تو یہ مسئلہ بالکل
آسان ہو جائے گا۔'' بڑی انوکھی بات تھی۔ اہیرا شدید حیران ہو گئی اور پھٹی پھٹی
آنکھوں سے کبھی کمال اور کبھی جہانگیر کو دیکھنے لگی۔

''یہ بات یہی شخص تجھے بتا سکتا ہے اہیرا۔'' جہانگیر شاہ نے برا سا منہ بنا کر
کہا۔

''اور جیسا کہ تجھے یہاں تک بتایا گیا ہے کہ نردانہ سے ہماری ملاقات ہو
چکی ہے اہیرا اور اس کے دو سانپ یہاں تک ہمارے ساتھ آئے ہیں' لیکن اسے
شامان نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ تجھ سے مل چکا ہے۔ نردانہ چاہتی ہے تیری بیٹی نوزہ
شامان کے عشق میں گرفتار ہو جائے اور شامان اسے اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ
مقابلہ حسن میں حصہ نہیں لے گی۔ تو یہ نہ سمجھنا کہ ہم کوئی چال چلنا چاہتے ہیں تو یہ
بات تو جانتی ہے اور تجھ سے پہلے ہی کہہ دیا گیا ہے کہ ایک انسان اور ایک ناگن کا

ملاپ ممکن ہی نہیں ہے' لیکن یہ تاثر ضرور دینا پڑے گا نردانہ کو کہ نوزہ شامان سے محبت کرنے لگی ہے۔'' اہیرا دیر تک سوچتی رہی' پھر اس نے اپنی بیٹی نوزہ کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر ان لوگوں کو بھی شدید حیرت ہوئی کہ نوزہ کے چہرے پر شرم کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اہیرا نے پریشان لہجے میں کہا۔

''بہت مشکل ہے' لیکن میری بیٹی نوزہ کو اس صورتحال سے مقابلہ کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا پڑے گا۔ نوزہ! تو نے سنا ہمارے مقدس مددگار کیا کہتے ہیں؟''

''اور اگر یہ ضروری نہ ہوتا تو ایسی بات ہم کبھی نہ کہتے۔''

''میں جانتی ہوں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں مگر تم لوگ یہ بتاؤ کہ اس کے لیے نوزہ کو کیا کرنا ہوگا؟''

''شامان کے ساتھ ملاقاتیں۔'' کمال نے جواب دیا۔ ظاہر ہے یہ تمام باتیں خود جہانگیر شاہ نہیں کر سکتا تھا بلکہ جب کمال یہ باتیں کر رہا تھا تو جہانگیر شاہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اہیرا نے کہا۔

''یہ ملاقاتیں کب اور کیسے ہوں گی؟''

''جب شامان مقدس سانپ کی جانب سفر شروع کرے گا تو نوزہ سانپ بن کر اس کا تعاقب کرے گی اور پھر رات کی تنہائیوں میں وہ اس کی قربت اختیار کرے گی تاکہ نردانہ کو یقین ہو جائے کہ نوزہ اس کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔''

''اور اصلیت کیا ہوگی؟''

''اصلیت صرف یہ ہوگی کہ نوزہ اور شامان صرف نردانہ کو دھوکہ دیں گے۔'' کمال نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے اور میں اپنی بیٹی کو اس کے لیے تیار کرلوں گی۔'' اہیرا نے کہا۔ اس دوران جہانگیر شاہ خاموش بیٹھا ہوا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ یہ گفتگو کرتے ہوئے کمال کے چہرے پر شرارت بکھری ہوئی ہے۔ جہانگیر شاہ کو بے چینی سی ہو رہی تھی اور جب کمال نے شرارت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تو جہانگیر شاہ کے چہرے پر غصے کے آثار پھیل گئے۔ ادھر انگون کے چہرے پر تیمی برس رہی تھی۔ وہ یہ

سوچ رہا تھا کہ جیسے اس کے حقوق چھین لیے گئے ہوں اور واقعی شامان اپنی حیثیت کا فائدہ اٹھا رہا ہو۔ بہرحال اہیرا کے لیے اب یہ کام تھا کہ وہ انگون' زاما اور کمال کو بھی اس خوشبو میں بسا دے جو سانپوں کی پسندیدہ ہوتی ہے' لیکن کام شدید مشکل تھا اور فوراً نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ انہیں انتظار کرنا پڑا اور اہیرا نے ان کے لیے قیام کا بندوبست کیا۔ رات کو ان کی خاطر مدارت کے لیے وہی پھل پیش کیے گئے اور یہ پھل کمال ہی کو نہیں انگون اور زاما کو بھی بہت پسند آئے تھے۔ کمال نے البتہ حیرانی سے رات کو جہانگیر شاہ سے پوچھا تھا۔

''یہ پھل اس عورت کے پاس کہاں سے آ گئے جبکہ اس زہریلی سرزمین پر کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو زہر آلود نہ ہو۔''

''ہاں صرف یہی پھل ہیں جو انسان یہاں استعمال کر سکتے ہیں اور ان کی ایک انوکھی تاریخ بھی ہے۔''

''میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اگر ان پھلوں کو اپنے ساتھ رکھا جائے تو کیا مناسب نہیں ہوگا؟''

''ہاں۔ میں تیری اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ ویسے تو یقینی طور پر اہیرا نے ہمیں اپنا مہمان بنایا ہوا ہے اور وہ ہمارے لیے ہر طرح کے بہتر بندوبست کرے گی' لیکن پھر بھی احتیاطاً ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' دوسرے دن اہیرا نے وہ تمام انتظامات کر دیئے جن کی بنا پر یہ کام ہونا تھا۔ وہ تینوں بھی اس خوشبو میں بس گئے جس کی بنیاد پر ناگ نگر میں رہنے والے ناگ انہیں اپنوں ہی میں سے سمجھیں اور اس کے بعد کمال کی فرمائش پر وہ پھل بھی انہیں کافی مقدار میں توڑ کر دیئے گئے اور اب آگے روانگی کے لیے کوئی ایسا مشکل مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ وہ سب تیار ہو گئے۔ اہیرا نے انہیں رخصت کیا اور منصوبے کے مطابق انہوں نے اس سمت کا سفر شروع کر دیا جہاں سے گزر کر وہ بوڑھے زموغا تک پہنچ سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ قلعہ کافی پیچھے رہ گیا تھا اور جب وہ بالکل نگاہوں سے معدوم ہو گیا تو اچانک ہی وہ دونوں سانپ یعنی نم اور یا ان کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے انسانی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ لوگ انہیں

دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تب یا نے کہا۔

''نزدانہ سخت پریشان ہے اس بات پر کہ تم سے تفصیلات معلوم کرے اور یہ پوچھے کہ کیا رہا۔ اس بات میں اور اب جب تم یہ سفر کر رہے ہو تو اس کا مقصد کیا ہے؟ معزز مہمانو! کیا تم ہمیں بتانا پسند کرو گے؟'' جواب میں کمال نے کہا۔

''نزدانہ کو مکمل طور پر تسلی دے دینا۔ اول تو ہم مقدس سانپ کی تلاش میں جا رہے ہیں اور وہاں پہنچ کر صورتحال کا جائزہ لیں گے اور اس کے بعد واپسی کا سفر بھی ہوگا تاکہ ہم نزدانہ کو ساری تفصیلات بتا دیں۔ اگر ایسا نہ بھی ہو سکے تب بھی اسے کہنا کہ فکر نہ کرے۔ نوزہ کے بارے میں یہ پورا یقین کر لیا گیا ہے کہ ایک نگاہ دیکھنے کے بعد ہی وہ شامان کی محبت میں گرفتار ہو گئی ہے اور انسانی آنکھ ان باتوں کو محسوس کرنے میں خاصی تیز رفتار ہوتی ہے۔ یہ بات طے ہے کہ وہ یقینی طور پر اب شامان کی قربت اختیار کرنے کی کوشش کرے گی۔''

''لیکن تم لوگ تو سفر کر رہے ہو؟'' اس بار نم نے کہا۔

''تعجب کی بات ہے ہم تو سمجھتے تھے کہ حماقت صرف انگون اور زاما تک ہی محدود ہے۔ ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ سانپوں کے درمیان بھی بے وقوف ہوا کرتے ہیں۔ سانپوں میں بھی اتنے احمق ہوتے ہیں' یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ اے بے وقوف! کیا تو یہ نہیں سمجھتا کہ اگر جذبہ عشق سچا ہو تو کسی ناگن کے لیے اپنے محبوب تک سفر مشکل نہیں ہوتا۔''

''مگر یہ بات تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ نوزہ تمہارے پیچھے آئے گی؟''

''اب مجھے غصہ آ رہا ہے اور تو بکواس بند کر کے یہاں سے دفع ہو جا کہ تیری جو اوقات ہے' اس اوقات سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کر۔ کہیں یہ نہ ہو کہ میں تیرے سر پر ایک پتھر مار دوں اور اس کے بعد تو یہ احمقانہ باتیں نہ کر سکے۔'' جہانگیر شاہ نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''واقعی تم غصہ دلانے والی باتیں کر رہے ہو۔ تم یوں کرو کہ تم میں سے ایک

واپس جا کر نزدانہ کو یہ بتائے کہ وہ صبر و سکون اختیار کرے اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں' ہمیں کرنے دے۔ اس میں بلاوجہ ٹانگ اڑانے کی کوشش مت کرے اور جو کچھ ہم نے کیا ہے' اس پر یقین کرے اور تم میں سے ایک ہماری رہنمائی کرے۔ اس مقدس سانپ تک یعنی زموغا کی جانب جہاں پر مقابلہ حسن منعقد ہوگا۔ ہم زموغا سے بھی ملنا چاہتے ہیں اور اس جگہ کو بھی دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہم اپنا کام پورا کریں اور ہوشیاری کے ساتھ اس سلسلے میں پورا کام کریں۔ ویسے میرے ساتھی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ہو سکتا ہے تم سانپوں کی آنکھ صرف زمین کی گہرائیوں میں سفر کر سکتی ہو' لیکن ہم دماغ کی گہرائیوں میں سفر کرتے ہیں۔ امکان اس بات کا ہے کہ نوزہ ہمارا تعاقب کرے گی۔'' جہانگیر شاہ کے ان الفاظ پر ان دونوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی۔ پھر یا نے نم سے کہا کہ وہ جائے اور واپس جا کر نزدانہ کو تمام تفصیلات بتا دے اور اس کے بعد واپس یہاں تک پہنچ جائے تاکہ صورتحال اگر نزدانہ تک دوبارہ پہنچانی ہو تو وہ یہ کام کر سکے جبکہ یا ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔ چنانچہ ایک سانپ اپنے سفر پر روانہ ہو گیا اور ان لوگوں نے اپنا رخ اس جانب کر لیا۔ بہرحال یہ بڑی دلچسپ صورتحال تھی اور وہ لوگ اس میں کافی دلچسپی محسوس کر رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ بہرحال اب اس سنسنی خیز سفر کا آغاز ہو گیا ہے اور یقینی طور پر واقعات اس کے بعد تیز رفتاری سے آگے بڑھیں گے کیونکہ ہر عمل کی ایک منزل ہوتی ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لیے کوششیں کرنا ہی ہوتی ہیں۔ اس ہولناک وادی میں سفر کرتے ہوئے آخرکار پہلا دن ختم ہوا۔ سورج نے گھر کی راہ اختیار کی اور کائنات پر اندھیرا پھیلنے لگا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ سانپ یا ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ سانپ کے روپ میں ان کا تعاقب کر رہا تھا اور کبھی کبھی ان کی نگاہوں سے اوجھل بھی ہو جاتا تھا۔ کمال اور جہانگیر شاہ تو خیر اپنی زندگی کے دلچسپ سفر سے گزر رہے تھے' لیکن پرلطف چہرہ انگون اور زاما کا تھا جو آپس میں سرگوشیاں کرنے لگتے تھے اور وہ سرگوشیاں ایسی ہوتی تھیں۔

''رب عظیم مجھے عقل اور زندگی کی ان مشکلوں سے بچا لے جو میں بلاوجہ اپنے سر پر لادتا رہتا ہوں۔ میرے ماں باپ کیا کہتے ہوں گے۔ یہ عمر تو ایسی تھی کہ میں ان کی خدمت کرتا، لیکن میں پاگل کا بچہ ان جنگلوں میں بھٹکتا پھر رہا ہوں۔ سانپوں کی پراسرار وادی میں جگہ جگہ مجھے جب بھی سانپ نظر آتے ہیں، میرا دل ہولنے لگتا تھا۔''

''ایک طاقتور مرد ہونے کے بجائے تجھے تالیاں بجانے والا مرد ہونا چاہیے تھا یعنی وہ جو مرد ہوتے ہیں نہ عورت۔ گدھے کے پلے اگر کام مکمل ہو گیا تو دولت کے حصول میں تو سب سے آگے ہوگا۔ یہ نہیں جانتا کہ اگر ایسا ہو گیا تو صرف میری وجہ سے ایسا ہوگا ورنہ تو کیا تیری اوقات کیا۔'' انگون جل کر کہتا۔ بہرحال ان کی سرگوشیاں زیادہ نہیں بڑھتی تھی۔ پھر اس پہلی رات کا قیام بھی ایک دلچسپ عمل تھا۔ اس قیام کے لیے ایک جگہ منتخب کی گئی اور جہانگیر شاہ نے بے خیالی کے انداز میں کہا۔

''کیوں نہ ہم اپنے گرد آگ روشن کر لیں۔'' کمال نے چونک کر جہانگیر شاہ کو دیکھا اور پھر بے اختیار ہنس پڑا۔

''واہ۔ میں انتظار کر رہا تھا اس بات کا کہ تمہاری زبان سے بھی کوئی بے وقوفی کی بات نکلے تاکہ مجھے یہ کہنے کا موقع ملے کہ عقل ہر وقت انسان کے ساتھ نہیں رہتی۔ کبھی کبھی وہ انسان کا ساتھ بھی چھوڑ دیتی ہے۔''

''کیوں ایسی کیا بات کہہ دی میں نے؟''

''معزز مہمان! بلکہ ناگ نگر کے مہمان! کیا اپنے میزبانوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے یہ عمل کرو گے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ آگ سانپوں کے لیے خوفزدہ کرنے والی چیز ہوتی ہے اور ہمارے جسموں سے اٹھنے والی خوشبو سانپوں کی خوشبو ہے یعنی یہ کہ اگر ناگ ہمارے آس پاس سے گزریں تو ہمیں اپنے ہی قبیلے کا ایک فرد سمجھیں اور اس طرح لازمی امر ہے کہ وہ ہم پر شک نہیں کریں گے۔ ہاں اگر ہم نے آگ روشن کر لی تو کیا ہم دوسری دنیا کے انسان قرار نہیں پائیں گے اور پھر اور بھی بہت سی

دلچسپ باتیں ہیں یعنی اگر تمہاری محبوبہ تم سے ملنے کے لیے آئی تو کیا آگ کے حصار سے گزر کر تمہارے قریب پہنچے گی؟''

''تو فضول باتوں سے گریز کیا کر۔ ویسے میں بھی یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تیری ذہانت اپنی جگہ موجود ہے یا تو بھی اس ماحول میں گدھا بن گیا ہے۔''

''ہزار بہانے بناؤ، لیکن بہرحال تمہاری اس بات کو بے وقوفی کی باتوں میں درج کر لیا جائے گا۔ ارے ذرا ان دونوں کو دیکھو کیا بیت رہی ہے ان دونوں پر۔ ویسے جہانگیر شاہ اس پراسرار دنیا کے یہ دونوں کردار بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ بالکل ہماری دنیا کے دلچسپ کرداروں کی طرح۔ دیکھو ذرا ان دونوں پر بہت ہی برا وقت گزر رہا ہے۔ یہ مدبر اعلیٰ انگون ہیں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں تو کسی ملکہ کے قصر میں خاص چوکیدار ہونا چاہیے تھا۔'' کمال نے یہ الفاظ اتنی زور سے کہے کہ انگون اور زاما نے انہیں سن لیا اور انگون غصے سے آگے بڑھ آیا۔

''ہاں یہ سچ ہے کہ تم لوگوں کی تقدیر تمہارا ساتھ دیتی ہے اور تم ہم سے بہتر انداز میں کام کر رہے ہو، لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ تم لوگ اتنے اچھے اور نیک نہیں ہوں۔ اگر زبان کھلواؤ گے تو آبادیوں میں جا کر یہ کہنا ہوگا کہ عشق و محبت کے کھیل رچا کر تم اپنا کام نکالتے ہو۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ کام کوئی بھی کر سکتا تھا جو تم کر رہے ہو، لیکن بس یوں لگتا ہے جیسے وقت تمہارا ساتھ دے رہا ہو مگر اب ایسا بھی نہیں کہ دوسروں کا اس طرح مذاق اڑاؤ۔''

''میرے خیال میں انگون کے بارے میں سانپوں کو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ان کی وادی میں ایک مصنوعی سانپ ہے۔ مجھے یہ کرنا چاہیے۔'' کمال نے کہا اور انگون کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے جلدی سے کہا۔

''واہ۔ دیکھا تم نے شاہان تمہارا ساتھی کس طرح آنکھیں بدلنے کا ماہر ہے۔ کبھی تو یہ ہماری زندگی کے لیے کوششیں کرتا ہے اور کبھی ہمارا سب سے بڑا دشمن بن جاتا ہے۔ حالانکہ اسے یہ سب کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ ہم تو اس وقت تم دونوں کی

پناہ میں ہیں۔"

روبا ان دونوں کو بالکل پریشان نہ کرو۔ یہ ہمارے ساتھی ہیں' ہمارے دوست ہیں۔ حالانکہ انہوں نے ہمارے لیے برائی کے بیج بونے میں کوئی کسر نہیں رکھ چھوڑی تھی' لیکن ہم ان کی زندگی چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ چنانچہ دونوں خاموش ہو گئے۔

☆......☆......☆

آدھی رات گزر چکی تھی' وہ سانپ وہاں موجود تھے جنہیں نزدانہ نے ان لوگوں کے پاس بھیجا تھا اور ان دونوں میں سے ایک نزدانہ کے پاس گیا ہوا تھا۔ وعدے کے مطابق وہ سانپ وہاں موجود تھا اور خفیہ طریقے سے ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ آدھی رات کے قریب اچانک ہی نوزہ ناگن کے روپ میں سفر کرتی ہوئی نظر آئی۔ اس نے یہ فاصلہ نجانے کتنی رفتار سے طے کیا تھا۔ اس وقت جہانگیر شاہ بھی جاگ رہا تھا۔ اس نے دور ہی سے اس ناگن کو دیکھ لیا تھا اور یا کو فوراً ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ نوزہ ہے۔ چنانچہ وہ پھرتی سے پوشیدہ ہو گیا۔ حسین چمکدار ناگن آخرکار جہانگیر شاہ کے قریب پہنچ کر انسانی روپ میں آ گئی اور ایسا ہی لگا جیسے چاندنی رات سمٹ کر ایک حسین دوشیزہ بن گئی ہو۔ اس بات کی توقع پہلے ہی کی جا رہی تھی۔ چنانچہ کمال انگون اور زاما کو دور لے گیا تھا تاکہ جہانگیر شاہ کو عشق کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دے۔ وہ بھی جاگ رہے تھے اور اسی جانب دیکھ رہے تھے۔ جب نوزہ نے انسانی شکل اختیار کی اور اپنے حسین روپ میں آئی تو انگون نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آہ......رب عظیم دنیا بھر کی نعمتیں ایک ہی شخص کے نام کیوں لکھ دیتا ہے۔ اگر ان نعمتوں کی تقسیم ہو جاتی تو کوئی بری بات نہیں تھی۔"

"تقسیم ہوئی ہے۔ بے وقوفی بھی ایک نعمت ہے۔ انگون جو بہرحال تم دونوں کو دی گئی ہے۔ عقل مند لوگ مشکلات میں ہی گرفتار ہوتے رہتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ اگر یہ ساری ذمہ داری تمہیں سونپ دی جاتی تو کیا تم انہیں انجام دے سکتے تھے؟"

"پتہ نہیں تیری مجھ سے کیا دشمنی ہے روبا۔ جب بھی بولتا ہے ایسی ہی بات

کہتا ہے جو میرا دل و دماغ جلا کر خاکستر کر دے۔ خیر ٹھیک ہے۔ میں خاموش ہو جاتا ہوں۔'' وہ لوگ اس جانب متوجہ ہو گئے۔ جہاں حسین نوزہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جہانگیر شاہ کے پاس موجود تھی اور عورتوں کی قربت سے گریزاں جہانگیر شاہ پر جو بیت رہی تھی' اس نے کمال کے پیٹ میں لاتعداد قہقہے بھر دیئے تھے۔ وہ لوگ رات کی تاریکی اور سناٹے میں ان کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہے تھے۔ تب نوزہ کی حسین آواز ابھری۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ تو انسانوں کی دنیا کا حسین ترین انسان ہے اور کوئی بھی نوجوان لڑکی تیری آرزو کر سکتی ہے۔ آہ! مگر میں حقیقتوں سے روشناس ہوں اور یہ جانتی ہوں کہ ایک انسان اور ناگن میں محبت نہیں ہو سکتی۔ کیا ہی عجیب...... بات ہے کہ دنیا والوں کے لیے مجھے تجھ سے فریب کرنا پڑ رہا ہے۔ حالانکہ میرا دل نہیں چاہتا کہ تجھ جیسے دلکش انسان سے فریب میں بھی محبت کی بات کروں کیونکہ وہ محبت حقیقی طور پر میرے دل میں تیرے لیے پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ مجھے ایک بات کا جواب دے گا؟''

''ضرور۔''

''کیا تیرے دل میں بھی میرے لیے کوئی ایسا جذبہ پیدا ہو رہا ہے؟'' جہانگیر شاہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مم...... میں' میں تو کبھی ایسے واقعہ سے دوچار ہی نہیں ہوا۔ میں تجھے کیا بتاؤں؟''

''مگر اس کے باوجود ہمیں وہی باتیں کرنی چاہئیں جو ہمارے لیے ضروری ہیں اور یہ ناگوں کی وادی ہے' کون جانے زمین کے کون سے سوراخ میں کوئی ناگ ہماری جاسوسی کر رہا ہو۔ تو اب میں تجھ سے وہ کہنا چاہتی ہوں جو ضروری ہے۔ آہ! میں تیری محبت میں گرفتار ہو گئی ہوں اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں ناگ نگر کی نگینہ بننے کے بجائے تیری انگوٹھی کا نگینہ بن جاؤں۔ کاش تو سانپ ہوتا اور میرے لیے اپنی زندگی وقف کر دیتا۔'' جہانگیر شاہ نے ادھر ادھر دیکھا' پھر احمقانہ انداز میں بولا۔

''میں...... میں' میں...... بھی'' اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا تھا اور کمال نے اپنی ناک کے دونوں نتھنے بند کر لئے اور ہاتھ منہ پر رکھ لیا تا کہ قہقہہ کی آواز ابھر نہ سکے۔ ادھر وہ سانپ جو چھپا ہوا تھا' اپنے دل میں خوشیاں محسوس کر رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ یقیناً اہیرا کی بیٹی انسانی دنیا کے نوجوان سے متاثر ہو گئی ہے اور گویا یہ ایک سنہری اطلاع تھی نردانہ کے لیے جسے وہ جلد از جلد اس تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جہانگیر شاہ بے وقوفی کی باتیں کرتا رہا۔ باقی سارے معاملات میں تو وہ تیز طرار تھا' لیکن اس وقت اس کی ساری تیزی رخصت ہو گئی تھی۔ بہرحال ساری رات اسی طرح گزر گئی۔ صبح کی روشنی پھوٹنے سے پہلے نوزہ وہاں سے روانہ ہو گئی۔ گویا اب اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ شامان اور روبا نردانہ کے لیے کام کر رہے ہیں اور یہی وہ چاہتے تھے۔ ادھر صبح کی روشنی میں نم بھی واپس آ گیا اور اس کے بعد ضروری تیاریاں ہوئیں۔ پھر یہ لوگ وہاں سے آگے بڑھ گئے اور دوپہر کو جب یہ اپنے سفر کا آدھے سے زیادہ حصہ طے کر چکے تھے' نم نے ان کے پاس پہنچ کر کہا۔

''نردانہ بہت مطمئن ہے اور کہتی ہے کہ تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو' اس کا صلہ پانے کے لیے تیار رہو۔ تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ نوزہ کو مقابلہ حسن میں شرکت نہ کرنے دی جائے۔'' اور پھر جب نم نے یا سے ملاقات کی تو یا نے پرمسرت لہجے میں اسے بتایا۔

''اور بات اسی انداز میں بن گئی ہے۔ واقعی یہ ناگنیں بڑی دل پھینک ہوتی ہیں۔ تہذیب کی دنیا کے اس انسان سے وہ اس طرح متاثر ہو گئی کہ آدھی رات کو بھاگی بھاگی وہاں پہنچی اور اس سے اظہار عشق کیا۔ تم یہ اطلاع لے کر دوبارہ نردانہ کے پاس چلے جاؤ اور اسے یہ بات بتاؤ اور مجھے ان کی رہنمائی کے لیے چھوڑ دو۔''

''ٹھیک ہے۔'' نم نے دوبارہ سفر اختیار کیا۔ ادھر یہ لوگ اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گئے۔ جہانگیر شاہ وغیرہ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ پھر جب وہ ان پہاڑوں تک پہنچے جن میں سے ایک کے درمیان ایک عظیم الشان سانپ کا پھن تراشہ ہوا تھا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سنگِ موسیٰ سے تراشا ہوا یہ سانپ

ایک زندہ سانپ معلوم ہوتا تھا' لیکن اتنا عظیم کہ اسے دیکھ کر انسانی عقل حیران رہ جائے۔ اس بلند و بالا پہاڑی کے بیچ میں عظیم الشان چبوترہ بنا ہوا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ سب ہاتھوں کی تراش معلوم ہوتی تھی۔ سانپ کا یہ پھن بھی پہاڑی پتھر کو تراش کر بنایا گیا تھا اور بڑی ہی عجیب اور پراسرار جگہ تھی یہ جسے دیکھ کر دل پر ہیبت طاری ہوتی تھی اور اب تو ان پر حیرتوں کے دروازے کھلتے جا رہے تھے۔ اسی پہاڑی کے دامن میں انہوں نے زموغا کو دیکھا جو بوڑھا سانپ تھا اور درحقیقت اپنی شکل و صورت سے نہایت پراسرار نظر آتا تھا۔ شام کو جب سورج ڈوب گیا تو وہاں روشن پتھر روشنی پھیلانے لگے۔ یہ ایسے بڑے بڑے ہیرے تھے جنہیں دیکھ کر انسان عقل کھو بیٹھے اور ان میں سے چند بھی جس کے ہاتھ لگ جائیں تو وہ دنیا میں سب سے قیمتی ہیروں کا مالک ہو' لیکن ناگوں کی اس وادی میں یہ ہیرے بے قدر تھے اور انہیں صرف روشنی پھیلانے کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ پہاڑی پتھروں میں یہ جگہ جگہ نصب بھی کر دیئے گئے تھے تاکہ رات کی تاریکیوں کو روشنیوں سے منور کر دیں۔ پھر اسی روشنی میں بوڑھے مقدس سانپ نے جس کا نام زموغا تھا۔ عبادت کے بارے میں تقریر کرنا شروع کر دی اور ناگوں کی یہ عبادت انسانوں کے لیے بڑی عجیب تھی۔ سبھی اس عبادت کو دیکھ رہے تھے' لیکن بہرحال انہیں بھی اس طریقے سے ان کے درمیان شامل ہونا پڑا تھا کیونکہ بہرحال وہ خود بھی سانپوں کی حیثیت ہی رکھتے تھے۔ ان سانپوں میں بہت سے ایسے تھے جنہوں نے انسانی شکل اختیار کر لی تھی۔ بہت سے سانپوں کی اصل شکل میں بھی تھی اور جو سانپ بنے ہوئے تھے' وہ پھن لہرا لہرا کر عجیب وغریب طریقے سے یہ عبادت کر رہے تھے اور جو انسان بنے ہوئے تھے' وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے' اپنے ہاتھوں کو پھن کی طرح لہرا رہے تھے۔ مقدس زموغا ان کا رہنما تھا' لیکن کسی کو بھی یہ احساس نہ ہو سکا کہ سانپوں کے اس گروہ میں چار انسان بھی موجود ہیں۔ یہاں تک کہ عبادت ختم ہو گئی اور انہوں نے ایک گوشہ اختیار کر لیا۔ اس رات بھی جب وہ لوگ اپنی قیام گاہ میں ضروریات سے فارغ ہوئے تو پھر نم ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ نردانہ کا پیغام لے کر آیا تھا اور پیغام دینے کے بعد نم

واپس ایک جانب چلا گیا۔ نردانہ کے لیے صحیح طور پر وہ پیغام رسانی کر رہے تھے۔ پھر وہی ہوا' آدھی رات گزری۔ چاند نے سارا ماحول منور کر دیا تو دونوں سانپوں نے دیکھا کہ اہیرا کی بیٹی نوزہ وہاں پہنچی جہاں اس نے جہانگیر شاہ سے ملاقات کرنی تھی۔ اس بار نم چالاکی سے اس پتھر کے پیچھے جا چھپا جہاں نوزہ جہانگیر شاہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' لیکن یہاں چالاکی سے کمال نے اپنا کمال دکھا دیا۔ اس نے جہانگیر شاہ کے پاؤں پر پتھر کا ٹکڑا مار کر اسے ہوشیار کیا اور کہا کہ نم وہاں موجود ہے اور یہی وقت تھا جب جہانگیر شاہ کو سنبھل کر نردانہ کے کانوں تک یہ بات پہنچانی تھی کہ نوزہ اس مقابلہ حسن میں حصہ نہیں لے گی۔ سو اس نے نوزہ کو ہوشیار کیا اور ہلکے سے اشارہ کر کے اسے بتا دیا کہ اس وقت جو گفتگو ان کے درمیان ہوگی' وہ ان کی ذاتی نہیں ہے بلکہ دوسروں کے لیے ہے اور چالاک نوزہ بھی یہ بات سمجھ گئی اور ایک انسان کی ڈائریکشن میں ایک ناگن نے اداکاری شروع کر دی۔

''آہ! میں تم سے کتنی محبت کرنے لگی ہوں شامان! یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔ میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔''

''کیوں؟''

''اگر میں نے مقابلہ حسن میں حصہ لیا تو مجھے یہاں کی ملکہ بنا دیا جائے گا اور اس کے بعد سانپوں کی وادی سے نکلنا میرے لیے ناممکن ہو جائے گا جبکہ میں تمہارے ساتھ تمہاری دنیا میں جانا چاہتی ہوں۔''

''ہاں۔ یہ سچ ہے کہ اگر تو مقابلہ حسن میں حصہ لے کر یہاں کی ملکہ بن گئی تو میرا تجھ سے بہت فاصلہ ہو جائے گا اور پھر یہ ممکن نہیں ہوگا کہ میں تیری قربت اختیار کروں۔''

''میں جانتی ہوں اور یہ بہت بڑا سچ ہے کہ ناگن مقدس ہوتی ہے اور وہ صرف ناگوں کے قبیلے کی سردار ہوتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کوئی مرد بھی اس کے پاس موجود نہ ہو بلکہ ہمارا مقدس سانپ زموغا ہمارے پاس موجود ہوتا ہے اور زموغا ہمیشہ اس کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سردار ناگن کو ان الجھنوں سے دور

رہنا چاہیے۔ ہاں ایک مخصوص وقت ہوتا ہے جب مقدس زموغا ایک ایسے شخص کو منتخب کرتا ہے جو مستقبل کے لیے ناگ نگر کو نئی ملکہ دے‘ لیکن میں تو تیری محبت میں گرفتار ہوگئی ہوں اور میں یہ بالکل نہیں چاہتی کہ میں مقابلہ حسن میں حصہ لوں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے نوزہ! ‘ لیکن تمہاری ماں اہیرا کیا اس کے لیے تیار ہو جائے گی؟“

”میں اس کی مخالفت کروں گی اور اگر اہیرا مجھے مقابلہ حسن کی شرکت میں قبول کر کے یہاں تک لے بھی آئی تو میں حسن کے چبوترے پر نہیں چڑھوں گی اور اس وقت کسی اور حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔“

”بس تو ٹھیک ہے۔ میں تیرے وعدے پر اعتبار کرتا ہوں۔“ جہانگیر شاہ نے کہا۔نم اور یا خوشی سے اچھل پڑے تھے۔ دونوں پرمسرت انداز میں ایک دوسرے سے لپٹ گئے تھے۔

”اب تو بول کیا کرنا چاہیے؟ یہ تو بات ہی اتنی بڑی ہوگئی کہ نردانہ کو فوراً ہی اس کی اطلاع نہ دینا بڑا عجیب ہوگا۔“ نم نے کہا۔

”تو دو چکر لگا چکا ہے یقیناً اس طویل سفر سے تو تھک گیا ہوگا۔ تو ایک کام کر‘ اب تو یہاں رک‘ میں یہ بات نردانہ کو جا کر بتاتا ہوں۔“ یا نے کہا اور نم ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”گویا تو نردانہ سے سارے انعام وصول کرنا چاہتا ہے۔ خیر ٹھیک ہے تو جا‘ میں یہاں موجود ہوں۔ یہ حسین خبر نردانہ کو پہنچا دے۔ یہ مہمان تو واقعی بہت معزز ہیں اور یہ ہمارے لیے جو کچھ کر رہے ہیں‘ وہ قابل قدر ہے۔ میں چلتا ہوں۔“ اور اس کے بعد یا نردانہ کو یہ خبر دینے کے لیے چل پڑا۔

نردانہ بڑی عمدگی سے اپنا کام کر رہی تھی اور بارہا اس نے سوچا تھا کہ یہ انسان ہوتے ہی بے وقوف ہیں۔ گیرن نے اس کے لیے جان دے دی تھی اور سوبا بستی کے سردار ہمبار یہ نے اس سے دشمنی مول لے کر اپنا سب کچھ برباد کر دیا تھا اور۔ اب یہ کچھ اور بے وقوف انسان اس کے لیے مصروف عمل تھے‘ لیکن بہرحال کوئی بات نہیں

ہے۔ یہ اپنا کام کر رہے ہیں‘ انہیں کرنے دیا جائے۔ چنانچہ جب یا اس کے پاس پہنچا تو نردانہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

”تم دونوں بھی خوب اپنا کام سرانجام دے رہے ہو اور جس طرح تم نے مجھے لمحے لمحے کی خبروں سے آگاہ رکھا ہے‘ اس کے لیے تم انعام کے مستحق ہو‘ لیکن اس وقت جب میرا کام ہو جائے گا۔“

”عظیم نردانہ میں تجھے یہی خبر دینے آیا ہوں۔“

”کیا مطلب‘ کوئی بہت ہی اہم بات؟“

”ہاں۔ میں تیری کوششوں پر تجھے مبارکباد دے رہا ہوں تو یقین کر تیری بیٹی بہت حسین ہے‘ لیکن اس میں انسان جیسا حسن ہے۔ ہم ناگ اسے بہت پسند کرتے ہیں اور تیری وجہ سے اسے بڑی عزت دیتے ہیں‘ لیکن اگر کوئی ہم سے پوچھے تو یہ سچ ہے کہ اہیرا کی بیٹی بے حد خوبصورت ہے اور یہ بات تو بھی جانتی ہے اور میں بھی‘ لیکن تجھے مبارک ہو کہ اب وہ پوری طرح اس انسان کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہے۔ جانتی ہے وہ کیا کہہ رہی تھی؟“

”جلدی بتا‘ کیوں میرے صبر کو آزماتا ہے۔“ نردانہ نے کہا۔

”اب وہ کہتی ہے کہ میں مقابلہ حسن میں حصہ نہیں لوں گی اور اس کی مشکل یہ ہے کہ اگر اس نے مقابلہ حسن میں حصہ لیا اور ملکہ بن گئی تو اس کے بعد اس انسان سے رابطہ نہیں قائم رکھ سکے گی اور ان کے درمیان جدائی ہو جائے گی۔ اس نے کہا اگر اس کی ماں نے اسے مجبور کیا کہ وہ مقابلہ حسن میں حصہ لے تو خاموشی سے مقابلہ حسن کے چبوترے پر نہیں جائے گی اور مقابلہ حسن سے دستبردار ہو جائے گی جب مقدس زموغا حسین لڑکیوں کو طلب کر کے ان کا انتخاب کرے گا۔“ نردانہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا‘ وہ یا کو دیکھتی ہوئی بولی۔

”تو نے اپنے کانوں سے یہ بات سنی ہے؟“

”ہاں۔ وہاں تو عشق و محبت کا ایک ایسا کھیل کھیلا جا رہا ہے نردانہ! جو ہماری سانپوں کی وادی میں ممکن ہی نہیں ہے۔“

''ہاں۔ یہ انسان ایسے ہی گل کھلاتے ہیں' لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے حد چالاک اور ذہین فطرت کے مالک بھی ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ شامان اتنا بے وقوف کیوں ہے۔ کیا یہ بات وہ نہیں جانتا کہ ایک ناگن کی قربت اسے موت سے ہمکنار کرسکتی ہے۔ آہ' لیکن ہمیں تو ایک بیوقوف انسان کی ضرورت ہی تھی۔ ہمیں کیا اس بات سے ہمیں تو اپنا اصل مقام پانا ہے۔ میری اشوریہ ناگ نگر کی ملکہ بنے گی اور آخرکار ناگ نگر کا تاج اسی کے سر پر رکھا جائے گا۔ میری ناگ نگر کی نگینہ۔'' نزدانہ کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ جہانگیر شاہ اور کمال اس بات کا اندازہ لگانے میں مصروف تھے کہ کہیں ان کی شخصیت کو پرکھ تو نہیں لیا گیا ہے' لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ سانپوں کی اس وادی میں اتنی ذہانت کا تصورنہیں ملتا تھا۔ وہ آزادانہ طور پر گھوم پھر رہے تھے۔ نم ان کا رہنما تھا' لیکن بہرحال وہ اپنی کوشش میں بھی مصروف تھے۔

پھر اس رات کمال نے کچھ عمل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور پھر وہ اس بلند ترین پہاڑی میں پہنچ گیا جو سانپ کی شکل میں تراشی گئی تھی۔ پہاڑی میں اوپر تک جانے کے لیے کوئی باقاعدہ راستہ نہیں تھا' لیکن یہاں کمال کی بے پناہ پھرتی کام آئی اور وہ یہ مشکل راستہ عبور کرکے آخرکار بلندی پر پہنچ گیا۔ بلندی پر پہنچنے کے بعد اس نے باہر کا ماحول دیکھا تو اسے چکر آنے لگے۔ دور دور تک کے مناظر نگاہوں کے سامنے نمایاں تھے۔ پتہ نہیں سانپوں کا سردار زموغا کیا حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی اپنی کیفیت کیا تھی' لیکن کمال بہرحال اس جگہ کا جائزہ لے کر بہت زیادہ متاثر ہوا تھا۔ آخرکار وہ بلندیوں سے واپس لوٹ آیا۔ شاید جہانگیر شاہ کو اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے' لیکن جہانگیر شاہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

''بے وقوف شخص! کیا تو پہاڑ کی بلندی تک پہنچ گیا تھا؟'' کمال چونک کر جہانگیر شاہ کو دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''تجھے اس بات کا علم کیسے ہوا؟''

''یہ انوکھی جگہ ہے۔ پہاڑی کی بلندیوں سے ہر آواز گونجتی ہے اور وہاں مجھے تیری آہٹیں ملی تھیں۔ اس قدر نمایاں اور اس قدر واضح کہ مجھے فوری طور پر یہ

اندازہ ہو گیا کہ تو پہاڑی کی بلندیوں پر ہے۔'' کمال کسی خیال میں ڈوب گیا' لیکن اس نے جہانگیر شاہ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بہرحال وہ لوگ یہاں مقیم تھے اور صورتحال کا مکمل طور پر جائزہ لے رہے تھے۔ وقت گزرتا رہا۔ ان کا اپنا عمل جاری رہا۔ پھر اس علاقے میں مقابلہ حسن کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سانپوں کے غول کے غول تھے اور کبھی رینگتی ہوئی ناگنیں جو انسانی شکل بھی اختیار کرلیا کرتی ہیں۔ عورتیں مرد' بچے سب ہی ہوتے تھے اور یہ ننھے منے سانپ جو مختلف رنگوں اور مختلف سائزوں کے ہوتے تھے۔ بہت خوبصورت لگتے تھے۔ وہ ایک دوسرے میں لپٹ لپٹ کر کنڈلیاں مارے ادھر سے ادھر لڑھکتے پھرتے تھے۔ خاص طور سے چاندنی راتوں میں یہاں کا منظر بہت حسین ہو جاتا تھا' لیکن بہرحال یہ دونوں ان ساری باتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود کسی قدر پریشان بھی تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے' مقابلہ حسن کا یہ چکر ختم ہو جائے تاکہ وہ سانپوں کی اس وادی سے واپس انسانوں کی وادی میں لوٹ جائیں۔ حالانکہ اس کے بعد ان کا مستقبل تاریکی میں تھا۔ بے شک وہ پہاڑوں کی ان آبادیوں میں پہنچ جائیں' لیکن یہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس کے بعد کوئی ایسی شکل بھی آ جائے گی کہ وہ اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں۔ اس دوران باقی سارے مسئلے اسی انداز میں چل رہے تھے۔ کمال نے یہاں اپنے لیے ایک مقام بنا لیا تھا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ وہ دن قریب آ گیا جب مقابلہ حسن کا آغاز ہونا تھا۔ سانپوں نے انسانی شکلیں اختیار کرلی تھیں اور جو انسانی شکلیں اختیار کرنے کے قابل نہیں ہوئے تھے یعنی ان کی عمریں کم تھیں۔ وہ سانپوں ہی کی شکل میں وہاں رہا کرتے تھے۔ نئی تیاریاں ہوگئیں تھیں۔ علاقے کی صفائی کی گئی تھی۔ نئے ہیرے وہاں لا کر رکھے گئے تھے جن کی روشنیاں دن میں ایسی ہوتی تھیں کہ آنکھیں پھوڑ دیں اور رات کو اس علاقے کو اس طرح منور کر دیتیں کہ مصنوعی بجلی کے قمقمے لگا دیئے گئے ہوں۔ اندازہ یہ ہوا کہ یہ مقابلہ حسن رات ہی کو منعقد ہونا ہے۔ غرضیکہ تمام تر انتظامات ہوتے رہے۔ اس کے بعد نوزہ کی یہاں آمد بھی بند کر دی گئی تھی کیونکہ اسے مقابلہ حسن میں شرکت کے لیے آنا تھا۔ ادھر اہیرا کو بھی یہ اعتماد ہو گیا تھا کہ جن

انسانوں سے ان کا رابطہ ہوا ہے' وہ وعدہ خلاف نہیں ہیں اور یقیناً وہ اپنے کیے پر پورا پورا عمل کریں گے۔ آخرکار وہ وقت آ گیا جب مقابلہ حسن ہونا تھا۔ چنانچہ حسین ناگنیں آنے لگیں۔ ایک سے ایک حسین ناگن جسے انسانی آنکھ دیکھ لے تو دیوانی ہو جائے۔ ان کے اپنے اپنے ٹھکانے بن گئے تھے اور وہ رات آ گئی جب مقابلہ حسن منعقد ہونا تھا۔ یہ پورے چاند کی رات تھی۔ آسمان پر چاند کھلا ہوا تھا اور زمین پر ہیرے روشنی بکھیر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مقابلے میں حصہ لینے والی ناگنیں انسانی شکل اختیار کر گئی تھیں۔ اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ انسانوں کا مجمع نہیں بلکہ سانپوں کی وادی ہے۔ انگون اور زاما تو دیوانے ہی ہو گئے تھے۔ وہ مجبور تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ آنے والے لمحات کیا ہوں گے۔ ان کی سانسیں رکی ہوئی تھیں اور وہ نجانے کیسی کیسی کیفیت میں مبتلا تھے۔ آخرکار مقدس زموغا نمودار ہوا۔ زموغا اس بڑے سانپ کے پیچھے سے برآمد ہوا تھا جو پتھر کا بنا ہوا تھا۔ وہ ایک بہت ہی زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے نوجوان سانپ اس کرسی کو اپنے پھنوں پر رکھے ہوئے نچلے جسموں سے رینگتے ہوئے یہاں تک لائے تھے۔ یہاں اسے عزت و تکریم دی گئی اور آخرکار زموغا نے دونوں ہاتھ بلند کیے' پھر بولا۔

''سانپوں کی مقدس سرزمین پر رہنے والو! زہریلی وادیوں کے باسیو تم جانتے ہو کہ ناگن ملکہ بوڑھی ہو کر اپنا اصلی حسن کھو بیٹھی ہے اور روایت کے مطابق ہمیں نئی ملکہ درکار ہے۔ حسن کے پجاریو ناگ نگر میں صدیوں سے یہی رسم چلی آ رہی ہے کہ وقت کی سب سے حسین ناگن ملکہ چنی جاتی ہے اور اس کے لیے ہمارے افکار میں جو ہمارے لیے عبادت کا درجہ رکھتے ہیں' نمبر ایک حسن مقدس ہے اور کائنات کی ہر شے پر حاوی کیونکہ اس سے تقدس پیدا ہوتا ہے۔ آسمان' زمین' چاند ستارے' پھول' شبنم یہ ساری چیزیں حسین ہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حسن ہی اس کائنات کا شہنشاہ ہے۔ نمبر دو حسن نیازمندی کا سبق دیتا ہے اور اس کے سحر میں سرکشی فنا ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سرکش سانپ اور منہ زور اژدھے حسن کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔ نمبر تین جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ حسن اصل میں کائنات کے مالک کا عکس

ہے کیونکہ کائنات کا مالک حسین ہے اور نمبر چار حسن پاکیزہ ہے اور حسین چہرہ حسین دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ یہی چار افکار ہماری عبادت کی بنیاد ہیں اور اسی بنیاد پر ہم اپنی ملکہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ آج ملکہ کے انتخاب کا دن ہے۔ حسین ناگنیں اس مقابلہ میں حصہ لینے کے لیے آئی ہیں۔ ملکہ کا تاج اس ناگن حسینہ کے سر پر رکھا جائے گا جسے ساری ناگ برادری منتخب کر لے گی۔ فیصلہ مشترکہ ہوگا یعنی جسے بہت زیادہ پسند کیا جائے۔ ناگ نگر کے رہنے والوں کو فیصلہ سوچ سمجھ کر کرنا ہے اور بعد میں جو اس سے منحرف ہوگا' وہ موت کا مستحق ہوگا۔ تم پر مقدس سانپ کا سایہ قائم رہے اور اب وہ تمام ناگنیں تیار ہو جائیں جو اس مقابلے میں حصہ لینے والی ہیں۔'' زموغا خاموش ہو گیا۔ مقابلے میں حصہ لینے والی ناگنوں کی ترتیب ہونے لگی۔ حسن و جمال کا ایک ایسا سیلاب تھا جو امنڈ رہا تھا۔ انسانی آنکھوں نے بھلا ایسا منظر کب دیکھا ہوگا۔ یہاں صرف چار انسان تھے۔ دو ایسے جو مصیبت میں گرفتار تھے اور دو ایسے جن پر حسن و جمال اثر انداز ہی نہیں ہوتا تھا' لیکن نردانہ اس وقت یہ دیکھ کر سخت غضبناک ہو گئی کہ اہیرا اپنی نوزہ کو مقابلہ حسن میں شرکت کے لیے تیار کر کے لائی ہے۔ اس وقت نردانہ بھی یہاں موجود تھی اور پہلے اس کے چہرے پر نہایت خوشی تھی کیونکہ اشوریہ کو اس نے تیار کیا تھا اور اشوریہ جو کچھ لگ رہی تھی' وہ ناقابل یقین تھا' لیکن یہ دیکھ کر وہ سخت غضبناک ہو گئی کہ اس وقت نوزہ بھی مقابلہ حسن میں شرکت کے لیے موجود ہے۔ وہ ناگن بن کر ہر طرف سر مارنے لگی' لیکن اسے جہانگیر شاہ یا اس کے ساتھی نظر نہیں آئے۔ سانپوں کی اس وادی میں اتنا بڑا مجمع تھا کہ اس میں کسی ایک کو تلاش کر لینا ممکن نہیں تھا اور پھر جو لڑکیاں مقابلہ حسن میں شرکت کے لیے آئی تھیں' وہ تو الگ ہی رہ رہی تھیں اور عام لوگ ان تک رسائی نہیں رکھتے تھے۔ جب تک کہ وہ مقابلہ حسن کے چبوترے تک نہ پہنچ جائیں۔ سو نردانہ پھنکارتی ہوئی ایک ایک طرف گھوم رہی تھی۔ اس کی نگاہیں بار بار نوزہ کو دیکھنے لگتی تھیں جس نے بال بال موتی پروئے ہوئے تھے اور بلاشبہ انتہائی حسین نظر آ رہی تھی' لیکن یہ بات بھی بالکل درست تھی کہ وہ اشوریہ سے زیادہ حسین نہیں تھی۔ ادھر نردانہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس نے اشوریہ کو جس طرح

بنایا اور سنوارہ ہے' اس سے اشوریہ چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے' لیکن اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نہیں ہیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مقابلہ حسن میں شرکت کرنا پسند نہ کرتی ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے اشوریہ نے کبھی اس کا اظہار اپنی ماں پر بھی نہیں کیا تھا اور نردانہ کو قطعی یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کی بیٹی کیا کچھ چاہتی ہے۔ اس کے دل میں انسانوں سے محبت ہے اور ناگوں کی اس وادی میں وہ اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتی ہے۔ بہرطور اس وقت یہ تمام باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ نردانہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے سارے منصوبے فیل ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مقدس زموغا چبوترے پر آنے والی لڑکیوں کا جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد آخر میں نوزہ بھی چبوترے پر پہنچا دی گئی۔ پتہ نہیں زموغا اس سے پہلے نوزہ کو دیکھ چکا تھا یا کسی ایسے طریقہ کار کے مطابق وہ پہلی بار اس کی نگاہوں کے سامنے آئی تھی یا پھر غالباً اس وقت جو اسے تیار کیا گیا تھا اس کے تحت' لیکن یہ سچ ہے کہ زموغا اسے دیکھ دم بخود رہ گیا تھا۔ وہ اس حسنِ بے مثال کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور اس میں کوئی بھی شک نہیں تھا کہ اس وقت ناگنوں کی ناگن بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ چبوترے سے اتر گئی اور اس کے بعد اشوریہ کو لایا گیا۔ سانپ اسے دیکھ کر دم بخود ہو گئے تھے اور زموغا کی آنکھیں بھی شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ اشوریہ نے معمول کے مطابق زموغا کو تعظیم دی اور اس کے کچھ لڑکیاں اور مقابلہ حسن کے چبوترے پر آئیں اور یہ چھ لڑکیاں آخری تھیں جن کے بعد فیصلہ ہونا تھا۔ مقدس زموغا سب کا جائزہ لے چکا تھا۔ پھر اس نے اپنی بارعب آواز میں کہا۔

''ناگ نگر کے باسیو! ناگ نگر کے مقدس سانپو! تم نے نئی ملکہ کے لیے مقابلہ حسن دیکھا اور میں ایک ایک کرکے ان سب لڑکیوں کو ایک ایک بار پھر طلب کرتا ہوں تاکہ تم سے تمہاری رائے پوچھ لی جائے۔ لایا جائے۔'' زموغا نے اپنے خداموں کی طرف رخ کرکے کہا اور لڑکیاں ایک ایک کرکے چبوترے پر لایا جانے لگا۔ زموغا نے ان سب میں ایک ایک کو سامنے کرنا شروع کر دیا۔ ناگ پھنکار رہے تھے جو انسانوں کی شکل میں تھے' ان کے منہ سے بھی سانپوں کی پھنکاریں نکل رہی

تھیں اور اس طرح گویا وہ ان لڑکیوں کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ نوزہ کی باری آئی اور چاروں طرف سے پھنکاریں گونج اٹھیں۔ لاتعداد ناگ لہرانے لگے۔ زموغا کی نگاہیں دور دور تک دیکھ رہی تھیں۔ بہت سے ہاتھ اب بھی ایسے تھے جو جھکے ہوئے تھے۔ بہت سے ناگ اب بھی نہیں پھنکار رہے تھے۔ یہاں تک کہ آخر میں اشوریہ کو لایا گیا اور انہوں نے دیکھا کہ تقریباً تمام ہی ناگ گھومنے لگے۔ ان کی پھنکاریں اشوریہ کے حق میں تھیں۔ ایک بھی ناگ ایسا نہیں تھا جو اشوریہ کو دیکھ کر نہ پھنکار رہا ہو۔ اہیرا کا چہرہ بجھ گیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے اپنی بے بس بچی کو دیکھنے لگی جو مقابلہ حسن میں جگہ پانے میں ناکام رہی تھی۔ پھر زموغا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہمیشہ ہی یہ ہوتا آیا ہے کہ تم لوگوں کو حسن کی پرکھ ہے اور تم حسن کی شناخت جانتے ہو۔ ناگوں کی وادی میں یہ روایت ہمیشہ صحیح راستے اختیار کرتی ہے اور اب بھی میں نے دیکھا کہ تم لوگ فیصلہ کرنے میں مہارت رکھتے ہو۔ ہاں میں خود بھی اس لڑکی کے حق میں ہوں کہ یہ ناگ نگر کی نگینہ بنے اور جبکہ تم نے بھی یہ فیصلہ دے دیا ہے تو بھلا مجھے کیا مشکل ہو سکتی ہے اور جبکہ تم نے یہ فیصلہ دے دیا ہے تو میں بھی یہ اعلان کرتا ہوں کہ.....'' ابھی زموغا اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ فضا میں ایک گرجدار آواز ابھری۔

''رک جا زموغا' رک جا۔ بڑا سانپ تجھے ہدایت دیتا ہے کہ رک جا۔'' یہ ایسی بھیانک آواز تھی کہ تمام سانپ لرز گئے۔ نردانہ اور اہیرا بھی دہشت سے بڑے سانپ کی صورت دیکھنے لگیں جو پتھروں کا بنا ہوا تھا' لیکن بول رہا تھا اور یہ تو روایت تھی ہمیشہ کی کہ اس وادی میں جب بھی کوئی مشکل مرحلہ ہوتا تو بڑا سانپ اپنی ہدایت ضرور دیتا۔ زموغا نے اٹھ کر سجدے میں سر جھکا دیا اور پھر اس کی آواز ابھری۔

''عظیم سانپ اگر تیری کچھ اور رائے ہے تو میں ان تمام لوگوں کے ساتھ تجھ سے تیری اس رائے کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ سارے سانپ تیرے غلام ہیں اور تیری رائے سب سے مقدم۔''

''ہمارے غلام زموغا ہم نے تجھے اپنی نمائندگی بخشی ہے' لیکن تجھے یہ فیصلہ کرنے سے پہلے تمام حقیقتوں کو سوچ لینا چاہیے کیونکہ یہ تیری ذمہ داری ہے۔ کیا تو یہ بات نہیں جانتا کہ ناگ نگر کی نگینہ جو بھی منتخب ہوتی ہے تو اس کے لیے بنیادی چیز یہ ضروری ہے کہ اس کا تعلق صرف ناگ نگر سے ہو۔''

''میں جانتا ہوں مقدس سانپ۔''

''تو کیا تو یہ نہیں جانتا کہ نردانہ ناگ نگر سے باہر چلی گئی تھی اور وہاں سے اپنی بیٹی اشوریہ کو لے کر آئی ہے جو ایک انسان کی بیٹی ہے۔ ذرا اس لڑکی سے یہ کہہ کہ وہ ناگن بن کر دکھائے۔ اگر اشوریہ ناگن نہیں بن سکتی تو پھر وہ ناگ نگر کی ملکہ کیسے ہوسکتی ہے؟ اس بات کا جواب دے۔'' زموغا نے چونک کر اشوریہ کو دیکھا اور یہ حیران کن منظر دیکھ کر خود بھی حیران ہو گیا کہ اشوریہ کے چہرے پر ایک دم خوشی کے آثار نمودار ہو گئے تھے جبکہ اس کی ماں نردانہ کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ نردانہ کا بدن آہستہ آہستہ دھواں خارج کر رہا تھا۔ زموغا نے کہا۔

''اشوریہ تو ناگن کا روپ اختیار کر۔'' تب اشوریہ کہنے لگی۔

''نہیں مقدس زموغا! بھلا مقدس سانپ کے سامنے میں جھوٹ کیسے بول سکتی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی ناگن نہیں بن سکتی کیونکہ میرا باپ ایک انسان تھا اور میں اسی کے وجود کا ایک حصہ ہوں۔ ناگ انسان بن سکتا ہے انسان ناگ نہیں بن سکتا۔''

''پھر تو یہ دھوکا دہی ہے اور سانپوں کے ساتھ غداری ہے کہ ایک انسان کو ناگ نگر کے کروڑوں سانپوں کا سربراہ بنا دیا جائے اور اے عورت! تیرا نام نردانہ ہے۔ کیا تو یہ بات نہیں جانتی کہ یہ روایت ہمارے درمیان صدیوں سے ہے کہ اگر ناگ نگر پر کوئی انسان حکمران ہو گیا تو ناگ نگر کے اطراف میں پھیلی ہوئی جھاڑیوں میں آگ لگ جائے گی اور اس کے بعد سانپوں کی یہ سلطنت تباہ ہو جائے گی۔'' نردانہ بمشکل تمام بولی۔

''میں سردار تھی مقدس زموغا! اور سرداری مجھ سے چھین لی گئی اور سب سے حسین بیٹی کے لیے میں بھلا اس دنیا میں کون سے ناگ کو تلاش کرتی' لیکن میری بیٹی اشوریہ ناگ نگر میں بڑی عمدگی کے ساتھ سرداری کا نظام سنبھال سکتی ہے۔''

''یہ فیصلہ کرنا تیرا نہیں' ہمارا کام تھا اور چونکہ تو نے غداری کی ہے' اس لیے تیرے لیے سزا بھی مقرر کی جاتی ہے۔ زموغا اسے ایک شیشے کے برتن میں بند کر دو اور اس کے بعد اسے اس کی بیٹی کے ساتھ انسانوں کی دنیا میں روانہ کر دیا جائے۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے۔''

''ہرگز نہیں' ہرگز نہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔'' نردانہ نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا' لیکن بھلا زموغا کا حکم کون ٹال سکتا تھا۔ اس کے حکم پر نردانہ نے ایک ناگن کا روپ اختیار کیا اور اس کے بعد اسے شیشے کے ایک ایسے برتن میں بند کر دیا گیا جس کے اوپر ڈھکن لگا ہوا تھا اور یہ اس کی سزا تھی۔ تب زموغا نے اشوریہ سے کہا۔

''اور لڑکی چونکہ تو نے سچ بولا ہے' اس لیے تیری جان بخشی کی جاتی ہے' لیکن شرط وہی ہے تیرے لیے کہ انسانوں کی دنیا میں واپس جا۔ اپنی ماں کے ساتھ قیام کر اور جب تک اس کی زندگی ہے' یہ جیتی رہے گی' لیکن اس کے بعد انسانوں کی دنیا میں اس کے لیے زندگی کا کوئی مقام نہیں ہوگا اور اب میں تم سے کہتا ہوں ناگ نگر کے رہنے والو کہ دوسری حسین لڑکی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا وہ اہیرا کی بیٹی نوزہ ہوسکتی ہے؟'' اس بار بھی تمام ہاتھ نوزہ کے حق میں اٹھ گئے تھے اور ناگوں نے ذمہ دارانہ انداز میں اپنے اپنے ہاتھ لہرائے تھے۔ یوں نوزہ کو ناگ نگر کی سربراہ تسلیم کرلیا گیا اور مقدس سانپ نے ناگ نگر کی نگینہ کا تاج نوزہ کے سر پر رکھ دیا اور اہیرا کی آنکھیں خوشی سے چھلک اٹھی تھیں۔ وہ اپنی بیٹی کو سرداری دے کر خوشی سے پھولا نہیں سما رہی تھی۔ زموغا نے الوداعی کلمات ادا کیے۔

''منتخب ناگ سات راتیں تو اپنے گھر میں گزارے گی اور آٹھویں رات تجھے بڑے سانپ کے معبد میں جانا ہوگا اور اس کے بعد تو اپنا منصب سنبھال لے گی۔ غدار عورت کو شیشے میں کے اس برتن میں بند رکھا جائے اور نیک لڑکی تو اپنی ماں

کو لے کر انسانوں کی دنیا میں واپس چلی جا اور پھر تو خود اس بات کی ذمہ دار ہوگی کہ انسانوں کی دنیا میں تجھے اپنے ماں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔ بس تو جس طرح چاہے انسانوں کی دنیا میں اپنی ماں کے ساتھ سلوک کر سکتی ہے اور جس طرح چاہے انسانوں کی دنیا میں اپنے لیے جگہ تلاش کر سکتی ہے۔ اس کے ساتھ میں تمام ناگوں کو واپسی کا حکم دیتا ہوں۔'' اور ناگوں کی واپسی کا منظر بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ ادھر جہانگیر شاہ' کمال' انگون' زاما سب کے سب دانتوں میں انگلیاں دبائے خاموش کھڑے ہوئے ناگ نگر کی سلطنت کے معاملات دیکھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ تمام سانپ واپس چلے گئے تو اشوریہ بھی ان لوگوں کے پاس پہنچ گئی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تب جہانگیر شاہ نے سرگوشی کے انداز میں کمال سے کہا۔

''او بے وقوف شخص دنیا میں کوئی تیری آواز پہچانے یا نہ پہچانے' لیکن میں تیری آواز ضرور پہچان سکتا ہوں۔ مجھے جواب دے تو اس وقت کہاں تھا جب یہ سارے فیصلے ہو رہے تھے۔'' کمال نے ایک دم چاروں طرف دیکھا' پھر بولا۔

''آہستہ بول آہستہ۔''

''میں بے شک آہستہ بول رہا ہوں اور کوئی بھی میری آواز نہیں سنے گا' لیکن بڑے سانپ کے روپ میں وہ کیا تیری آواز نہیں تھی۔ کیا وہ تو ہی نہیں بولا تھا۔'' کمال مسکرا دیا۔ اس نے کہا۔

''آخر ہم نے اہیرا سے وعدہ جو کیا تھا۔ کیا اسے پورا کرنا ضروری نہیں تھا۔'' دفعتاً ہی عقب سے اہیرا کی آواز سنائی دی۔

''اور میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ انسانوں کی دنیا میں رہنے والو۔ تم نے میری بیٹی کے ساتھ جو انصاف کرایا ہے۔ اس کا صلہ میں تمہیں نہیں دے سکتی۔ کاش میں تمہاری ایسی کوئی خدمت کر سکتی جس سے تمہیں روحانی خوشی محسوس ہوتی۔''

''تجھے یاد ہے تو نے ایک وعدہ کیا تھا کہ نروانہ کے ڈسے ہوئے طارق کو سانپ کے زہر سے آزاد کرائے گی اور بس یہی سمجھ لے کہ ہمیں سچی روحانی خوشی اسی

سے حاصل ہو سکتی ہے جو بوڑھے ماں باپ اپنے بیٹے کی زندہ لاش کے لیے نجانے کب سے اس بات کے منتظر بیٹھے ہیں کہ ان کے بیٹے کے جسم میں زندگی دوڑ جائے اور وہ جی اٹھے۔''

تب اشوریہ نے جہانگیر شاہ کی طرف رخ کر کے کہا۔

''حسین نوجوان طارق کا کیا قصہ ہے؟ اور تو دیکھ میری ماں کس عذاب کا شکار ہے۔ حالانکہ مجھے اس سے ہمدردی ہے' لیکن میں نے اس سے یہ بات دبی زبان میں کہی تھی کہ وہ ایسا نہ کرے۔ میں ذہنی طور پر انسان ہوں اور جسمانی طور پر بھی میں ناگن کا روپ نہیں دھار سکتی۔ پھر ایک انسان کو سانپوں کے درمیان لا ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ کتنے عرصے جی سکتی تھی میں ان زہریلی وادیوں میں مگر میری ماں ایسی باتوں پر غضبناک ہو جاتی تھی اور اس نے کبھی مجھے میرا صحیح مقام نہیں دیا' لیکن ان تمام باتوں کے باوجود تو مجھے بتا کہ طارق کا قصہ کیا ہے؟'' جواب میں جہانگیر شاہ نے وہ کہانی اشوریہ' اہیرا اور نوزہ کو بتائی جو ہمباریہ کی کہانی تھی اور ہمباریہ جو سوہا کے سردار کے بیٹے کی کہانی تھی۔ یہ پوری کہانی سننے کے بعد اشوریہ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''افسوس میری ماں نے ایک ایسے عمل کے لیے اپنی کھوئی ہوئی سرداری اپنی بیٹی کی شکل میں حاصل کرنے کے لیے کتنا طویل سفر کیا۔ اس کے بعد کیسے کیسے مجھے پروان چڑھایا' لیکن یہ سچ ہے کہ اس نے غلط سوچا تھا۔ اس کا فیصلہ شروع ہی سے غلط تھا۔ یہ تو تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں اور ضروری نہیں کہ تقدیر صرف ایک ہی کی مٹھی میں بند رہے۔ ہر ایک کو اس کا موقع ملنا چاہیے۔'' اس پر نوزہ کہنے لگی۔

''اشوریہ تو بے شک مجھ سے زیادہ حسین ہے اور تو نے صحیح معنوں میں سب کی توجہ حاصل کی۔ افسوس میری ماں کی بھی یہی آرزو تھی۔''

''اگر تو یہ یقین رکھتی ہے نوزہ! کہ سردار نہ بن کر تجھے کوئی دکھ ہے۔ تو یقین کر میری بات پر اور پوچھ ان لوگوں سے جنہوں نے یہ سارا عمل کیا اور جو میری دنیا کے انسان ہیں کہ میں نے پہلے ہی ان سے یہ بات کہی تھی کہ میں ان کی شریک کار

تھی۔'' وہ یہ ساری باتیں کرتے ہوئے راستہ طے کر رہے تھے اور نردانہ شیشے کے برتن میں قید تھی اور پھنکار رہی تھی۔ کمال نے سرگوشی کے انداز میں جہانگیر شاہ سے کہا۔

''زہریلی ناگن صرف زہریلی ناگن ہوتی ہے۔ اگر کسی طرح شیشے کا یہ برتن ٹوٹ گیا اور یہ آزاد ہوگئی تو سب سے پہلے ہم چار انسانوں کی لاشیں سانپوں کی سرزمین پر پڑی سڑ رہی ہوں گی۔ اس لیے میں سب سے پہلے اس کا انتظام چاہتا ہوں۔ ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ اس عورت سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنا بڑا ضروری ہے۔'' جہانگیر شاہ نے حیرت بھرے انداز میں کمال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''واقعی تو نے بڑے صحیح وقت پر نشاندہی کی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہمیں اہیرا سے ہی گفتگو کرنی چاہیے۔'' اور پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں اہیرا سے اپنی مشکل بیان کی تو وہ بھی سنجیدہ ہوگئی اور اس نے کہا۔

''میرے ساتھ اس جگہ چلو جہاں میں نے تمہارے قیام کا بندوبست کیا تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد ہم اس سلسلے میں یقینی طور پر کوئی مناسب کارروائی کرلیں گے۔''

☆......☆......☆

وہی عمارت پھر ان کے سامنے تھی جس میں جہانگیر شاہ کو انتہائی پراسرار واقعات پیش آئے تھے اور اس عمارت میں اہیرا کا قیام تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد اہیرا نے انہیں اپنا سب سے معزز مہمان بنا کر رکھا۔ اشوریہ بھی ساتھ تھی اور ویسے نوزہ کو سات دن کا وقت ملا ہوا تھا۔ ویسے اشوریہ نے چونکہ پوری کہانی سن لی تھی۔ چنانچہ خاطر مدارت کے بعد جب فرصت ملی تو وہ جہانگیر شاہ کے پاس پہنچ گئی اور بولی۔

''عظیم شامان! یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے اور تو اہیرا کی اس بات سے تصدیق کر سکتا ہے کہ میری ماں کا زہر اگر طارس کے بدن میں ہے تو اور کوئی اس زہر کو نہیں چوس سکتی سوائے میری ماں کے۔ اگر اس سلسلے میں اہیرا نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ طارس کو اس زہر سے محفوظ کر کے نئی زندگی دے گی تو تم اس سے پوچھو کہ وہ کون سا عمل کرے گی جس سے طارس نئی زندگی پا لے۔ بے شک تم سے اس نے وعدہ کیا ہے، لیکن وہ یہ کام نہیں کر سکے گی۔ سوائے اس کے کہ میری ماں خود طارس کے بدن کا زہر چوسے۔'' جہانگیر شاہ حیران رہ گیا تھا۔ ایک بار پھر اس کے سارے وجود میں پریشانی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اشوریہ جو کچھ کہہ رہی تھی، اس کی تصدیق کرنا ضروری تھا اور یہ اتفاق ہی تھا کہ اسی وقت اہیرا بھی وہاں پہنچ گئی۔ اہیرا نے ان کے قریب پہنچ کر کہا۔

''یقیناً کوئی ایسا موضوع ہے جس نے تمہیں بے حد سنجیدہ کر دیا ہے، میرے معزز مہمان، میرے دوست! میں نہیں چاہتی کہ تو ایک لمحے کے لیے بھی کسی مشکل کے بارے میں سوچے۔ میری آرزو ہے کہ میں تیری تمام مشکلوں کا حل تجھے پیش کروں۔''

''اہیرا میں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔''

''بولو کیا؟''

''کیا اشوریہ کا یہ کہنا سچ ہے کہ طارس کے بدن میں جو زہر ہے' وہ نزدانہ کا زہر ہے اور نزدانہ کے علاوہ کوئی اور اس زہر کو نہیں چوس سکتا؟'' اہیرا کی گردن شرمندگی سے جھک گئی تھی۔ اس نے کہا۔

''تم لوگ یقین کرو' میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ میں خلوص دل سے تمہارے ساتھ وہاں چلنے کے لیے تیار ہوں۔ میں اس لڑکے کے بدن سے زہر نکالنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ چاہے اس کے لیے مجھے کوئی نقصان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔''

''گویا تیرا مطلب ہے کہ اشوریہ سچ کہتی ہے۔''

''ہاں۔ یہ سچ ہے کیونکہ وہ سردار کی ناگن رہ چکی ہے اور اس نے وہ جڑی بوٹیاں کھائی ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اس کے زہر کی ایک خاص تاثیر ہوتی ہے اور دوسرے اس تاثیر کو نہیں پہنچ پاتے۔''

''اشوریہ کہتی ہے کہ اس طرح کوئی کام نہیں بن سکتا۔''

''کیوں اشوریہ' اگر میں طارس کے بدن کا زہر چوسنے کی کوشش کروں تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوسکتا ہے کہ اس کا زہر میں چوس لوں اور خود اس کے زہر کا شکار ہوکر اس دنیا سے چلی جاؤں۔''

''' لیکن چونکہ اس شخص پر ظلم ہوا ہے اور تم نے جو کہانی میں دو ماں باپ کی دکھ بھری داستان سنائی ہے۔ چنانچہ میں تم لوگوں کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔'' اشوریہ نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''میں ایک تدبیر ایسی رکھتی ہوں جس سے میں اپنی ماں کو مجبور کرسکتی ہوں۔''

''آہ! بھلا وہ کیسے؟'' اہیرا نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میں اس کی بیٹی ہوں۔''

''ہاں یقیناً یہ بات میں مانتی ہوں۔ تاہم میں تمہارے ساتھ وہاں تک چلنے کے لیے تیار ہوں اور اگر بات ایسے نہ بن سکی تو میں ہی کوئی جتن کروں گی اور اگر ایسا پھر بھی نہ ہو سکا تو تم لوگ اطمینان رکھو' میری بیٹی نوزہ اس عمل کو پورا کرے گی کیونکہ سردار کی حیثیت سے اسے بھی آہستہ آہستہ وہی قوتیں حاصل ہو جائیں گی جو ایک سردار کو دی جاتی ہیں اور یوں میرا عہد پورا ہو جائے گا۔ یہ بات بے شک میں نے پہلے بھی سوچی تھی اور اس طرح میں اپنا عہد پورا کروں گی۔ جیسا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔'' بہرحال اس وعدے پر وہ لوگ خاصے مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر کئی دن آرام سے گزارنے کے بعد ان لوگوں نے واپسی کے سفر کا انتظام کرنا شروع کر دیا اور کیونکہ ابھی وقت تھا کہ نوزہ سرداری کے لیے وہاں پہنچے۔ چنانچہ نوزہ نے بھی فیصلہ کیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ چلے گی۔ اہیرا تو ان کے ساتھ تھی ہی۔ بہرحال نوزہ چونکہ منتخب سردار تھی' اس کے لیے سانپوں کا پورا قبیلہ اپنی اپنی خدمات دینے کے لیے تیار ہوگیا اور چھ ایسے طاقتور سانپوں کا انتخاب کیا گیا جو اس کام کے لیے تیار تھے کہ اگر انہیں طارس کا زہر چوسنا پڑا اور نزدانہ نے یہ کام سرانجام نہ دیا تو وہ اپنی زندگیاں قربان کرکے یہ زہر طارس کے بدن سے نکال لیں گے اور خود اپنی ملکہ کے حکم پر فنا ہو جائیں گے۔ یہ تمام تفصیلات ان لوگوں کو بھی معلوم ہو گئی تھیں اور واقعی یہ عجیب سا جذبہ تھا جو انسانوں کے علاوہ ان سانپوں میں بھی دیکھا جا رہا تھا۔ بہرحال وہ لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے۔ جب بھی تنہائی ملتی' کمال' جہانگیر شاہ سے یہی کہتا کہ کاش کوئی ایسا ذریعہ ہوتا کہ اس پوری تفصیل کو رقم کیا جا سکتا یا اس کی ویڈیو بنائی جا سکتی۔ یہ دنیا کے لیے ایک ایسا عمل ہوتا جس پر کبھی یقین نہ کیا جاتا۔ بہرحال وہ سب اس کام کے لیے پورے طور پر تیار ہو گئے تھے اور انہوں نے دریائے الانا کی طرف رخ کیا تھا۔ ویسے واپس جاتے ہوئے کمال نے جو چالاکی کی تھی' وہ قابل دید تھی۔ اہیرا نے ان لوگوں کو بہت سے سونے کے ٹکڑے دیئے تھے جو انہوں نے آپس میں تقسیم کر لیے تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ قیمتی پتھر بھی جن کا ناگ نگر میں کوئی مول نہیں تھا' لیکن دنیا والوں کے لیے ان کی کافی حیثیت تھی اور خود انگون اور زاما انہیں

پانے کے بعد پاگل ہوئے تھے۔ بہرحال نردانہ سے تو کچھ مل ہی نہیں سکا تھا۔ جو اس
نے وعدہ کیا تھا انگون اور زاما ہی سب سے زیادہ دکھ بھرے انداز میں سوچتے تھے۔ وہ
کہتے تھے۔

''اگر ہم اس عورت کے لیے کام کرنے میں کامیاب ہوجاتے اور اس کی
بیٹی اشوریہ کو ناگ نگر کی نگینہ بنا دیتے تو یقینی طور پر ہمارے پاس ہیروں کے ایسے انبار
ہوتے کہ ہم ان پر اپنا بستر بچھا سکتے تھے۔ بہرحال بھاگتے بھوت کی لنگوٹی بھی بھلی جو
بھی ملا ہے وہی کافی ہے۔ چنانچہ دونوں کی تھیلیاں سونے سے ٹکڑوں اور چمکدار
پتھروں سے بھری ہوئی تھیں۔ البتہ جب کمال وہاں سے چلا تھا تو اس کے پاس بہت
سی عجیب و غریب چیزیں موجود تھیں۔ وہ نجانے کیا تھیں' وہ یہی جانتا تھا کہ اس کی
پشت پر کافی وزن لدا ہوا تھا۔ آخرکار یہ طویل سفر طے ہوا اور یہ لوگ وہاں پہنچ گئے
جہاں پتھروں میں بوڑھا ہمباریہ اور اس کی بیوی اپنے بیٹے کی زندہ لاش کے ساتھ
موجود تھے اور شاید مایوس ہو چکے تھے۔ اس بات سے کہ شامان واپس آئے' لیکن وہ
وقت بوڑھے ہمباریہ کے لیے بے پناہ خوشیوں کا حامل تھا۔ اس نے ان لوگوں کو آتے
ہوئے دیکھا تو خوشی سے چیخ اٹھا اور نردانہ نے شیشے کے برتن کے اندر سے بوڑھے
ہمباریہ اور اس کے بیٹے طارس کو دیکھا تو شیشے کے برتن میں پھنکاریں مارنے لگی۔ وہ
سخت غضبناک ہوگئی تھی اور اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ زمین پر بسنے والوں نے اسے
انتقامی کارروائی کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ شدید غصے میں آگئی تھی۔''

ادھر ہمباریہ اور اس کی بیوی جہانگیر شاہ پر نثار ہوئے جا رہے تھے اور اس
سے دریافت کر رہے تھے۔

''عظیم انسان کیا تم میرے لیے کوئی خوشخبری لے کر آئے ہو؟''

''ہاں۔ سردار ہمباریہ ہم نے کوشش تو یہی کی ہے اور دیکھ شیشے کے برتن
میں وہ ناگن موجود ہے جس نے تیری بستی سوہا میں آکر طویل عرصے تک اپنا سکہ
جمائے رکھا ہے۔ کیا تو اس عورت کو پہچان سکتا ہے؟''

''آہ! میری آنکھیں دھندلا گئی ہیں۔ میں تو اپنے بیٹے کا چہرہ تک صحیح طور پر

نہیں دیکھ پاتا۔ میں بھلا اسے کیا پہچانوں گا' لیکن جوان میرے کانوں میں زندگی تو
دوڑا دے۔ مجھے یہ بتا دے کہ کیا میرا مردہ بیٹا دوبارہ زندگی پا سکے گا؟''

''معزز بزرگ! معزز ہمباریہ پہلی بات تو یہ کہ تیرا بیٹا مردہ نہیں بلکہ وہ
سانپ کے زہر کے زیراثر ایک عجیب و غریب نیند میں مبتلا ہوگیا ہے۔ دوسری بات یہ
کہ ہم کوشش کر رہے ہیں اور تو اطمینان رکھ آسمان والا تیری مدد ضرور کرے گا۔

''بہرحال ہروقت گزرتا رہا اور اس کے بعد جہانگیر شاہ نے اشوریہ سے کہا۔

''اشورہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ ایک ایسی ترکیب بتائے گی جس سے تیری
ماں اپنے کیے پر پشیمان ہو جائے اور کوئی ایسا عمل کرے جس سے اس نوجوان لڑکے
کی جان بچ سکے۔'' چنانچہ اشوریہ نے سرگوشیوں کے انداز میں ان لوگوں کو ایک تفصیل
بتائی جسے سن کر وہ دنگ رہ گئے۔ تب کمال نے کہا۔

''حقیقت یہ ہے جہانگیر شاہ کہ اگر انسانوں کی سرزمین پر عقل کی تقسیم ہوتی
ہے۔ اگر یہ حشرات الارض وہ عقل پا لیتے جو رب عظیم نے انسانوں کو دی ہے تو بڑی
تباہی پھیلتی اس دنیا میں۔ پھر یوں ہوتا کہ انسان زمین میں سوراخ بنا کر ان میں
پوشیدہ رہتے اور کیڑے مکوڑے اور جانور ان پر حکمران ہوتے۔'' اشوریہ کی ترکیب
بہت شاندار ہے' لیکن اس وقت اسے بروئے کار لانا چاہیے۔ جب نردانہ اس بات
سے انکار کر دے کہ طارس کو زندگی دے دی جائے اور یہ طے ہوا کہ نردانہ سے اس
موضوع پر بات کی جائے۔ بہرحال یہ سارے معاملات اپنی جگہ چل رہے تھے۔ ادھر
انگون یہاں شدید بور ہو رہا تھا۔ اس کے دل میں یہی آرزو تھی کہ جس قدر بھی جلد
ممکن ہو سکے وہ یہاں سے فرار ہو جائے۔ وہ بھوکا بھی تھا۔ چنانچہ اس نے زاما سے
کہا۔

''یہ سارے کے سارے اپنے اپنے طور پر نیک کاموں میں مصروف ہیں
زاما' لیکن میں بھوک سے تڑپ رہا ہوں۔ ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں
ہے سوائے اس گھاس پھوس کے۔ ارے یہاں ذرا دیکھو تو یہ بوڑھے کیسے زندہ رہتے
ہیں۔ میرا مطلب یہ میاں بیوی۔ ایسا کرو یہ لوگ تو لگے ہیں اپنے چکر میں اور ہم

خوراک تلاش کریں اور اپنی شکم سیری کریں۔ اس کے بعد یہ دیکھیں گے کہ یہاں سے نکلنے کے لیے ہم کیا ذرائع اختیار کر سکتے ہیں۔'' زاما کو چونکہ خود بھی بھوک لگ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ دونوں اس طرح بیزاری کے انداز میں وہاں سے نکلے جیسے یونہی آوارہ گردی کرنے کے لیے جا رہے ہوں' لیکن وہ ان غاروں کی تلاش میں تھے جہاں خوراک موجود ہو اور یہ خوراک کچھ دیر کے بعد انہیں مل گئی۔ زاما نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

''لوگ احمق ہیں۔ یہ سارے کے سارے بے وقوف ہیں جو تجھے احمق تصور کرتے ہیں انگون! حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیا سے زیادہ اپنے لیے فکر مند رہتا ہے۔ ابھی جب یہ سب بھوک سے تڑپیں گے تو پریشان ہوں گے اور کہیں گے کہ کیا کھایا پیا جائے۔ اس سے پہلے ہی ہم پیٹ بھر لیں۔ نہ صرف یوں کریں بلکہ جب یہ تھوڑی سی چیزیں بچ جائیں تو انہیں بھی اپنے لباس میں پوشیدہ کر لیں۔ اس طرح جب ہم آگے بڑھیں تو کم از کم ہمارے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کے لیے ضرور ہو۔'' بہرحال یہ لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

ادھر اشوریہ' اہیرا اور دوسرے افراد نزدانہ کے پاس پہنچ گئے۔ نزدانہ سے انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ نوزہ چونکہ اب اس قبیلے کی سردار بن چکی تھی اور اسے اصولی طور پر ہر طرح کے اختیارات حاصل ہو چکے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس نے نزدانہ سے بات شروع کی۔ اس نے کہا۔

''قدیم سردار! میں تیری بزرگی کو دل و جان سے تسلیم کرتی ہوں' لیکن جو کہانی میرے علم میں آئی ہے' وہ یہ ہے کہ تو نے اپنی بیٹی کو سردار بنانے کے لیے انسانوں کی دنیا کا رخ کیا۔ پھر وہاں ایک انسان کو اپنی زندگی کا ساتھی بنایا اور اس کے بعد جب تیری بیٹی پیدا ہو گئی تو تو نے اس انسان کو زہر کا نشانہ بنا دیا اور اس کے بعد جو کچھ تو نے کیا' وہ تیرا اپنا عمل تھا جس کے بارے میں تجھ سے پوچھنے کا حق میں نہیں رکھتی کیونکہ عمر میں تجھ سے بہت چھوٹی ہوں اور میں تیرا بے حد احترام کرتی ہوں' لیکن تو نے جو ایک برا عمل کیا ہے' وہ یہ ہے کہ ہمباریہ کے بیٹے طارس کو تو نے اپنے

انتقام کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ تو ہر طرح سے ایک الگ قسم کا انسان تھا اور کہیں سے قصوروار نہیں تھا۔ سانپوں کی سلطنت کی ملکہ ہونے کی حیثیت سے میں تجھے حکم دیتی ہوں کہ طارس کا زہر اس کے جسم سے نکال لے۔'' نزدانہ نے غضبناک نگاہوں سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

''اور تو سابق سردار کو وہ کہانی سنا رہی ہے جو اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ نہیں نوزہ میں تیرا حکم ماننے پر تیار نہیں ہوں کیونکہ ابھی تو نے ناگن کا تاج اپنے سر پر نہیں رکھا۔ سات دن کے بعد جب تو ناگن کا تاج اپنے سر پر رکھ لیتی اور میں تیرے سامنے ہوتی تو پھر سانپوں کے قانون کے مطابق میں تیری بات ماننے پر مجبور ہو جاتی۔ ابھی بھلا مجھے کون مجبور کر سکتا ہے کہ میں یہ کام کروں تو نہیں جانتی اس شخص نے میرے خلاف جو عمل کیا تھا' جس کا نام ہمباریہ ہے اور میں نے اس کا ردعمل ظاہر بھی کیا تھا۔ اس شخص نے اس وقت مجھے وہاں سے نکال دیا جبکہ میں اپنی بیٹی اشوریہ کو وہاں سے نہیں لانا چاہتی تھی اور اس کے بعد اس نے دریائے لانا کے کنارے میرے لیے بند کر دیے۔ حالانکہ وہ سرزمین اس کی اپنی نہیں تھی۔ اس نے صرف اپنی سرداری کی قوت سے کام لیا۔ ایک ایسے شخص کے بیٹے کو بھلا میں کیوں زندگی بخش دوں؟'' وہ خونخوار لہجے میں بولی۔

''ہم سب تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری بات مان اور دوستی کا ثبوت دے۔''

''بہت اچھے دوست ہو تم۔ مجھے شیشے کے برتن میں بند کر کے یہاں تک لائے ہو۔ مجھے آزاد کر دو' اس کے بعد میں سوچوں گی اور دیکھوں گی کہ تم میں سے کون کون میرا دوست رہ جاتا ہے۔'' نزدانہ نے جواب دیا اور سب محسوس کرنے لگے کہ اس کے انداز میں سرکشی ہے۔ جہانگیر شاہ نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو میں معزز ہمباریہ کو ایک اور کارروائی بتاتا ہوں اور یہ کارروائی کرنے کا حق اسے حاصل ہے۔ کارروائی ضرور جاری ہوگی۔ چونکہ ہمباریہ کے بیٹے طارس کو نزدانہ نے جسمانی نقصان پہنچایا ہے اور اسے زندگی سے دور کر دیا ہے'

اس لیے نردانہ کی آنکھوں کے سامنے ہمباریہ اس کی بیٹی اشوریہ کو موت کی سزا دینے کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ ہمباریہ کے حکم سے اشوریہ کو فوراً پکڑ لیا جائے اور اسے باندھ دیا جائے اور اس عورت نردانہ کے سامنے اس کی بیٹی کی زندگی ختم کر دی جائے۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے اور بے شک سردار ہمباریہ اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کرے گا کیونکہ بہرطور ہمیں یہ کام سرانجام دینا تھا اور ہم اسے سرانجام دیں گے۔ تمام لوگوں کے چہروں پر سکوت طاری ہو گیا تھا۔ اہیرا اور نوزہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ ایسا کچھ ہو، لیکن کمال کو علم تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے اور سارا منصوبہ اس کے سامنے ہی بنایا گیا تھا۔ چنانچہ اس نے سب سے آگے بڑھ کر پہل کی اور جہانگیر اس کی مدد کرنے لگا۔ اشوریہ کو جکڑ لیا گیا، لیکن بوڑھے ہمباریہ نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''نہیں نہیں۔ دیوتاؤں کے لیے نہیں۔ میں اس خوبصورت بچی کو زندگی سے دور نہیں کرنا چاہتا۔''

''معزز سردار ہمباریہ! میں اس بات کی مخالفت کرتا ہوں اور اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ ایسا عمل نہ کیجئے کہ جس کے لیے ہم آپ کی بات نہ مان سکیں۔ ویسے بھی آپ ہمارے سردار نہیں ہیں۔ ہمارا تعلق کہیں اور سے ہے۔ اس لڑکی کو زندگی سے دور کرنا بے حد ضروری ہے۔'' یہ کہہ کر وہ لوگ اشوریہ کو ایک درخت سے باندھنے لگے تو نردانہ کے چہرے پر خوف اور مامتا کے تاثرات پیدا ہونے لگے۔ اس نے نڈھال انداز میں جہانگیر شاہ کو دیکھا اور نفرت بھرے انداز میں بولی۔

''کمینے انسان! نجانے تو کون سی دنیا کا باشندہ ہے۔ یقینی طور پر تو اس دنیا کا کمینہ انسان ہے اور تو نے وہ کام کیا جس کی تم انسانوں سے ہی توقع کی جا سکتی ہے۔ ماں کا انتقام بیٹی سے لینے سے کیا فائدہ۔ تجھے شرم نہیں آتی، قصور تو میرا ہے۔ میری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہے ہو تم لوگ؟''

''ہاں نردانہ! باپ کا انتقام بیٹے سے لینا کیا کوئی اچھا عمل ہے۔ کیا تو نے ایسا نہیں کیا؟ کمینی ناگن! جواب دے۔ اگر تو اس بات کا جواب دے سکتی ہے تو میں ابھی اشوریہ کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔'' تب اشوریہ کو انہوں نے درخت سے

باندھا اور آخرکار جہانگیر شاہ نے رائفل کی نال کا رخ اشوریہ کے سینے کی طرف کر کے کہا۔

''میں دو فائر فضا میں کروں گا اور تیسرا اشوریہ کے سینے پر۔'' چنانچہ جہانگیر شاہ نے آسمان کی طرف رخ کر کے دو بار بندوق چلائی اور اشوریہ آنسو بھری آواز میں بولی۔

''میری ماں تو نے میرے لیے بہت کچھ کیا۔ بڑی مشکلات کا سامنا کیا اور مجھے خوشی ہے کہ تیری وجہ سے میں موت کا شکار ہو رہی ہوں۔ اب کچھ لمحے جا رہے ہیں کہ میرے سینے میں سوراخ ہو جائے گا اور میں زندگی سے محروم ہو جاؤں گی۔ بس میں تجھے دیوتاؤں کے حوالے کر رہی ہوں۔'' دفعتاً ہی نردانہ کی چیخ فضاؤں میں ابھری اور اس نے کہا۔

''رک جا کمینے انسان! رک جا۔ میں طارس کے جسم کا زہر چوسنے کے لیے تیار ہوں۔'' اسی وقت اہیرا نے سرگوشی کے انداز میں کمال کے کان میں کہا۔

''بپھری ہوئی ناگن شیشے کے برتن سے آزاد ہوئی تو ہو سکتا ہے تم انسانوں پر حملہ کر دے اور اس طرح تمہیں نقصان پہنچا دے۔ چنانچہ یوں کرو کہ اپنے ساتھی سے کہو وہ اس کا نشانہ لیے کھڑا رہے اور موقع ہی نہ دے کہ نردانہ کسی پر حملہ کرے اور جب تک یہ طارس کا زہر نہ چوس لے، بہت ہوشیار رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد بہتر ہو جائے گا۔'' کمال نے سرگوشی میں ہی جواب دیا۔

''اور کیا ایسا نہیں ہوگا کہ یہ طارس کا زہر چوسنے کے بعد ہم پر حملہ کرے؟''

''نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔'' اہیرا بولی۔

''کیوں؟''

''اس کی وجہ یہ ہے کہ جو زہر اتنے عرصے انسانی جسم میں رہے، وہ اجنبی ہو جاتا ہے اور جب اجنبی زہر جسم میں واپس پہنچے گا تو یہ نشے میں ڈوب جائے گی۔ ایسے موقع پر اسے واپس شیشے کے برتن میں بند کر دینا آسانی سے ممکن ہو سکے گا، لیکن اشوریہ اس بارے میں کیا کہتی ہے؟''

''اس بارے میں اس سے کوئی بات نہیں ہوئی' لیکن اپنی ماں کو اس طرح مجبور کرنے کا مشورہ اسی نے دیا ہے۔''

''آہ! وہ ایک بہت اچھی لڑکی ہے۔'' بہرحال اس کھیل کا آغاز ہو گیا۔ پہلی بار طارس کی لاش کو وہاں سے ہٹا کر سامنے لایا گیا اور جہانگیر شاہ اور کمال اس سلسلے میں پیش پیش تھے' لیکن کمال نے مستقل طور پر جہانگیر شاہ کو یہ موقع دے رکھا تھا کہ وہ اشوریہ کو نشانہ بنائے رکھے اور چالاک نزدانہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ اس شخص کی انگلی کی ایک جنبش اس کی بیٹی کو زندگی سے محروم کر دے گی۔ بے شک وہ تڑپ رہی تھی' بے چین تھی۔ کوئی ایسا عمل کرنا چاہتی تھی جس سے وہ سب سے پہلے ان انسانوں کو فنا کر دے' لیکن دوسری دنیا کے انسان بے حد چالاک تھے۔ انہوں نے نزدانہ کو کوئی ایسا موقع نہیں دیا تھا جبکہ اشوریہ حیران نگاہوں سے نوجوان طارس کی لاش کو دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت ابھر آئی تھی۔ اتنے حسین نوجوان کو اس طرح زندگی سے دور کر دیا تھا میری ماں نے۔ کتنے دکھ کی بات تھی' لیکن یہ عمل اس کی ماں نزدانہ نے کیا تھا۔ نزدانہ کے اس عمل پر وہ بے حد افسردہ اور شرمندہ تھی۔ ادھر نزدانہ بحالت مجبوری طارس کے جسم کا زہر چوسنے لگی۔ جوں جوں اس کے جسم سے زہر غائب ہونے لگا۔ اس کے چہرے کی نیلاہٹ کم ہونے لگی۔ پھر جسم کی نیلاہٹوں میں فرق آیا کیونکہ وہ مصنوعی موت مرا تھا۔ چنانچہ جب یہ عمل ہوا تو زندگی اس کے جسم میں واپس آنے لگی۔ یہاں تک کہ نزدانہ نے اس کے زہر کا آخری قطرہ بھی چوس لیا۔ جیسا کہ اہیرا نے کہا تھا' ویسا ہی ہوا۔ نزدانہ اس طرح بے سدھ نظر آنے لگی جیسے اس نے زبردست شراب پی لی ہو۔ وہ سر ڈال کر نیم خوابی کے عالم میں آ گئی تھی۔ چنانچہ اسے فوراً ہی اٹھا کر شیشے کے جار میں ڈال دیا گیا' لیکن اشوریہ کی آنکھوں میں اب بھی غم کے آثار تھے۔ پہلی بات تو یہ کہ طارس کی شخصیت نے اسے بہت متاثر کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ اپنی ماں کے ساتھ ہونے والے واقعات نے اسے بے حد افسردہ کر رکھا تھا اور وہ شرمندہ تھی کہ بہرحال ماں نے برا عمل کیا تھا' لیکن اس برے عمل کا نتیجہ بھی اسے اسی کے ہاتھوں اٹھانا پڑا۔ ادھر ہمباریہ اور اس کی بیوی بے چینی

اور بے تابی کے عالم میں اپنے بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ جب پہلی بار طارس کے منہ سے آواز نکلی تو وہ شدت خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ طارس نے کہا تھا۔

''آہ! گلہ خشک ہو رہا ہے میرا۔ کتنی پیاس لگ رہی ہے مجھے۔ میری ماں مجھے پانی پلاؤ۔ پانی پلاؤ مجھے۔'' ہمباریہ کے جسم میں جیسے نئی زندگی دوڑ گئی۔ اس کا بڑھاپا اتنا ہی پیچھے چلا گیا تھا جہاں سے اس نے آغاز کیا تھا۔ اس کی بیوی دوڑ کر پانی لے آئی۔ پھر اس نے اسے ماں کہہ کر پکارا تو ہمباریہ کی بیوی بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔ پھر اس نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

''آہ! کتنے عرصے بعد میرے بچے نے میرے لیے اپنے ہونٹوں سے ماں کا لفظ نکالا ہے۔ آہ! اے لوگو! میں تمہاری غلام ہوں۔ اتنی شکر گزار ہوں تمہاری کہ دنیا میں کوئی انسان کسی انسان کا اتنا شکر گزار نہ ہوا ہوگا۔ تم نے ایک ماں کے سینے کو اس کا سہارا دے دیا ہے۔ ہمباریہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اور ماحول بے حد عجیب سا ہو گیا تھا۔ سبھی متاثر تھے۔ اشوریہ کو اس کی جگہ سے کھول دیا گیا۔ اس تعاون پر اس کا بے حد شکریہ ادا کیا گیا۔ نزدانہ ابھی تک شیشے کے جار میں تھی۔ وہ اب بھی نیم بے ہوشی کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ بہرحال یہ سارے کے سارے ہمباریہ کی خوشیوں میں شریک تھے اور ہمباریہ جس قدر مسرت کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ دیکھنے کے قابل تھی۔ جہانگیر شاہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ چلو مہذب دنیا نے تو اسے اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ کوئی اچھا کام اور نیک کام کر لیتا' لیکن اس پراسرار اور انوکھی دنیا میں اس نے ایک نیک کام کر ڈالا تھا۔ اچانک ہی کمال کو کچھ خیال آیا اور اس نے چونک کر کہا۔

''ارے! یہ دونوں بے وقوف کہاں مر گئے' یعنی انگون اور اس کا ساتھی زاما۔'' سب چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تب جہانگیر شاہ نے کہا۔

''اوہ! واقعی کہیں وہ فرار تو نہیں ہو گئے؟''

''نہیں' وہ سامنے نظر آ رہے ہیں۔ نوزہ نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے انگون اور زاما کو دیکھا جو ایک جانب خاموش بیٹھے ہوئے

تھے۔ جہانگیر شاہ مسکرا دیا' پھر بولا۔

''اور اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟'' اہیرا نے کہا۔

''میں مبارکباد دیتی ہوں شامان تجھے اور تیرے ساتھی روبا کو کہ تو نے ایک سمت تو میرے ساتھ انصاف اور دوسری جانب اس بزرگ ہمباریہ کو اس کے بیٹے کی زندگی کی خبر دی اور حقیقت یہ ہے جو میں تجھے بتا رہی ہوں۔ حالانکہ نزدانہ ایک ایسی اچھی لڑکی کی ماں ہے' جس کے لیے اب میرے دل میں بھی محبت پیدا ہو چکی ہے' یعنی اشوریہ' لیکن پھر بھی نزدانہ سے ہوشیار رہنا کہ وہ ایک بپھری ہوئی ناگن ہے۔ اگر کبھی وہ شیشے کے برتن سے آزاد ہوگئی تو بڑی تباہی مچائے گی۔'' اشوریہ نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''اس کے باوجود کہ وہ میری ماں ہے اور میں اس کی زندگی چاہتی ہوں۔ بے شک جو کچھ اس نے کیا' برا کیا ہے' لیکن یہ سوچو کہ میں نے اس کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔'' اشوریہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ہمباریہ نے کہا۔

''نہیں میری بچی تو میری بستی کی اولاد ہے اور میں تجھے اپنی اولاد کا درجہ دیتا ہوں۔ بے شک یہ عورت خطرناک ثابت ہوگی' لیکن اگر تو چاہے تو ہم اس کی ذمہ داری تجھے سونپ دیتے ہیں اور اپنے دیوتاؤں سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری زندگیاں محفوظ رکھے' کیونکہ تو نے میرے بیٹے کی زندگی کو واپس لانے میں ہم سے تعاون کیا ہے۔ اس لیے ہم تجھے کوئی ایسا غم نہیں دیں گے جس کی بناپر تو یہ سوچے کہ انسان احسان نہیں مانتے۔ اشوریہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور طارس نے اپنے دل میں شدید بے چینی محسوس کی۔ نجانے اس لڑکی کو روتے دیکھ کر اس کی یہ حالت کیوں ہو رہی تھی' اس نے کہا۔

''ہمارے لیے یہ فیصلہ ذرا مشکل ہو رہا ہے کہ ہم کیا کریں۔ میں تو اپنی بستی سے اتنا دور ہو چکا ہوں کہ اب مجھے وہاں کے حالات بھی نہیں معلوم۔''

''وہاں کے حالات؟''

''ہاں۔'' تب ہمباریہ بولا۔

''اور میں نہیں جانتا کہ میرے وہاں سے چلے آنے کے بعد وہاں کی سرداری کس کے پاس ہے؟ اور کون اس وقت وہاں کا سربراہ ہے؟ میں دیوتاؤں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مجھے سرداری نہیں چاہیے۔ اپنے بیٹے کی زندگی پانے کے بعد مجھے دنیا کی ہر شے بیکار محسوس ہوتی ہے اور اب میں یہ سوچوں گا کہ مجھے کہاں کا سفر طے کرنا ہے۔''

''اصولی طور پر پہلے ہم اپنی دوست' اپنی معزز میزبان اور کرم فرما اہیرا کو اس کی منزل کی جانب روانہ کریں اور اس نے ہماری جو مدد کی ہے' اس کا شکریہ ادا کریں۔ اس کے بعد معزز ہمباریہ ہم یہ سوچیں گے کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا چاہیے۔''

''ہاں بالکل۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ طارس کو جیسے ایک بار پھر سے زندگی مل گئی تھی۔ اسے یہ احساس نہیں تھا کہ اس نے اتنا طویل عرصہ کس عالم میں گزارا ہے۔ اس کے جسم کی توانائیاں جوں کی توں تھیں۔ کئی بار اس نے چور نگاہوں سے اشوریہ کو اپنی جانب دیکھتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ درحقیقت اشوریہ اس نوجوان میں ایک انوکھی کشش محسوس کرتی تھی اور بعض اوقات اسے دیکھ کر کھو سی جاتی تھی۔ غرض یہ کہ سارے معاملات بڑا دلچسپ پہلو اختیار کرتے جا رہے تھے۔ پھر منصوبے کے مطابق اہیرا کو دریائے لانا کے اس حصے تک پہنچا دیا گیا' جہاں سے دریا زمین میں داخل ہو جاتا تھا اور اوپر کی وادیوں سے گزرنے کے بعد ناگ نگر کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ نوزہ نے ایک بار پھر شکرگزاری کے جذبات کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر ان میں سے کوئی اس کی زندگی میں کبھی اس وادی کی جانب آیا تو وہ سردار کی حیثیت سے اس کا خیرمقدم کرے گی اور اس کے بعد دونوں ماں بیٹی اپنے علاقے کی جانب روانہ ہو گئیں۔ جہاں لاکھوں کی تعداد میں سانپ ان کا انتظار کر رہے تھے اور ان کے رہبر تھے۔ یہ عجیب و غریب منظر طارس' کشکا اور ہمباریہ کے لیے بڑا تعجب خیز تھا اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ دوسری دنیا سے آنے والے ان دو افراد نے بے غرضی سے کتنی بڑی مشکل حل کی ہے۔ اہیرا کو روانہ کرنے کے بعد یہ لوگ وہاں سے واپسی کا سفر طے کرنے لگے اور دریائے لانا کے کنارے کنارے یہ حسین سفر اس قدر پرکشش تھا کہ ہر شخص دلچسپی

محسوس کر رہا تھا۔ خاص طور پر ان دونوں کو دیکھنے سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تقدیر بھی عجیب چیز ہے۔ ستارے گردش میں ہوتے ہیں تو ہر عمل الٹا ہو جاتا ہے اور جب ستاروں کی چال بدلتی ہے تو سارے کام سیدھے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ تمام معاملات سے نمٹنے کے بعد ہمباریہ بستی سوہا میں داخل ہوا تو سوہا والے ایک لمحے میں سردار سخارہ کو بھول گئے۔ انہوں نے سردار ہمباریہ اور سردار طارس کے نام کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ سخارہ اور تبوریہ نے اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ذریعے ہمباریہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تو ہمباریہ کی محبت میں شدید جذباتی ہو جانے والوں نے خود ہی ان کا تیاپانچہ کر دیا اور انہیں پتھروں سے کچل کر ہلاک کر دیا۔

طارس کو باقاعدہ سوہا کا سردار بنایا گیا اور اشوریہ کو اس کی دلہن۔ انگون اور زاما ان پروگراموں میں شریک نہیں ہوئے تھے' بلکہ ایک رات وہ خاموشی سے فرار ہو گئے تھے' لیکن تقدیر کے جن ستاروں کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں' ان کا تعلق جہانگیر شاہ اور کمال سے ہے۔ اس انوکھی سرزمین پر تو لاکھوں کہانیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سوہا میں انہیں دیوتاؤں کا درجہ دیا جا رہا تھا' لیکن انسان' انسان ہی رہ کر خوش رہ سکتا ہے۔ اس پذیرائی سے وہ اکتا گئے تھے۔ ان کا زیادہ وقت پہاڑوں میں بھٹکنے میں گزرتا تھا اور ایسی ہی ایک آوارہ گردی کے دوران ایک دوپہر انہوں نے ڈاکٹر گریٹ کو دیکھا۔ چھوٹے قد کے آدمی کو دیکھ کر وہ یہی سمجھے کہ وہ صرف ان کا تصور ہے' لیکن جب ڈاکٹر گریٹ انہیں گھورتا ہوا ان کے بالکل قریب آ گیا تو وہ حیران رہ گئے۔''

''گدھے ہو.....'' وہ بولا۔

''نہیں میرا نام کمال ہے اور یہ.....''

''بے وقوف ہو۔'' گریٹ بولا۔

''ممکن ہے.....مگر تم کون ہو؟''

''پاگل بھی ہو چکے ہو۔ جانتے ہو مجھے کتنی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔''

''تو کیا تم گزر چکے ہو؟'' کمال بولا۔

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے دنیا سے۔''

''تمہیں بڑی مشکل سے تلاش کیا ہے۔ اُفوہ! احمق' بے وقوف' گدھے' آؤ میرے ساتھ۔ گریٹ ہمیں ایک پہاڑی کے ٹیلے کے عقب میں لے گیا جہاں ایک ریفریجریٹر جیسی چیز دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔''

''یہ کیا ہے؟'' جہانگیر شاہ نے پوچھا۔

''ٹرانسمیٹر......میں نے اس پر صرف تمہارے لیے محنت کی ہے۔''

''ہم نہیں سمجھے۔''

''تمہارے غائب ہونے سے مجھے پتہ چل گیا کہ تمہارے ساتھ کیا واقعہ آیا ہے۔ تب میں نے یہ چھوٹی مشین تیار کی' اسے بڑی مشین میں رکھا' اس میں خود بیٹھا اور اسے ٹرانسمیٹ کر لیا مگر تم کہاں مر گئے تھے؟ جانتے ہو تمہیں کب سے تلاش کر رہا ہوں؟''

''تو کیا ہم واپس جا سکتے ہیں؟'' کمال خوشی سے بولا۔

''تم گریٹ کی مملکت میں ہو۔ میں ان ساری آبادیوں کو اپنی دنیا میں منتقل کر سکتا ہوں۔''

''آہ ڈاکٹر ہمیں جلدی ہماری دنیا میں لے چلو'' کمال جلدی سے بولا۔

''ایک ایک کر کے۔ ایک ایک کر کے۔ دیکھ نہیں رہے مشین چھوٹی ہے۔''

ہمیں یقین نہیں آیا تھا کہ دوبارہ اپنی دنیا میں آ گئے ہیں اور جب یقین آیا تو ایک عجیب سی کسک دل میں محسوس ہوئی۔ کچھ بھی تھا' اس پراسرار دنیا کا اپنا ایک ماحول تھا۔ شاید اس دنیا سے حسین' اس سے زیادہ پرکشش۔

ختم شد